بسم اللہ الرحمن الرحیم

## قصائد در منقبت وغیرہ

جب سے خورشید ہوا ہے چمن افروز حمل
رنگ گل چمکے ہی ہر بات مین بہر گرمی محل

وقت وہ ہی کہ زبس شبنم ہی چشم بلبل
ہوئی دلکش ال مگینے کو ہوا جول

جوش گل سے ہی جہا تنگ کرے ہی کام نظر
لالہ زرکش گل سے ہین بھر دشت و جبل

لطف دمیدگی مت پوچھ کہ دین شبنم ہی ہوئن
سبزہ غلطان ہی لب جو پہ کہ خواب مخمل

چشم رکھتا ہی تو چل فیض ہوا کو ہم دیکھ
نرگس اگتی ہی جہان بوئی تھی بختان بصل

سیر کرتا زگی و خرمی و شادابی
خشک بہنی شلخ ز آب سبز نکالی کونپل

خون خمیازہ کش ماشقی غنچہ گل
دو دن نکلی ہین چہ خاک سے نبت نغل

قصیدہ در مدح حضرت علی مرتضی علیہ الصلوۃ والسلام

زخم اسکے ہاتھ کا جو لگے یہ نہو کبھی | ست جاے کائنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہو گئی ہے بسکہ لہو مین گل زمین | گر خشک ہو وے خاک کہین بعد ماہ و سال

ہو پھر گذار باد صبا سے یہ وانکا رنگ | اڑتا ہو جیسے ہولی کے ایام مین گلال

سیلان طبع مطلع ثالث کی اور ہے | تاخیر پر قصیدہ عزا کا ہو مال

مطلع ثالث

لائق تری صفت کے صفت ہے تیری محال | آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

قطعہ

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہے | جس شخص کو نہ آوے الف بے تے دال ذال

آوے تری جناب مقدس مین ایکدم | کرتے ہین ان توقف سبھی طرز کا مقال

عالم ہوا سقدر کہ بیان کیا کرے کوئی | پھر بحث اُس سے عقل فلاطون پہ ہو وبال

لیتے ہین تیرے گھر سے گدا پوست تخت قیصر | پاتے ہین تیرے در سے تہا مکنت بلال

جبتک جو نہین دلین ترے آرزو تری | ہون سر سے تیری زائر درگہ کا پایمال

پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کے یا علی | جا گھیری ہو حشر کی تیری صف نعال

جب ہو نہین گرم تیرے سایہ مین یا شہا | ہو جاے سرد آتش دوزخ کی اشتعال

## قصیده

بسر و مہری شیرین بکینۂ خسرو — بگرم جوشی فرہاد تحتی کہسار

بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بآب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر — کہ اسکو کنج قفس ہی ہے ہو بادبہار

بساغر مے گلگون بتوبۂ سنگین — بدلنوازی ساقی بابر دریا بار

بدستگیری چاک و بہ بیقراری جیب — بسینہ کاوی دشنۂ بزخم دامن دار

بحسرت رخ جانا بچشم وا ماندہ — بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار

بقلقل سبو و بلغزش ہر دم — بہستی مئی ناب و بخاطر ہشیار

بپوچ گوئی بیتابی و بہ بے خوابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون — بجرگہ جرگہ غزالان بدیدۂ خونبار

بجوشش خوشۂ سرشک و بدار لیست مترہ — بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست یار

بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش — بجان عاشق مسکین کہ بار پر ہی نثار

بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا — نہین و کہاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار

باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم — بخاطر دل آخر کہ اس سے ہی بیزار

بدور گردی تنگ قبول و یاس دعا — باعتراز اجابت بحلقۂ اذکار

| | |
|---|---|
| تو مر جائیگا یون تو رکتے ہی رکتے | کہ اندوہ و غم آفت ناگہان ہے |
| غزل لطف کر میر صاحب کی کوئی | کہ اوسکی زبان ہیچ سحر بیان ہے |
| کہا مین نے مطلع غزل کا یہ سنکر | کہ ہر طرف سے جسکے لوہو روان ہے |

## مطلع ثانی

| | |
|---|---|
| ترے ہاتھ جبتک کہ تیر و کمان ہی | شکار زبون کی بھی خاطر نشان ہے |
| کئے آنکھ شکل شالی ہون اپنے | مرا جسم اس لطف سے ناتوان ہے |
| تری ابروئے سادہ رو بعد میرے | مرا نامہ نوشتہ بہر استخوان ہے |
| نہ پوچھ اس طلسمات عالم کی صنعت | کہ اس آشکارا مین کیا کیا نہان ہے |
| خوشا مرگ بلبل کہ سائے مین گل کے | کہین مشت پر ہے کہین آشیان ہے |
| لگے ہو نہ اب عطر دان اوسکے منہ کو | نہ اس بوئے خوش ساتھ گل کا دہان ہے |
| غرور و خرابات چل شیخ دیکھین | جو ترسا بچہ ہے سو پیر مغان ہے |
| نہ کہ خانوادے تھے یان کیسے کیسے | خرابا ہی ہو جب تلک یہ جہان ہے |
| دم امتحان میر ہم کیا کرینگے | ہماری گرہ مین تو اک نیم جان ہے |
| چل اے طبع مشتاق وصف بتان ہے | کہ جز انکا دل مین مرے یک جہان ہے |
| یہی شغل مین خوب پیش قتیران | کہ ذکر خدا ہے کہ وصف بتان ہے |

بہت ہرزہ خوان ہیگا اے پیر تو بھی
وظیفہ ترا کیا یہ ذکر بتان ہے

جو مرکوز خاطر ہے اُس پر بھی آ جا
فراغت کا عرصہ بھی یہ زمان ہے

سُن اے ہمنشین شخص غائب کی خاطر
یہ مطلع کہ مطلب جو تو امان ہے

## مطلع ثالث

قلم چل ابھی چلتی تیری زبان ہے
کہ پھر بات کہنے کی فرصت کہان ہے

ولیکن تجاوز نہو وے ادب سے
کہ ممدوح اب شاہ ہندوستان ہے

دماغ اب نہین ہے جو تمہید کر لے
کہ کل رات ہو اور یہ داستان ہے

بھیشہ تری تجھے یہ دل چاہتا ہے
تری شکر نعمت مین قاصر زبان ہے

ترا عہد بکبر خوشی ہو جو سے بھی
گنہگار سا یک غم مہوشان ہے

تری یان ہو سب راستی و درستی
مگر صدق پسح کا یہی خاندان ہے

زیارت کئی صدق آتا ہو جسکی
ترا جبہہ راستان آستان ہے

سے لکھے کیا ستہا کوئی ہمت کو تیرے
جہان صبح اس خوان پہ یہان ہے

زیادہ ہو یہ وسعت رزق تیری
کہ مشرق سے تا غرب ستار خوان ہے

کرے ہمسری کیا وہ خورشید اوپر
فلک پاس کیا ہی سبھی ایک نان ہے

ترے ہاتھ کی ریزش جود آگے
خجالت سے بابر قطرہ زنان ہے

مطلع رابع

۱۱

جو میدان میں جنگ کی ہو یہ اشہب | تو گھوڑا نہ کہہ کر جبل مان ہے
لگی گر کہیں ٹاپ طبق زمین پہ | فلک صدمے سے آنسو ہو لامکان ہے
دعا پر کروں ختم اب یہ قصیدہ | کہاں تک کہوں تو چنیں ہو چنان ہے
رہو وقت ایسا ہی روزِ جزا تک | کہ جو وقت تیرا ہو تو شادمان ہے
تری عمر ہو میری طولِ امل سے | کرم کا سا سررشتہ اک تیری ہان ہے

## قصیدہ در مدح آصف الدولہ بہادر

راتِ کو مطلق نہ تھی یاں جی کو تاب | آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب
لوٹتا تھا سوزِ غم سے آگ میں | دل جگر سکتے بہت دونوں چون کباب
ہر زمان تھی ساتھ اپنے گفتگو | کیا کروں شہر اور میں دونوں خراب
تمام کر شیوا جھونکا اوٹھ گئے | بیٹھے بیٹھے کھینچتے لیتک عذاب
چاہیے کسکے دراوپر کون ہے | لیجے کس سے کون ملنے کا ہے باب
لے جوانی سے پھرے پیری تلک | اسمیں آ گئے سب شیخ و شاب
ناگہان مجھسے لگا کہنے سروش | رہگذرے لطف کی کر کر خطاب
ہے کریم اب بھی وزیرا بن وزیر | آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آسمان زینہ ہے جس کا آستان | ناز کر طالع پہ جو ہو باریاب

گرد اسکے گر چہ پہونچا ہے بلند — پھر زمین و آسمانمین ہو حجاب

جاوے دشمن جون سگ پا سوختہ — وقت گرگ و میش نے منہ پر نقاب

داوری و منصفی سُن دلبران — چھوڑ دین عشاق پر کرنا عتاب

رفع بدعت چاہے تو پھر کیا مجال — اٹھ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب

منع می ہووے تو پھر قدرت ہی کیا — جو گلے سے شیشے کی اوترے شراب

بحر کیا ہی جو کرے تہ سے سوال — کوہ یزدی حلم کا کیا دے جواب

خوبیان ہین خوبیان سر تا قدم — تب کیا صانع نے تجکو انتخاب

لطف طبع صاحب مجلس کہون — یا لکھون پاکیزہ اس صحبت کا داب

نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب — چاندنی کی جاے چھپتی ماہتاب

گر نہو ممدوح علم ظاہری — پر نہین ہوتی ہے یہ رای صواب

جو کہے تو چاہیے وہ لکھ رکھین — حرف ہر یک تیرے منہ کا ہو کتاب

کر دعا پر تیرا اب ختم سخن — تو کہے جو کچھ کرے حق مستجاب

زیر دست اسکے رہین گردنکشان — تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

دوست اسکے جوش تن جیسے محیط — خاک بر سر مدعی جیسے سراب

قصائد تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھا مستعار حسن سے اسکے جو نور تھا — خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا — پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

پہونچا جو آپ کو تو میں پہونچا خدا کے تئیں — معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم — یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

مجلس میں رات ایک ترے پرتوے بغیر — کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بےحضور تھا

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا — اس رند کی بھی رات گذر گئی جو عور تھا

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر — اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

اوسکا منہ دیکھ رہا ہوں سو وہی دیکھ رہا ہوں
نقش کا سا ہو سما میری بھی حیرانیکا

بت پرستی کو تو اسلام نہیں کہتے ہیں
معتقد کون ہے میر ایسی مسلمانی کا

جادۂ مستی عشق اپنا مگر گم کھیر تھا
دامن تر کا مری دریا ہی کا سا پھیر تھا

دیر میں کعبے گیا میں خانقہ سے اب کی بار
راہ سے میخانہ کی اُس راہ میں کچھ پھیر تھا

بلبلوں نے کیا گل فشاں میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولوں کا اک ڈھیر تھا

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اُن نے مروت کو کیا ہوا

امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

کب تک تظلم آہ بھلا مرگ کے تئیں
کچھ پیش آیا واقعہ رحمت کو کیا ہوا

اسکی گئے پر ایسے گئے دل سے ہمنشین
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

بخشش نے مجھکو ابر کرم کے کیا خجل
اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کیطرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

۱۵

کام ہوۓ ہیں سارے ضائع ہر ساعت کی سماجت سے
استغنا کی چوگنی اُن نے جوں جوں میں ابرام کیا

ایسے آہوے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگوں نے تجھکو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن میں گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منھ اسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ میں ہمکو پیدا کر
برنگ سبزۂ نورستہ پایمال کیا

رہی تھی دم کی کشاکش گلے میں کچھ باقی
سو اُسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری اب آنکھیں نہیں کھلتیں ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ نیند میں ہو تو یہ کیا خیال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف
کسو نے حشر کو ہمسے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہیں کیا سنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھیگا جو تجھ رو کو سو حیران رہیگا
وابستہ تری مو کا پریشان رہیگا

وعدہ تو کیا اس سے دم صبح کا لیکن
اُس دم تئیں مجھ میں اگر جان رہیگا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہیگا

اس رنگ سے چمکے ہے پلک پر کہ کہے تو — ٹکڑا ہے ترا اشک عقیق جگری کا

کل سیر کیا ہم نے سمندر کو بھی جا کر — تھا دست نگر پنجۂ مژگاں کی تری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام — آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے — کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا — حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تھے برے مغبچوں کے تیور لیک — شیخ میخانے سے بھلا کھسکا

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب — ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

بحر کم ظرف ہے بسان حباب — کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا

فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا — آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کسکو جو حال میر سنے — حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

وہ اک روش سے کھولے ہوے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا

الجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اوسکے عشق میں — دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

نا بلد ہو کے رہ عشق مین پہنچو تو کہین ۔۔۔ ہم وخضر کو یان کہتے ہین گمراہ سنا

کوئی ان طور رونسے گذری ہو تری عمر مین آہ ۔۔۔ گاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سنا

خواب غفلت مین ہین یان شب کو عبث جاگا میر
بیخبر دیکھا اونھین مین جنھین آگاہ سنا

جب جنون سے ہمین توسل تھا ۔۔۔ اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا

بستر اتھا چمن مین جون بلبل ۔۔۔ نالہ سرمایۂ توکل تھا

یک نگہ کو وفا نہ کی گویا ۔۔۔ موسم گل صفیر بلبل تھا

ان نے پہچان کر ہمین مارا ۔۔۔ منہ نکرنا ادھر تجاہل تھا

شہر مین جو نظر پڑا اس کا ۔۔۔ کشتۂ ناز یا تغافل تھا

اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار ۔۔۔ یاد ایام جب تحمل تھا

جا پھنسا دام زلف مین آخر ۔۔۔ دل نہایت ہی بے تامل تھا

یون گئے قد کی خم ہوے جیسے ۔۔۔ عمر اک رہرو سر پل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

آگے جمال یار کے معذور ہو گیا ۔۔۔ گل اک چمن مین دیدۂ بے نور ہو گیا

تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اٹھی کبھو
آبدیدہ ترکو جو ہم دیکھو تو ہو گرداب سا

بھکے جو ہم مست آگئے سو بار مسجد سے اٹھا
واعظ کو مارے خوف کے گل لگ گیا جلاب سا

رکھ ہاتھ دل پر میر کے دریافت کر کیا حال ہے
رہتا ہے اکثر یہ جوان کچھ ان دنون بیتاب سا

مر رہتے جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا

پیدا ہے کہ پنہان تھی آتش نفسی میری
مین ضبط نہ کرتا تو سب شہر یہ جل جاتا

مین گریۂ خونی کو روکے ہی رہا ورنہ
یکدم مین زمانے کا یان رنگ بدل جاتا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو
پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

استادہ جہان مین تھا میدان محبت مین
وان رستم اگر آتا تو دیکھ کے ٹل جاتا

وہ سیر کا وادی کے مائل نہ ہوا ورنہ
آنکھون کو غزالون کی پاؤن تلے مل جاتا

بیتاب توان یون مین کاہے کو تلف ہوتا
یاقوتی ترے لب کی ملتی تو سنبھل جاتا

اس سیم بدن کو تھی کیا تاب و تعب اتنی
وہ چاندنی مین شب کی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گذرا بوسے سے ترے لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتو نہین بہل جاتا

سنیو جب وہ کبھو سوار ہوا
تا بروح الامین شکار ہوا

آخر کو مر گئے ہین لگی ہی جستجو مین
لگتی نہین ہو دارو ہین طبیب حیران
کہہ ہیچ اُسکے منہ کو جیسین ڈراہیا تو
ہوتا تھا مجلس آرا اگر غیر کا تجھے تو

جی سکے تئین بھی کھو یا لیکن اُسے نہ پایا
اک روگ مین پھنسایا جی کو کہان لگایا
یاری وہ شوخ اپنی خاطر مین کچھ نہ لایا
مانند شمع مجکو کاہے کے تئین جلایا

تھی یہ گمان کی یاری آئینہ رو کہ تو نے
دیکھا جو میر کو تو بے ہیچ منہ بنایا

شکوہ کرو نہین کیتک اُس اپنے مہربانکا
گر بے پہ رنگ آیا قید قفس مین شاید
لے جھاڑ ڈو اکراہی آتا ہی صبح ہوتے
دی آگ رنگ گل نے وان اے صبا چمن کو
ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے

القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہی جان کا
خون ہوگیا جگر میں داغ باغ گلستانکا
جاروب کش مگر ہی خورشید اُسکے یانکا
یان ہم جلے قفس مین سن حال آشیانکا
پیوند ہو زمین کا شیوہ اس آسمانکا

قطعہ

ان صید افگنون کا کیا ہو شکار کوئی
تب تو مجھے کیا تھا تیر و نشانہ اپنا
فتراک جسکا اکثر لوہو مین تر رہے ہی

ہوتا نہین ہی آخر کام اونکے امتحانکا
اب کرتے ہین نشانہ ہر ہیرے استخوانکا
وہ قصد کب کرے ہی اس صید ناتوانکا

قطعہ

[illegible]

کیا ذکر میسر ان یاران شادمان کا

۲۰

[illegible]

تیر کے قابل ہے دل صد پارہ اس نخچیر کا
جسکے ہر ٹکڑے میں ہو پیوست پیکان تیر کا

سب کھلے باغ جہان الا یہ حیران و خفا
جسکو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوی خون سے جی رکا جاتا ہے اے باد بہار
ہو گیا ہے چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکہ نقاش ازل نے نقش ابرو کا کیا
کام ہے اک تیرے منہ پر کھینچنا شمشیر کا

رہگذر سیل حوادث کا ہے بے بنیاد دہر
اس خرابی میں نکرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب اٹھ جا مری بالین سے مت دے درد سر
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا

نالہ کش ہین عہد پیری مین بھی تیرے در پہ ہم
قد خم گشتہ ہمارا حلقہ ہے زنجیر کا

جو تری کوچے مین آیا پھر وہین گاڑا اسے
تشنہ خون ہین تو ہون اس خاک دامنگیر کا

نالہ کش ہین عہد پیری مین بھی سر کے در پہ ہم
مفت مین جاتا رہا سارا یک تقصیر کا

لخت دل سے جو چھری پہلو لگی بندھی دو
فائدہ کچھ لے جگر اس آوبے تاثیر کا

گور مجنون سے بجا وینگے کہین ہم مینوا
عیب ہے ہم مین جو چھوڑین ڈھیر اپنے پیر کا

کس طرح سے مانیے یارو کہ یہ عاشق نہین
رنگ اوڑا جاتا ہے ٹک چہرا تو دیکھو میر کا

شب درد و غم سے عرصہ مری جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کثرت مین درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا

## قطعہ

یون سُنا جا ہو کہ کرتا ہی سفر کا عزم جزم
سا تہ اب بیگانہ وضع و نکلے ہمارا آشنا

شعر صائب کا مناسب ہے ہماری اور سے
سامنے اوسکے پڑہیو گر یہ کوئی جا آشنا

تا بجان باہم بہم و تا بمنزل دیگران
فرق باشد جان ما از آشنا تا آشنا

داغ ہو تابان علیہ الرحمان کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اوسکو بچارا ہم سے بھی تھا آشنا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت جو پاس کیا

دل نے ہم کو مثال آئینہ
ایک عالم کا روشناس کیا

کچھ نہین سوجھتا ہمین اُس بن
شوق نے ہم کو بیحواس کیا

عشق مین ہم ہوئے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا

دَور سے چرخ کے نکل نہ سکے
ضعف نے ہم کو مورطاس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہان ہین اے خوبان
میر کو تم عبث اوداس کیا

مفت آبروے زاہد علامہ لے گیا
اک مغبچہ اوتار کے عمامہ لے گیا

دل سے مٹ جا کہ حیف اُسکا وقت | جو کوئی اِس مکان سے نکلا
اُسکی شیرین لبی کی حسرت مین | شہد پانی ہو نستان سے نکلا

نامرادی کی رسم میر سے ہے
طور یہ اِس جوان سے نکلا

گرمی سے مین تو آتش غم کی پگھل گیا | راتو نکو روتے روتے ہی جون شمع گل گیا
ہم خستہ دل ہین تجھسے بھی نازک مزاج تر | تیوری چڑھائی تو نے کہ یان جی نکل گیا
گرمی عشق مانع نشو و نما ہوئی | مین وہ نہال تھا کہ اُگا اور جل گیا
مستی مین چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا مین | لغزش بڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا
ساقی نشے مین تجھسے لنڈھا شیشہ شراب | چل اب کہ دخت تاک کا جوبن تو ڈھل گیا
ہر ذرہ خاک تیرے گلی کی ہے بیقرار | یان کونسا ستمزدہ مائی مین رل گیا

عریان تنی کی شوخی سے دیوانگی مین میر
مجنون کی دشت خار کا دامن بھی جل گیا

سنا ہے حال ترے کشتگان بیچارونکا | ہوا نہ گور گڑھا ان ستمزدہ کے یارون کا
ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہین شاید | کہ روزگار کے سر خون ہے ہزارون کا
ملا ہے خاک مین کس کس طرحکا عالم یان | نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزارون کا

ردیف ۲۵

| | |
|---|---|
| تلوار مارنا تو تمھین کھیل ہو دے | جاتا رہے نہ جان کسو بیگناہ کا |
| بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال | احوال کچھ پوچھیے اس روسیاہ کا |
| ظالم زمین سے لوٹتا دامن اوٹھا کے چل | ہوگا کمین مین ہاتھ کسو دادخواہ کا |
| اے تاج شہ نہ سر کو فرو لاؤن تیرے پاس | ہے معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا |

بیمار تو نہ ہووے اجی جب تلک کہ میر
سونے نہ دے گا شور تری آہ آہ کا

| | |
|---|---|
| دل سے شوق رخ نکو نہ گیا | جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا |
| ہر قدم پر تھی اوسکی منزل لیک | سر سے سودائے جستجو نہ گیا |
| سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں | لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا |
| دل مین کتنے مسودے تھے ولے | ایک پیش اوسکے روبرو نہ گیا |

سبحہ گرداں ہے میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

| | |
|---|---|
| گل و بلبل بہار مین دیکھا | ایک تجھکو ہزار مین دیکھا |
| جل گیا دل سفید ہین آنکھین | یہ تو کچھ انتظار مین دیکھا |
| آبلے کا بھی ہونا دامن گیر | ترے کوچے کے خار مین دیکھا |

قطعہ

رہی خیال تنک ہم بھی روسیاہوں کا
لگے ہو خون بہت کرنے بیگناہوں کا

نہیں ستارے یہ سوراخ پڑ گئے ہیں تمام
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہوں کا

گلیمیں اوسکے بہشتی لپروں پر منت جا
لباس فقر ہے واں فخر بادشاہوں کا

تمام زلف کے کوچے ہیں پیچ پیچ اوسکے
تجھی کو آوے دلا چلنا ایسی راہوں کا

اسی جو خوبی سے لائی تجھے قیامت میں
تو حرف کن نہ کیا گوش دادخواہوں کا

تمام عمر رہیں خاک زیر پا اوسکے
جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہوں کا

کہاں سے تہ کریں پیدا یہ ناظمان حال
کہ پوچ بافی ہی ہے کام ان جلاہوں کا

حساب کاہیکا روز شمار میں مجھسے
شمار ہی نہیں ہے کچھ مرے گناہوں کا

تری جو آنکھیں ہیں تلوار کی تلی بھی ادھر
فریب خوردہ ہے تو میر کن نگاہوں کا

قطعہ (۲۶۷)

مطلع

اسکا خرام دیکھ کے جایا نہ جائیگا
اے کبک پھر بحال بھی آیا نہ جائیگا

ہم کشتگان عشق ہیں ابرو و چشم یار
سر سے ہماری تیغ کا سایا نہ جائیگا

ہم رہروان راہ فنا ہیں برنگ عمر
جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نہ جائیگا

پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہیگا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائیگا

اپنے شہید ناز سے بس ہاتھ اوٹھا کہ پھر
دیوان حشر میں اسے لایا نہ جائیگا

سوراخ ہو سینے مین ہر اک شخص کے تجھ سے
کس دل کے ترا تیر نگہ پار نہ پایا

مربوط ہین تجھ سے بھی یہی ناکس و نااہل
اس باغ مین ہمنے گل بیخار نہ پایا

دم بعد جنون مجھ مین نہ محسوس تھا یعنی
جامے مین مرے یارون نے اک تار نہ پایا

آئینہ بھی حیرت سے محبت کے ہوئے ہم
پر سیر ہو اس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ کھینچ کے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خون ریزی کا یان کوئی سزاوار نہ پایا

گیا مرے آنے پہ تو لے بت مغرور گیا
کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا

لیگیا صبح کے نزدیک مجھے خواب اے وا
آنکھ اسوقت کھلی قافلہ جب دور گیا

گو رہے نالے نہین وہ تو نہ ٹلتے ہی
جی گیا پر نہ ہمارا سر پر شور گیا

چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

ناتوان ہم ہین کہ ہین خاک گلی کے اسکے
اب تو بیطاقتی سے دل کا بھی مقدور گیا

لے کہین منہ پہ نقاب اپنے کہ اے غیرت صبح
شمع کے چہرۂ رخشان سے تو اب نور گیا

نالۂ میر نہین رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچے سے اے شوخ وہ رنجور گیا

خوا مجھے رہ گیا اب خواہ مجھے ملگیا
کیا کہون اے ہمنشین مین مجھے حاصل لگیا

۳۰

نمود کرکے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا
کہے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

ہوا ہین سجدہ مین پر نقش میرا بار رہا
اُس آستان پہ مری خاک سے غبار رہا

جنو نہین کی مجھے اپنے دل کا غم ہی حیف
خبر لی جبکہ نہ جامے مین ایک تار رہا

بشر ہو وہ پہ کھلا جبسے اُسکا دام زلف
بسر نہ اُسکی فریفتے ہی کا شکار رہا

کبھو نہ آنکھون مین یاد شوخ خواب کیطرح
تمام عمر ہمین اُس کا انتظار رہا

شراب عیش میسر ہوئی جسے یکشب
پھر اوسکو روز قیامت تلک خمار رہا

قطعہ

بتان کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ جسکا خدائی مین اختیار رہا

وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا پھوڑا تھا
وہ دل کہ جسے ہمیشہ جگر فگار رہا

تمام عمر گئی اسپہ ہاتھ رکھتے ہمین
وہ دردناک علی الرغم بیقرار رہا

ستم مین غم مین سر انجام اُسکا کیا کہیے
ہزارون حسرتین تھین جسکو ما رہا

بہا تو خون ہو آنکھون کی راہ بہ نکلا
رہا جو سینۂ سوزان مین داغدار رہا

سوا اسکو ہمسے فراموش کاریون لگنے
کہ اس سے قطرۂ خون بھی نہ یادگار رہا

گلی مین اُسکی گیا سو گیا نہ بولا پھر

آج رہتی نہین خامہ کی زبان رکھیے معاف
حرف کا طوق بھی جو میر گھٹایا نہ گیا

گلی مین اوسکی سجو ہوائی تو آیا نہ گیا
ہمکو بن دشت ہوا باغ سے لایا نہ گیا

آہ جو نکلی مری منہہ سے تو افلاک کے پاس
اسکی آشوب کے عہد سے برایا نہ گیا

گل نے ہرچند کہا باغ مین پر اس بن
جی جو اوچٹا تو کسیطرح لگایا نہ گیا

سیر نشین بیٹھا نہ ہون مین کیا جاؤن
رسم مسجد کے تئین شیخ کہ آیا نہ گیا

حیف ہے جنکی وہ اسوقت نہین پہنچا جسوقت
ان کنے حال اشاروں سے بتایا نہ گیا

خطرہ راہ محبت کہین جو حرف سے ہٹے
جس سے اسطرف کو قاصد بھی چلایا نہ گیا

خوف آشوب سے غوغائے قیامت کیلیے
خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

میر مت عذر گریبان کے پھٹے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

ادھر آکر شکار افگن ہمارا
مشبک کر گیا ہے تن ہمارا

گریبان سے رہا کوتہ تو پھر ہی
ہمارے ہاتھ مین دامن ہمارا

گئے جون شمع اس مجلس مین جتنے
سبھون پر حال ہے روشن ہمارا

بلا جس چشم کو کہتے ہین مردم
وہ ہے عین بلا مسکن ہمارا

غافل نہ رہیو ہرگز نادان داغ دل سے
بھڑکے گا جب یہ شعلہ تب گھر جلا رہیگا

مرنے پر اپنے مت جا سالک طلب مین اسکے
گو سر کو کھو رہیگا پر اوسکو پا رہیگا

عمر عزیز ساری دل ہی کے غم مین گذری
بیمار عاشقی یہ کس دن بھلا رہیگا

دیدار کا تو وعدہ محشر مین دیکھ کر کے
بیمار غم مین تیری تب تک تو کیا رہیگا

کیا ہے جو اوٹھ گیا ہے پر بستہ وفا ہے
قید حیات مین ہے تو میر آ رہیگا

جو یہ دل ہے کیا سر انجام ہوگا
تہ خاک بھی خاک آرام ہوگا

مرا جی تو آنکھو نین آیا یہ سنتے
کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا

ہوگا وہ دیکھا جسے کبک تو نے
وہ اک باغ کا سرو اندام ہوگا

نہ نکلا کر اتنا بھی بے پردہ گھر سے
بہت اسمین ظالم تو بدنام ہوگا

ہزارونکی یان لگ گئین چھت سے آنکھین
تو اے ماہ کس شب لب بام ہوگا

جگر چاکی ناکامی دنیا ہے آخر
نہین آتے جو میر کچھ کام ہوگا

خواب مین تو نظر جمال پڑا
پر مرے جی ہی کے جنجال پڑا

وہ نہانے لگا تو سایہ زلف
بحر مین تو کہے کہ جال پڑا

دکانین حسن کی آگے ترے تہ بہ تہ بڑھی ہونگی
جو تو بازار مین ہوگا تو یوسف کب بکا ہوگا

معیشت ہم فقیرونکی سی اخوان زمان سے کر
کوئی گالی بہی دیوے تو کہہ بہلا بہائی بہلا ہوگا

خیال اس بیوفا کا ہمنشین اتنا نہین اچھا
گمان کتنے تہے ہم بہی یہ کہ ہم سے آشنا ہوگا

قیامت کرکے اب تعبیر جسکو کرتی ہے خلقت
وہ اُس کوچہ مین یک آشوب تہا شاید ہوا ہوگا

عجب کیا ہی ہلاک عشق مین فرہاد و مجنونکے
محبت روگ ہے کوئی کہ کم اُس سے جیا ہوگا

نہو کیون غیرت گلزار وہ کوچہ خدا جانے
لہو اُس خاک پر کن کن عزیزونکا گرا ہوگا

بہت ہمسائی اس گلشن کی زنجیری رہا ہون مین
کبہو تمنے بہی میر اُس شور نالونکا سنا ہوگا

نہین جز عرش جاگہ یہان لینے کو دم جسکی
قفس سے تن کے مرغ روح میر اسکا رہا ہوگا

کہین جین میر کو مارا گیا شب اوسکے کوچہ مین
کہین وحشت مین شاید بیٹھے بیٹھے اوٹھ گیا ہوگا

یہان نام یار کس کا ورد زبان نپایا
پہر مطلقا کہین ہم اُسکا نشان نپایا

وضع کشیدہ اُسکی رکھتی ہے داغ سب کو
یہو نا کسو سے ہم وہ ابرو کمان نپایا

پایا نہ یون کہ کرئے اوسکی طرف اشارہ
یون تو جہان مین ہمنے اوسکو کہان نپایا

یہ دل کہ خون ہوکے بہ جاتا تہا وگرنہ
وہ کونسی جگہ تہی اوسکو جہان نپایا

ہفتے کر گرچہ باعث آفاق مین وہی تہے
لیکن کمر کو اوسکی ہم درمیان نپایا

| | |
|---|---|
| دشمن نہ کہو ورنہ سجے میرے سامنے جو ہو | تلوار کے تڑکے مرے کیجو حوالا |
| ناموس مجھ صافی طینت کی ہو ورنہ | رستم نے مرے تیغ کا حملہ نہ سنبھالا |

بیٹھے ہو نہ جگے دیدۂ پرخشم سے وہ میر
میرے ہی نصیبوں نہیں تھا یہ زہر کا پیالا

| | |
|---|---|
| پل میں جہان کو دیکھتے میرے ڈبو چکا | اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا |
| افسوس میرے مردے پہ آتا نہ کر اب | تھا نا بیان ہی ساہی جو ہونا تھا ہو چکا |
| لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں | آنکھیں اگر یہی ہیں تو پھر نیند سو چکا |
| یک چشمک پیالہ ہے ساقی بہار عمر | جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا |
| ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی | اس سرزمیں میں تخم محبت میں بو چکا |
| پایا نہ دل بہایا ہوا سیل اشک کا | میں پنجۂ مژہ سے سمندر بلو چکا |

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسمان
دے جام خون میر کو گر منہ وہ دھو چکا

| | |
|---|---|
| دیر و حرم سے گذرے اب دل ہے گھر ہمارا | ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا |
| پلکوں سے تیرے ہم کو کیا چشم داشت یہ تھی | ان برچھیوں نے باندھا باہم جگر ہمارا |
| دنیا و دیں کے جانب میلان ہو تو کہیے | کیا جانیے کہ اس بن دل ہے کدھر ہمارا |

ایسی ہیبت بے مہر سے ملتا ہے کوئی
دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل جو زیر غبار اکثر تھا
کچھ مزاج ان دنوں مکدر تھا

سر پہ تکیہ کیا تو تھا لیکن
رات دن ہم تھے اور بستر تھا

سرسری تم جہان سے گذرے
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم
یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بعد ایک عمر جو ہوا معلوم
دل اوس آئینہ رو کا پتھر تھا

بار سجدہ ادا کیا تہ تیغ
کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا

کیوں نہ ابر سیہ سفید ہوا
جب تلک عہد دیدۂ تر تھا

اب خرابا ہوا جہان آباد
ورنہ ہر یک قدم پہ یاں گھر تھا

## قطعہ

بے زری کا نہ کر گلہ غافل
رہ تسلی کہ یوں مقدر تھا

اتنے منعم جہان میں گذرے
وقت رحلت کے کس کنے زر تھا

صاحب جاہ و شوکت و اقبال
اک ازانجملہ اب سکندر تھا

تھی یہ سب کائنات زیر نگین
ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا

۴۲

دھوپ مین جلتی ہین غریب الوطنی کی لاشین
تیرے کوچے مین مگر سایۂ دیوار نہ تھا

صد گلستان تہ یک بال تھی وسکی جھپک
طائر جان قفس تن کا گرفتار نہ تھا

تیغ سمجھا ہو نہ وہ قاتل نادان ورنہ
بے گنہ مارنے قابل یہ گنہگار نہ تھا

عشق کا جذبہ ہوا باعث سودا ورنہ
یوسف مصر زلیخا کا خریدار نہ تھا

نرم تر موم سے بھی ہم کو کئی دیتی قضا
سنگ چھاتی کا تیرے دل مین درکار نہ تھا

رات حیران ہون کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی میر
درد پنہان تھے بہت پر لب اظہار نہ تھا

جی اپنا مین تیرے لیے خوار ہو دیا
آخر کو جستجو نے تری مجھ کو کھو دیا

بیطاقتی سکون نہین کھتی ہو نشین
رشتے نے ہر گھڑی کے مجھے توڑ توڑ دیا

ای ابر اس چمن مین نہ ہوگا گل امید
یان تخم یاس اشک مین ہم نے بھگو دیا

پوچھا جو مین نے درد محبت سے میر کو
رکھ ہاتھ اون نے دل پہ تک ایک اپنے رو دیا

خط نمو آئے جا مان خوبی جہان دیگا
ناچار عاشقون کو رخصت یہان دیگا

سارے رئیس اعضا ہین معرض تلف مین
یہ عشق بیجا باکس کو امان دیگا

پاسے پر آبلے سے مین گم شدہ گیا ہون
ہر خار بادیہ کا میرا نشان دیگا

مرا رنگ اوڑ گیا جسوقت سنا تیرے آنے کا
مرا وعدہ ہی نہ پہونچا تیرے آنیکے وعدے تک

بغل سے گر پڑا مینا و ساغر جو رہو چھوٹا
ہوا مین ہوش سے بیجا رہا اوس شوخ کو چھوٹا

کف جانان سے کیا امکان ہائی پہیر کوئی ہو
اچنبھا ہی جو اوسکے ہاتھ سے رنگ حنا چھوٹا

برقع اوٹھا تمہارے رخ سے غرسے بدگمانکا
دیکھا تو اور رنگ ہو سارے جہان کا

مت ماینو کہ ہوگا یہ بہیہ داخل دین
گر تو وہ شیخ ہین کے جامہ قرآن کا

خوبی کو اوسکے چہرے کی کیا پہونچے آفتاب
ہو ہمین اوس مین فرق زمین آسمان کا

آبلہ ہو وہ جو ہو وی خریدار گل رخان
اس عشق مین صریح ہو نقصان جان کا

سمجھا ور لگاتے ہین جو رقیب اوسکے روبرو
دشمن ہین میری جان کے یہ جی ہے زبان کا

تسکین اوسکی تب ہوئی جب مجھ چپ لگی
مت پوچھ کچھ سلوک مری بد زبان کا

قطعہ

یان بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول
گلگشت سرسری نہیں اس گلستان کا

گل یادگار چہرۂ خوبان ہے بے خبر
مرغ چمن نشان ہے کسو خوش زبان کا

تو پر سو نہیں سکے ہے طولانی مین میرے
یان کچھ کا کچھ ہے حال ابھی اوس جوان کا

قطعہ

ہو گیا دل مرا تبرک جب — درد نے قطعہ پیام کیا
دلی کے کج کلاہ لڑکون نے — کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہین آتا — ٹوپی والون نے قتل عام کیا

عشق خوبان کو میر مین اپنا
قبلہ و کعبہ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا — ہون دوانہ ترے سگ کو کا
شعلہ آہ جون تون اب مجکو — فکر ہے اپنے ہر بن مو کا
ہو مے یار کے مسون کا رشک — کشتہ ہون سبزہ لب جو کا
بوسہ دینا مجھے نہ کر موقوف — ہے وظیفہ یہی دعا گو کا
شور قلقل کی ہوتی تھی مانع — ریش قاضی پہ رات مین تھوکا
عطر آگین ہے باد صبح مگر — کھل گیا پیچ زلف خوشبو کا
ایک دو ہو تو سحر چشم کہون — کارخانہ ہے وان تو جادو کا

قطعہ

میر ہر چند مین نے چاہا لیک — نہ چھپا عشق طفل بد خو کا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تُوان — دل سے اِک داغ ہی جدا نہوا

ظلم و جور و جفا ستم بیداد — عشق مین تیرے ہم پہ کیا نہوا

ہم تو ناکام ہی جہان مین رہے — یان کبھی اپنا مدعا نہوا

میر افسوس وہ کہ جو کوئی
اوسکے دروازے کا گدا نہوا

یار عجب طرح نگہ کر گیا — دیکھنا وہ دل مین جگہ کر گیا

تنگ قبائی کا سماں یار کی — پیرہن غنچہ کو تہ کر گیا

جاتا ہوا اس بزم سے آیا تو کیا — کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا

وصف خط و خال مین خوبان کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا — اس باد نے ہمین تو دیا سا بجھا دیا

سمجھی نہ باد صبح کہ آ کر اوٹھا دیا — اس فتنۂ زمانے کو ناحق جگا دیا

پوشیدہ راز عشق چلا جائے تھا سو آج — بیطاقتی نے دل کی وہ پردہ اوٹھا دیا

اس موج خیز دہر مین ہم کو قضا نے آہ — پانی کے بلبلے کیطرح سے مٹا دیا

تھی آگ اوسکی تیغ کی ہم کو سو عشق نے — دونون کو معرکے مین گلے سے ملا دیا

ردیف باے موحدہ

۴۹

پر روز تو نہیں منھ چھپا کے پوچھا
اب ہوئیگی میر کس قدر رات

| | |
|---|---|
| چھپتا ہو نہیں ہو جسے آزار محبت | مایوس ہو نہیں بھی کہ ہون بیمار محبت |
| امکان نہیں جیتے جی ہو قید سے آزاد | مر جائیے تبھی چھوٹے گرفتار محبت |
| تقصیر نہ خوبان کی نہ جلاد کا کچھ جرم | تھا دشمن جانی مرا اقرار محبت |
| ہر جنس کے خوبان ملے بازار جہان مین | لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت |
| اس راز کو رکھ جی ہی مین تا جی بچے تیرا | زنہار جو کرتا ہے تو اظہار محبت |
| ہر نقش قدم تیرے سر رہ ہے ہین عاشق | ٹک سیر تو کر آج تو بازار محبت |
| کچھ مست ہین ہم دیدۂ پر خون جگر سے | آیا یہی ہے ساغر سرشار محبت |
| بیکار مرہ عشق مین تو رونے سے ہرگز | یہ گریہ ہی ہے آب رخ کار محبت |

مجھ سا ہی ہو مجنون سر یک بانی ہے غافل
ہرگز نہیں اے میر سزاوار محبت

| | |
|---|---|
| جبھین ہے یاد رخ و زلف سیہ فام بہت | رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت |
| دست صیاد تلک بھی نہ مین پہنچا جیتا | بیقراری نے لیا مجھکو تہ دام بہت |
| ایک دو چشمک ادھر گردش ساغر کہ مدام | سر چڑھی رہتی ہے یہ گردش ایام بہت |

واشد ہوئی دلکو فقیرونکے بھی ملے
کھلتی نہین گرہ یہ کسو کی دعا سے آج

جیتے ہین اختیار نہین ورنہ ہمنشین
ہم چاہتے ہین موت تو اپنی آج

ساقی ٹک ایک موسم گل کیطرف تو دیکھ
ٹپکا پڑے ہی رنگ چمن مین ہوا سے آج

تھا جی مین اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر کچھ کہا گیا نہ غم دل حیا سے آج

## ردیف جیم فارسی

کانش اٹھین ہم بھی گنہگارونکے بیچ
ہون جو رحمت کی سزاوارونکے بیچ

جی سدا ان ابروون ہی مین رہا
کی بسر ہم عمر تلوارون کے بیچ

چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر
منہ نظر آتا ہے دیوارونکے بیچ

ہین عناصر کی یہ صورت بازیان
شعبدے کیا کیا ہین ان چارونکے بیچ

جب سے نکلا ہے تو یہ جنس حسن
پڑ گئی ہے دھوم بازارونکے بیچ

عاشقی و بیکسی و رفتگی
جی رہا کب ایسے آزارونکے بیچ

جو سرشک اوس ماہ بن جھمکے ہے شب
وہ چمک کاہیکو ہے تارونکے بیچ

اوسکے آتشناک رخسارون بغیر
لوٹیے یون کبتک انگارونکے بیچ

بیٹھنا غیرون مین کب ہے ننگ یار
پھول گل بھاتی ہین خارونکے بیچ

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد – آخرِ کار کیا کہا قاصد

کوئی پہونچا نہ خط مرا اُس تک – میرے طالع ہین نارسا قاصد

سرنوشت زبون سے زرہو خاک – راہ کھوئی نکر تو جا قاصد

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین – یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

یہ تورونا ہمیشہ ہے مجھکو – پھر کبھو پھر کبھو بھلا قاصد

اب غرض خامشی ہی بہتر ہے – کیا کہون تجھسے ماجرا قاصد

شب کتابت کے وقت گریے مین – جو لکھا خط سو بہ گیا قاصد

کہنہ قصہ لکھا کرون تا کے – بھیجا کبتک کرون نیا قاصد

ہے طلسمات اوسکا کوچہ تو – جو گیا سو وہین رہا قاصد

باد پرے برات جسکا جواب – اوسکو گذرے ہین سالہا قاصد

نامہ میر کو اُڑا تا ہے – کاغذِ باد گر گیا قاصد

ہون رہگذر مین تیرے ہر نقش پا ہی شاہد – اوڑتی ہی خاک میری بادِ صبا ہی شاہد

طوف حرم مین بھی بھولا نہ تجھکو ای بت – آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہی شاہد

شرمندہ اجابت باطن مرا نہین ہے – وقتِ سحر ہے شاہد دستِ دعا ہی شاہد

موند آنکھین سفر عدم کا کر — بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد

فکر تعمیر مین نہ رہ منعم — زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہین — کس خرابے مین ہم ہوے آباد

سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد — نہ سنوگے یہ نالہ و فریاد

لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم — خاک کس دل جلے کی دی برباد

بھولا جاہے غم بتان مین جی — غرض آتا ہے پھر خدا ہی یاد

ترے قید قفس کا کیا شکوہ — نالے اپنے سے اپنی سی فریاد

ہر طرف ہین اسیر ہم آواز — باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

ہم کو مرنا یہ ہے کہ کب ہو کہین — اپنی قید حیات سے آزاد

ایسا وہ شوخ ہے کہ اوٹھتی صبح — جانا سو جالے اوسکے ہے معتاد

نہین صورت پذیر نقش اوسکا — یون ہی تصدیع کھینچے ہے بہزاد

## قطعہ

خوب ہے خاک سی بزرگون کی — چاہنا تو مرے تئین امداد

نامراد ہوئی ہو جس پہ پروانہ — وہ جلاتا پھرے چراغ مراد

پر مروت کہان کی ہے اے میر — تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد

مین منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

نہو ہرزہ درا اتنا خموشی اے جرس بہتر — نہیں اس قافلے میں اہل دل ضبط نفس بہتر

ہوا ہی بھلا تھا سامنے اُس چشم گریاں کے — نظر آیا ابر تر آپ ہی نہ آویگا برس بہتر

سدا ہو خار خار باغباں گل کا جہاں مانع — سمجھ اے عندلیب اُس باغ سے کنج قفس بہتر

بڑا ہی امتحان لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کرے — شہادتگاہ میں یعنی سب اپنی بلہوس بہتر

سیہ کر دو لگا گلشن دو دلے باغبان بھی — جلا آتش میں میر آشیانے کے خار و خس بہتر

کیا داغ تو نے رشک باغ ای صد آفرین الفت — یہ سینہ ہم کو بھی ایسا ہی تھا درکار بس بہتر

قدم تیرے چھوئے نہو جبتلک ٹوٹے ہاتھ ہی سر سے — مرے حق میں نہ ہونا ہی تھا یا تا ترک دسترس بہتر

عبث پوچھے ہے تجھسے میر میں صحرا کو جاتا ہوں
خرابی ہے یہ دل نے کہا ہے جو تو نے تو بس بہتر

آشوب دیکھ چشم تری سر رہے ہیں جوڑ — پلکوں کے صف کے بھڑ گئیں منہ کو موڑ موڑ

لاکھوں جتن کئے نہوا ضبط گریہ لیک — سنتے ہی نام آنکھ سے آنسو گرے کروڑ

زخم دروں سے میرے نہ تک بیخبر رہو — اب ضبط گریہ تیغ ادھر ہی کو سب نچوڑ

گرمی سے رنگگال کی پروا ہے کیا ہمیں — برسوں رہی ہے جان کے رکنے کی یاں مروڑ

٥٧

گداز عاشقی کا میر کے شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

کر رحم ٹک کب تک ستم مجھ پر جفا کار اسقدر
ایک سینہ خنجر سیکڑوں دن کھیان آزار اسقدر

بھاگو مری صورت سے وہ عاشق ہین اسکی شکل پر
ہین اسکو خواہان یان تلک بھی مجھ سے بیزار اسقدر

منزل پہونچنا اسطرف تقصیر ذہنی سکون
ہر یک قدم مین آبلے پھر راہ پر خار اسقدر

ہے جای ہول ہین ترے او رنگ ذہبے وفا
کر رحم ٹک بیتو ہر بت ہو دل آزار اسقدر

جز کشمکش ہووے تو کیا عالم سے ہم کو فائدہ
یہ ہر قضا ہے اک قفس ہم ہین گرفتار اسقدر

قطعہ

تغیر و تبدل گیری تری علیدو ہمسے بھاگنا
ہم پار یون عمر دے خوش ہو ہین غیار اسقدر

طاقت نہین ہے بات کی کہتا تھا نعرہ مار کے
کیا جانتا تھا میر ہو جاویگا بیمار اس قدر

قیامت تھا اُس خشمگین پر
کہ تلوارین چلین ابرو کی چین پر

نہ دیکھا آخر اُس آئینہ رو کو
نظر سے بھی نگاہ واپسین پر

گئے دن عجز و نالے کے کہ اب ہے
دماغ نالہ چرخ ہفتمین پر

ہوا ہے ہاتھ گلدستہ ہمارا
کہ داغ خون بہت ہے آستین پر

| | |
|---|---|
| ہر سحر ایک چلی تو ہے تو نسیم | اے سیہ مست ناز تک ہشیار |
| شاخ شانے بہزار نکلین گے | جو گیا اوسکی زلف کا اک تار |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| واجب القتل اسقدر تو ہون | کہ مجھے دیکھکر کہے ہے پکار |
| یہ تو آیا نہ سامنے میرے | لاؤ میرے میان سپر تلوار |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| آ زیارت کو قبر عاشق پر | اک طرحکا ہے یان بھی جوش بہار |
| نکلے ہو میری خاک سے نرگس | یعنے ابتک ہے حسرت دیدار |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| میر صاحب زمانہ نازک ہے | دونون ہاتھون سے تھامیۓ دستار |
| سہل سی زندگی پہ کام کے تئین | اپنے اوپر نہ کیجیے دشوار |
| چار دن کا ہے مجہلہ یہ سب | سب سے رکھیۓ سلوک ہے ناچار |
| کوئی ایسا گناہ اور نہین | یہ کہ کیجے ستم کسی پر یار |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| وان جہان خاک کے برابر ہے | قدر ہفت آسمان ظلم شعار |

تشت خاک اپنی جو پامال ہر بار پہ تجا | سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخر کار
چشم وا دیکھلے اس باغ مین کیجو نرگس | آنکھو نسے جاتی رہیگی یہ بہار آخر کار

اول کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخر کار

خط مین کیا ہے سمان پسینے پر | موتی گویا جڑے ہین سینے پر
کوئی ہوتا ہے دل طپش سے برا | ایکدم کے لہو نہ پینے پر
دلے میری شکستین الجھی ہین | سنگ باران ہے آب گینے پر
چاک سینے سے کھل گئے یان کے | کیا رفو کم ہوا ہے سینے پر

جور دلبر سے کیا ہون آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

ہم بھی پھرتے ہین یک حشم لیکر | دستۂ داغ و فوج غم لیکر
دست کش نالہ پیش رو گریہ | آہ چلتی ہے یان علم لیکر
مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے | یعنی آگے چلین گے دم لیکر
اسکے اوپر کہ دل سے تھا نزدیک | غم دوری چلے ہین ہم لیکر
بار ہا صید گہ سے اسکے گئے | داغ یاس آہوے حرم لیکر

چھپکے دکھا کے باعث ہنگامہ ہی رہے
پر گھر سے در پہ آئے نہ تم بات مان کر

کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتی رہینگے ہم
اچھا نہیں ہے آنہ ہمیں امتحان کر

کم گو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ ہنو گیا
اچھی نہیں یہ بات مت اتنی زبان کر

ہم وے ہیں جنکے خون سے تزی سب راہ ہے گل
مت کر خراب ہمکو تو اوروں میں بیان کر

تا کشتۂ وفا جانے مجھے تمام خلق
تربت پہ میری خون سے میرے نشان کر

ناز و عتاب و خشم کہا تنک اُٹھائیے
یارب کبھو تو ہم پہ اسے مہربان کر

افسانے ما و من کے تئیں میر کب تلک
چل اب سو وہیں منہ پہ دوپٹے تان کر

آزار دیکھے کیا کیا اُن پلکوں نے اٹک کر
جی لے گئے ہیں کانٹے دل میں کھٹک کھٹک کر

سرو و تدرو دونوں پھر تب میں آئے
گلزار میں چلا تھا وہ شوخ لٹک لٹک کر

کب آنکھ کھول دیکھا تیرے تئیں سرہانے
ناچار مر گئے ہم سر کو پٹک پٹک کر

حاصل بجز کدورت اس خاکدان سے کیا ہے
خوش وہ کہ اُٹھ گئے ہیں دامان جھٹک جھٹک کر

بہشت خاک یعنی ان ہی ہے روکش
ورنہ اُٹھائی کن نے اس سہانگی تک کر

دل کام چاہتا ہے اب وصل کے گیسوں سے
ون گئے ہیں کتنے برسوں اٹک اٹک کر

تک منہ سے اوسکے دی شب برقع سرک گیا تھا
جاتی رہی نظر سے مہتاب سی جھمک کر

مر گیا میں پہ ہے باقی ہیں آثار ہنوز
تر ہیں سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز

دل بھی پر داغ چمن ہے پر آئے گیا کب تجھے
جی سو جاتی ہی نہیں حسرت دیدار ہنوز

کہ گئی عمر ہوئے ابر بہاری کو سے لے
لہو برسا ہے ہیں دیدہ خونبار ہنوز

بد نہ لیجائیو پوچھوں ہوں تجھی سے ہی طبیب
یہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز

بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ
تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز

ایکدن بال فشان تک نہ ہوئے تھے خوش ہو کر
ہیں غم دل کی اسیری میں گرفتار ہنوز

کوئی تو آبلہ پا دشت جنون سے گذرا
ڈوبا ہی جای ہے لو ہو میں سر خار ہنوز

منتظر قتل کے وعدے کا ہوں اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز

اڑ گئے خاک ہو کتنے ہی تری کوچے سے
باز آتے نہیں پر سیر ہوادار ہنوز

قطعہ

ایک بھی زخم کی جا جسکے نہو تن پہ نہیں
کوئی دیتا ہے سنا دیسی کو آزار ہنوز

تک تو انصاف کرا ے دشمن جان عاشق
میان سے نکلی پڑے ہے تری تلوار ہنوز

قطعہ

پھر کو ضعف میں میں دیکھ کہا کچھ سے کہنے
ہو تجھے کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز

ابھی کدم میں زبان چلتی ہے ہجانی ہے
درد دل کیوں نہیں کرتا ہے تو اظہار ہنوز

ردیف سین

ردیف شین معجمہ

حیران ہون میر نزع مین اب کیا کرون بھلا
احوال دل بہت ہے مجھے فرصت اک نفس

کیونکہ نکلا جائے بحر غم سے مجھ بیدل کے پاس
آکے ڈوبی جاتی ہو کشتی مری ساحل کے پاس

ہو پریشان دشت مین کسکا غبار ناتوان
گرد کچھ گستاخ آتی ہو چلی محمل کے پاس

گرم ہوگا حشر کو ہنگامۂ دعوی بہت
کاشکے مجھکو نہ لیجا دین مری قاتل کے پاس

دو اسے جون ہو دل پر بلا ہو مضطرب
اسطرح تڑپا نہین جاتا کسو بسمل کے پاس

بوے خون آتی ہے باد صبحگاہی سے مجھے
نکلی ہو بیدرد شاید ہو کسی گھایل کے پاس

آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
اے ستمکش میر ظالم ہے جگر بھی دل کے پاس

مرگیا مین ملا نہ یار افسوس
ہاے افسوس صد ہزار افسوس

ہم تو ملتے تھے جب ہا ہا ہا
نرہا وہ بھی روزگار افسوس

یون گنواتا ہے دل کوئی مجھکو
یہی آتا ہے بار بار افسوس

قتل گر تو ہمین کریگا خوشی
یہ توقع تھی تجھسے یار افسوس

رخصت سیر باغ تک نہوئی
یون ہی جاتی رہی بہار افسوس

خوب بدعہد تو نہ مل لیکن
میرسے تیرے تھا یہ قرار افسوس

قطعہ

٦٥

قطعہ

شیخ ہو دشمن نہ رقاص — کیونکہ القاص لا یحب القاص

سالمیں یہ بہاری تجھسے کیا ری فیض — چشم نم دیدۂ عاشق کی سدا جاری فیض

سب آئینہ نمط رکھتے ہیں یاں اختلاط — ہوتی ہیں یہ لوگ بھی کتنے پریشاں اختلاط

تنگ آیا ہوں میں تنک تنک پوشی سے تیرے — اس تن نازک سے یہ جامے کو جیساں اختلاط

غیر مجھکو جو کہتے ہیں محفوظ — تجھسے ملتے ہیں سبہی ہیں محفوظ

سب ترے روشن ہو کہ شب مجلس میں جب آتی ہی شمع — ان سے ہوکے جو بیٹھا دیکھ جلجاتی ہی شمع

شیخ سچ خوب ہی بہشت کا باغ — جا پہنچنگے گرد وفا رہے گا داماغ

ہم اور تیرے گلے سے سفر دروغ در دروغ — آہ ماں دماغ ہمیں سقدر دروغ دروغ

تم اور سب سے محبت ہمیں خلاف خلاف — ہم اور الفت خوب گرد دروغ در دروغ

غلط غلط کہ رہیں تمسے ہم تنک غافل — تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ در دروغ

فروغ کچھ نہیں دعوی کو صبح صادق کے — شب فراق کو کب سحر دروغ در دروغ

کسو کے کہنے سے مت بدگماں ہو میرے تو
وہ اور اوسکو کسو پر نظر دروغ در دروغ

## ردیف فا

آجکل کا ہمکو بتلاتی ہو گستاخی معاف — راستی یہ ہے کہ حد ہی ہیں تمہاری سب خلاف

نہ بجھا گیا ابر کیا دیکھکر — ہوا تھا مری چشم تر کیطرف

ٹپکتا ہے پلکون سے خون متصل — نہین دیکھتے ہم جگر کیطرف

مناسب نہین حال عاشق سے صبر — رکھے ہے یہ دارو ضرر کیطرف

کسی منزل دلکش دہر مین — نہین میل خاطر سفر کیطرف

رگ جان کب آتی ہے آنکھو نہین میر

گئے ہین مزاج اس کمر کی طرف

## ردیف قاف

درد ہے جور ہے بلا ہے عشق — شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق

تو نہو وے تو نظم کل اٹھ جاے — سچے ہین شاعران خدا ہے عشق

## ردیف کاف تازی

بے چین مجھکو چاہتا ہر دم ہے زیر خاک — چھاتی پہ بعد مرگ بھی دل تھم ہے زیر خاک

آسودگی جو چاہی تو مرنے پہ دلکو رکھ — آشفتگی طبع بہت کم ہے زیر خاک

تنہا تو اپنی گور مین رہنے پہ بعد مرگ — مت اضطراب کر تو کہ عالم ہے زیر خاک

رو با تھا نزع مین مین اُسی یاد کر بہت — اب تک مری ہر ایک مژہ نم ہے زیر خاک

کیا آسمان پہ کھینچے کوئی میر آپ کو — جانا جہان سے سب کو مسلم ہے زیر خاک

ردیف میم

| | |
|---|---|
| شرط یہ ہے ہم ہیں گے کہ رو دینگے کل | صبحگہ اٹھتے ہی عالم کو ڈبو دینگے کل |
| آج آوارہ ہوئے بال سیران قفس | بے گل و باغ و خیابان نہو دینگے کل |

وعدۂ وصل رہا ہے شب آئندہ پہ میر
بخت خوابیدہ جو ٹک جاگتے سو دینگے کل

| | |
|---|---|
| مندا ہے اختلاط کا بازار آج کل | لگتا نہیں ہے دل کا خریدار آجکل |
| اس مہلت دو روزہ میں خطرہ ہزار ہیں | اچھا ہو رہ سکو جو خبردار آجکل |
| او باشوں ہیکی گھر تجھے پائی لگے ہیں روز | مارا پڑے گا کوئی طلبگار آجکل |
| ملنے کی رات داخل ایام کیا نہیں | برسوں ہوئے گمان نہیں یار آجکل |
| گلزار ہو رہی ہو مرے دم سے کوئی بار | ایک ٹک پڑے ہی دیدۂ خونبار آجکل |
| تاشام اپنا کام کھینچے کیونکہ دیکھیے | پڑتی نہیں ہے جیکو جفا کار آجکل |
| کعبے تلک تو سنتے ہیں ویرانہ و خراب | آباد ہے سو خانہ خمار آجکل |
| ٹھوکر دلوں کو لگتی گلے ہے خرام میں | لاویگی اک بلا تری رفتار آجکل |
| ایسا ہی مغبچوں میں جو آتا ہے شیخ جی | تو چار ہو ہیں جبہ و دستار آجکل |
| حیران ہیں حال کی تدبیر میں نہیں | ہر اک کو شہر میں ہے یہ آزار آجکل |
| اچھا نہیں ہے میر کا احوال اندنوں | غالب کہ ہو چکے گا یہ بیمار آجکل |

کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر
جہان مین کر گئے رسم وفا ہم

تعارف کیا رہا اہل چمن سے
ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

ہوا جسکے لیے اوسکو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

اگر راہ مین اوسکے رکھا ہے گام
گئے گذرے خضر علیہ السلام

دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی
سخن یان ہوا ختم حاصل کلام

مجھے دیکھ منھ پر پریشان کی زلف
غرض یہ کہ جاتو ہوئی اب تو شام

سحر شام سے رہتی ہین کاہشین
ہمین شوق اُس ماہ کا ہے تمام

**قطعہ**

قیامت ہی یان چشم و دل سے رہی
چلے بس تو وان جاکے کریے قیام

نہ دیکھے جہان کوئی آنکھون کی اور
نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام

جہان میر زیر و زبر ہوگیا
خرامان ہوا تھا وہ محشر تمام

اگرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
لیک لگ چلنے مین بلا ہین ہم

کام کیا آتے ہینگے معلومات
یہ تو سمجھے ہے نہ کہ کیا ہین ہم

## ردیف نون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہیں
ایک مدت سے وہ مزاج نہیں

زر داگر یہ ہے تو نے مجھے بس ہے
اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں

ہمنے اپنی سی کی بہت لیکن
مرض عشق کا علاج نہیں

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہیں رواج نہیں

وحشت میں ہوں بلا گر وادی پہ اپنی آؤں
مجنوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں

ہنسکر کبھو بلایا تو برسوں تک رلایا
اسکی ستم ظریفی کسکے تئیں دکھاؤں

فریادی ہوں تو ٹپکے لوہو مری زبان سے
نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں

پوچھو نہ دلکے غم کو ایسا نہووے یاران
مانند روضہ خوان مجلس کو سب رلاؤں

یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغان سے میرے
اے بخت خفتہ کبتک تیرے تئیں جگاؤں

از خویش رفتہ ہردم فکر وصال میں ہوں
کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجھکو پاؤں

عریان تنی کی شوخی وحشت میں کیا بلا تھی
تہ گرد کی نہ بیٹھی تا تن کے تئیں چھپاؤں

اگلے خطوں نے میرے مطلق اثر نہ بخشا
قاصد کہے ہے اب کی جادو مگر چلاؤں

دل تفتگی نے مارا مجھکو کہاں ہے مژدہ دی
اک قطرہ آب میں ابر لگ کو جلاؤں

قطعه

| | |
|---|---|
| عیش و خوشی ہے شیب مین ہو گو یہ کہان | لذت جو ہی جوانی کی رنج و عتاب مین |
| دین عمر خضر موسم پیری مین تو نہ لے | مرنا ہی اس سے خوب ہی عہد شباب مین |

قطعه

| | |
|---|---|
| آنکلے تھے جو حضرت میر اس طرف کہین | مین نے کیا سوال یہ اونکی جناب مین |
| حضرت سنو تو مین بھی تعلق کرون کہین | فرمانے لاگے رو کے یہ اوسکی جواب مین |

تو جان ایک مجھسے بھی آئی جو کل تھے یان
ہین آج صرف خاک جہان خراب مین

| | |
|---|---|
| لے روی و زلف یار ہے جو نیسے کام یان | دامن ہے منہ پہ ابر نمط صبح و شام یان |
| آوازہ ہے جہان مین ہمارا سنا کرو | عنقا کے طور زیست ہے اپنی بنام یان |
| وصف دہن سے اسکے نہ آگے قلم آگے | یعنی کیا ہے خامہ نے ختم کلام یان |
| غالب یہ ہے کہ موسم خط وان قریب ہے | آنے لگا ہے متصل اسکا پیام یان |
| مت کھا فریب عجز عزیزان حال کا | پنہان کیے ہین خاک مین یارون نے دام یان |
| کوئی ہوا نہ دست بسر شہر حسن مین | شاید نہین ہے رسم جواب سلام یان |
| ناکام رہنے ہی کا تمہین غم ہے آج میر | بہتون کے کام ہو گئے ہین کل تمام یان |

جو اُسکے ور کو جانا ملے تو ہم بھی ضعف | ہزار سجدے ہر اک کام سر براہ کرین
ہوا میکدہ یہ ہو تو فوت وقت ہی ظلم | نماز چھوڑ دین اب کوئی دن گناہ کرین
ہمیشہ کون تکلف ہے خوب و یون کا | گذار ناز سے ادھر بھی گاہ گاہ کرین
اگر وہ تھینگے اسی حال سے تو کہیو تو | جو روز حشر تجھی کو نہ عذر خواہ کرین
بڑی بلا ہین ستم کشتہ محبت ہم | جو تیغ برسے تو سر کو نہ کچھ پناہ کرین

اگرچہ سہل ہین پر دیدنی ہین ہم بھی میر
ادھر کو یار تامل سے گر نگاہ کرین

راضی ہون گو کہ بعد از صد سال و ماہ دیکھون | اکثر نہین تو تجھکو مین گاہ گاہ دیکھون
جی انتظار کش ہے آنکھو نہین ہے در پر | آجا نظر کہ کبتک مین تیری راہ دیکھون
آنکھین جو کھل رہی ہین مرنیکے بعد میری | حسرت یہ تھی کہ اُسکو مین اک نگاہ دیکھون
یہ لوح جا یہی جسمین دیکھا تھا تجھکو بستے | کن آنکھون سے اب اُجڑا اس گھر کو آہ دیکھون
دیکھون تو چاند اب کا گذرے ہی مجھکو کیسا | دل ہی کہ تیرے منہ پر بے مہر ماہ دیکھون
چشم و دل و جگر یہ سارے ہوئے پریشان | کس کس کی تیرے غم مین حالت تباہ دیکھون
آنکھین تو تونے دی ہین ای جرم بخش عالم | کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھون

قطعہ

| | |
|---|---|
| کہاں کے شمع و پروانے گئے مر | بہت آتش بجاں تھے اس چمن میں |
| کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں | ہمیں ہیں شیفتہ یاروں کے سخن میں |

گذار عشق میں یہ بھی گیا میر
یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں

| | |
|---|---|
| جنکے لیے اپنی تو یوں جان نکلتی ہے | اس راہ میں وے جیسے انجان نکلتے ہیں |
| کیا تیر ستم اسکے سینے میں بھی ٹوٹے تھے | جس زخم کو چیروں ہوں پیکان نکلتے ہیں |
| مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں | تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں |
| کسکا ہے قماش ایسا گودڑ بھرے ہیں سارے | دیکھو نہ جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں |

قطعہ

| | |
|---|---|
| گہ لوہو ٹپکتا ہے گہ لخت دل آنکھوں سے | یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہیں |
| کریے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمیں خواہش | اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں |

قطعہ

| | |
|---|---|
| جاگہ سے بھی جاتے ہو منھ سے بھی خشن ہو کر | وے حرف نہیں ہیں جو شایاں نکلتے ہیں |
| سو کاہے کو اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہے | برسوں میں کبھو ایدھر ہم آن نکلتے ہیں |

ان آئینہ رویوں کے کیا میر بھی عاشق ہیں

کچھ کچھ آنسو نکلا جو یہ کہتا تھا میں یہاں | آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہیں
سو کل ملا مجھے وہ بیابان کی سمت کو | جاتا تھا اضطراب زدہ سا ادھر کہیں
تک چل کے مین برنگ صبا اُس سے یہ کہا | کاہے خانمان خراب ابھی ہے گزر کہیں
آشفتہ جا بجا جو پھرے ہے تو وحشت مین | جاگہ نہین ہے شہر مین تجھکو مگر کہین
خون بستہ اپنی کھول مژہ پوچھنا بھی گر | رکھ ٹک تو اپنے حال کو مد نظر کہین
آسودگی سے جس کو کرتا ہے کون سوخت | جانی ہو نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہین
ہوتی ہے تیرے اشک مین غلطان کس طرف | یاقوت کیسے ٹکڑے ہین لخت جگر کہین
تا کے یہ دشت گردی کب تک یہ خستگی | اس زندگی سے کچھ تجھے حاصل بھی ہے کہین
کہنے لگا وہ ہو کے پر آشفتہ یک بیک | مسکن کرے ہے دہر مین مجھ سا بشر کہین
آوارہ گو نگا تنگ ہون مت نا نصیحتین | مت کہیو ایسی بات تو بار دگر کہین
تعیین جا کو بھول گیا ہون پہ ہے یہ یاد | کہتا تھا ایک روز یہ اہل نظر کہین
بیٹھے اگرچہ نقش نزا تو بھی دل اٹھا | کرتا ہے جا باش کوئی رہگذر کہین

کہتے ہی آئے لے گئے سر پر خیال میر
ایسے گئے کہ کچھ نہین اُنکا اثر کہین

اب کچھ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہین | یعنی تمھاری ہمسے وہ آنکھین نہین ہین

ننگ کر اسے اے فکر روزگار کہ مین
دل اس ستم کے لیے سعار لایا ہون

پھر اختیار ہے آگے ترا یہ ہے مجبور
کہ دل کو تجھ سے نہین بے اختیار لایا ہون

یہ بھی جو میر گلے کا ہے ہار تو ہی لے
ترے گلے کے لیے مین یہ ہار لایا ہون

جلا نہ او تھگے وہین چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اسکی گلی سے پکار لایا ہون

جفائین دیکھ لیان بیوفائیان دیکھین
بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین

تری گلی سے سدا اے کشندہ عالم
ہزارون آتی ہوئے چار پائیان دیکھین

گیا نظر سے جو وہ گرم طفل آتش باز
ہم اپنے چہرہ پہ اوڑتی ہوائیان دیکھین

ترے وصال کے ہم شوق مین ہو آوارہ
عزیز دوست سبھونکی جدائیان دیکھین

ہمیشہ مائل آئینہ ہے تجھے پایا
جو دیکھین ہمنے بھی تو خود نمائیان دیکھین

شہان کہ کحل جواہر تھی خاک پا جنکے
اونہین کی آنکھون مین پھرتی سلائیان دیکھین

بنی نہ اپنی تو اوس جنگجو سے ہرگز میر
لڑائین جیسے ہم آنکھین لڑائیان دیکھین

خوش قدان جب سوار ہوتے ہین
سرو قمری شکار ہوتے ہین

تیرے بالون کے وصف مین میرے
شعر سب پیچدار ہوتے ہین

ریزۂ الماس تا مشت نمک ہے کیا برا
جو میں اپنی ایسی زخم سینہ کو مرہم کرون

گرچہ کس گنتی میں ہون پر ایکدم مجھ تک تو آ
یا ادھر ہون یا ادھر کبتک ردم کرون

بس بہت رسوا ہوا میں اب نہیں مقدور کچھ
وہ طرح ڈھونڈھون کہ جسمین ربط تجھسے کم کرون

گو دھوان اوٹھنے لگا دل سے مرے پر پیچ و تاب
میر اس پہ قطع ربط خم در خم کرون

کیا مین نے رو کر فشار گریبان
رگ ابر تھا تار تار گریبان

کہین مست چالاک ناخن نہ لاگے
کہ سینہ ہے قرب جوار گریبان

نشان اشک خونی کی اڑتے چلے ہین
خزان ہو چلی ہے بہار گریبان

جنون تیری منت ہے مجھ پر کہ تو نے
نہ رکھا مرے سر پہ بار گریبان

زیارت کرون دل سے خستہ جگر کی
کہان ہوگی یارب مزار گریبان

کہین جا کے یہ دور دامن بھی جلدی
کہ آخر ہوا روزگار گریبان

پھرون میر عریان نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خار خار گریبان

بارہا وعدون کی راتین آئیان
طالعون نے صبح کر دکھلائیان

عشق مین ایذائین سب کی پائیان
رہ گئے آنسو تو آنکھین آئیان

گالی سواے مجھسے سخن مت کیا کرو
اچھی لگی ہیں مجکو تری بد زبانیاں

غیروں ہی کے سخن کیطرف گوش یار تھے
اس حرف ناشنو نے ہماری نہ مانیاں

یہ بیقراریاں نہ کبھو اُن نے دیکھیاں
جانکاہیاں ہماری بہت سی نہانیاں

مارا مجھے بھی ساتکے غیروں میں ان نے میر
کیا خاک میں ملائیں مری جانفشانیاں

تا پہونچے نہ خرقۂ طامات کے تئیں
حسن قبول کیا ہو مناجات کے تئیں

کیفیتیں اٹھی ہیں یہ کب خانقاہ میں
بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئیں

اور یہ حرام زادے خوبانی ہمنشین
ٹھوکر سے یاں اٹھاتے ہیں آفات کے تئیں

ہم جانتے ہیں یا کہ دل آشنا زدہ
کہیے سو کس سے عشق کے حالات کے تئیں

خوبی کو اُسکی ساعد سیمین کی دیکھکر
صورت گرون نے کھینچ رکھا ہات کے تئیں

اتنی بھی حرف ناشنوی غیر کے لیے
رکھ کان ٹک سنا بھی کرو بات کے تئیں

سید ہو یا چمار ہو اس جا وفا ہے شرط
کب عاشقی میں پوچھتے ہیں ذات کے تئیں

خو کے یہ سلوک ہم اب تیری دیکھکر
کرتے ہیں یاد پہلے ملاقات کے تئیں

آنکھوں نے میر صاحب و قبلہ ورم کیا
حضرت بکا کیا نہ کرو رات کے تئیں

| | |
|---|---|
| وے گنہگار ہمین ہین کہ جنھین کہتے ہین | عاشق زار چمن مرغ گرفتار چمن |
| خون ٹپکے ہے پڑا نوک سے ہر پلک کے ہنوز | کس ستمدیدہ کے مژگان ہین تہ خار چمن |
| باغبان ہمسے خشونت سے نہ پیش آیا کر | عاقبت نالہ کشان بھی تو ہین درکار چمن |
| کم نہین ہو دل پر داغ بھی اے مرغ اسیر | گل مین کیا ہو جو ہوا ہو تو طلبگار چمن |
| گل پہ ایسی تو پڑی اوس خزا مین کہ نسیم | سرد ہی ہو گئی وان گرمی بازار چمن |

کیا جز اٹھہرتی ہو دیکھیے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہو خوندار چمن

| | |
|---|---|
| بزم مین جو ترا ظہور نہین | شمع روشن کے منہ پہ نور نہین |
| کتنی باتین بنا کے لاؤن ایک | یاد رہتی تری حضور نہین |

قطعہ

| | |
|---|---|
| فکر مت کر ہمارے جینے کا | تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہین |
| پھر جیئنگے جو تجھ سا ہے جان بخش | ایسا جینا ہمین ضرور نہین |

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسئے و کوہ طور نہین

| | |
|---|---|
| دامن پہ ترے گرد کا کیوہ نکرا تو نہین | ہم دل جلو نکی خاک جہا نہین کہ عطر ہین |

| | |
|---|---|
| بُرا کہنا بھی میر خوش آنا اُسکو تو ورنہ | تسلی دل ناشاد ہوتا ایک گالی مین |
| مرے استاد کو فردوس مین اعلیٰ ہے جاگہ | پڑھایا کچھ نہ غیر از عشق مجھکو خرد سالیمین |
| نگاہ چشم پر چشم بتان پرمت نظر رکھنا | ملا ہے زہر دل اس شراب پرتگالی مین |
| شراب حسن ان سے یون دل لبریز رہتا ہے | بھرے ہین سنگریزے میرے اس مینا خالی مین |

خلاف آن اور خوبان کے سدا یہ جی مین رہتا ہو
یہی تو میر اک خوبی ہے معشوق خیالی مین

| | |
|---|---|
| آہ اور اشک ہے سدا ہی یہان | روز برسات کی ہوا ہے یہان |
| جس جگہ ہو نہ مین تفتہ سمجھ | کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہان |
| گو کدورت سے وہ نہ دیوے رو | آرسی کی طرح صفا ہے یہان |
| رند مفلس جگر مین آہ نہین | جان محزون ہو اور کیا ہے یہان |

قطعہ

| | |
|---|---|
| کیسے کیسے مکان ہین ستھرے | ایک زان جملہ کربلا ہے یہان |
| اک سسکتا ہے ایک مرتا ہے | ہر طرف ظلم ہو رہا ہے یہان |
| صد تمنا شہید ہین یک جا | سینہ کوبی ہے تعزیا ہے یہان |
| دیدنی ہے غرض یہ صحبت شوخ | روز و شب طرفہ ماجرا ہے یہان |

۹۳

کہانتک یہ تکلیف مالایطاق — ہوئین مدتون ناز برداریان
خط وکاکل و زلف و انداز نازنہ — ہوئین دام رہ صد گرفتاریان
کیا درد وغم نے مجھے ناامید — کہ مجنون کو لے ہی تھین بیماریان
تری ننیائی سے ہی حد ہوئی — بہت کی تھین دنیا مین ہم بیماریان

نہ بھائی ہماری تو قدرت نہین
کھنچین میر تجھے ہی بے خواریان

دن نہین رات نہین صبح نہین شام نہین — وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہین
مثل عنقا مجھے تم دور سے سنلو ورنہ — ننگ ہستی ہون مری جا بجز نام نہین
خطر راہ وفا بارک بہت دور کھینچا — عمر گذری کہ ہم نامہ و پیغام نہین
راز پوشی محبت کے تئین چاہیے ضبط — سو تو بیتابی دل بن مجھے آرام نہین

بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہی میر کہ اکدم تجھے آرام نہین

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین — اس چرخ نے کیان ہین ہم ہی بہت ادائین
دیکھا کہان وہ نسخہ اک روگ مین بسایا — جی بھر کبھی نہ پینا بہتیری کی دوائین
اک بلک گلی رہتا یان پوچھین کیا ہے — اس گلشن جہان مین ہین مختلف ہوائین

بیہوشی سی آئی ہے تجھے اُسکی گلی مین
گر ہو سکے اے میر تو اُس راہ نہ جاتو

خط لکھکے کوئی سادہ نہ اُسکو ملول ہو
ہمتو ہون بدگمان جو قاصد رسول ہو

جا ہو تو پھر کے کوئی اٹھا لو ہم بھی تھین
کیسے ہی بھاری ہو مر آگے تو پھول ہو

سرمہ جو نور بخشے ہے آنکھون کی خلق کی
شاید کی راہ یار کی ہے خاک دھول ہو

جاوین نثار ہونیکو ہم کس بساط پر
اک نیم جان رکھین ہین سو وہ جب قبول ہو

ہم ان تو نین لگ نہین بیٹھے ہین صبح شام
ورنہ دعا کرین تو جو چاہین حصول ہو

دل لیکو لونڈی دلی کی کب کا بچا گئی
اب انسے کہائی پی ہوئی شے کیا وصول ہو

ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحب قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
ہان کہو اعتماد ہے ہم کو

شوق ہی شوق ہے نہین معلوم
اُسے کیا دل نہاد ہے ہم کو

خط سے نکلے ہے بیوفائی حسن
اس قدر تو سواد ہے ہم کو

آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم
شوق حد سے زیاد ہے ہم کو

شیخ پیر مغان کی خدمت مین
دل ہے اک اعتقاد ہے ہم کو

کبتک گرہ رہیگی سینے دل کے مانند
اے اشک شوق یکدم رخسار پر دوان ہو

ہم دور ماندگان کی منزل سان گر اب
یا ہو صدا جرس کی یا گرد کاروان ہو

مسند نشین ہو گر عرصہ ہی تنگ اُس پر
آسودہ وہ کسو کا کیا خاک آستان ہو

تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمین پر
اے آہ صبحگاہی آشوب آسمان ہو

گر ذوق سیر ہو تو آوارہ اس چمن مین
مانند عندلیب گم کردہ آشیان ہو

یہ جان تو کبھو ایک آوارہ دست بردل
خاک چمن کے اوپر برگ خزان جہان ہو

کیا ہی حباب سان یان دیکھ اپنی آنکھون
گر پیرہن مین میرے میرا تجھے گمان ہو

از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہین ہم جو اس بن
کہتے ہین لوگ اکثر اسوقت تم کہان ہو

پتھر سے توڑ ڈالون آئینے کو ابھی مین
گر بیچ خوبصورت تیرا نہ درمیان ہو

اس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے
اتنک بھی نیمجان ہون گر قصد امتحان ہو

ہمسایہ اس چمن کے کتنے شکستہ پر ہین
اتنے پیے کہ شاید یان یاد گلستان ہو

میر اوسکو جان کر تو بے شبہہ بلیورہ پر
صحرا مین جو نمد مو بیٹھا کوئی جوان ہو

گرچہ کب بیٹھتے ہو پر دیکھو
آرزو ہے کہ تم ادھر دیکھو

عشق کیا کیا ہمین دکھاتا ہے
آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

| | |
|---|---|
| نزدیک تر ز سینے کے رکھ اپنے قلب کو | وہ دل ہی کیمیا ہے جو گرم گداز ہو |
| ہو فرق ہی مین خبر نہ کر از رے وصل | مل بیٹھے جو اسے تو شکوہ دراز ہو |
| جون تون کی اسکی چاہ کا پردا کیا ہے مین | اے چشم گریہ ناک نہ افشاے راز ہو |
| جون چشم بسملی نہ مندی آوے گی نظر | جو آنکھ میری خونی کے چہرے پہ باز ہو |

ہے یہ غیر عجز کچھ کچھ بیان نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

| | |
|---|---|
| نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہ ہو | پھر مر بھی جائیے تو کسو کو خبر نہ ہو |
| دل پر ہوا سو آہ کے صدمے سے ہو چکا | ڈرتا ہون یہ کہ اب کہین ٹکڑے جگر نہ ہو |
| ہم بھی سو پار جوش سے گذرے نہ عاقبت | آہ سحر مین میری کہان تک اثر نہ ہو |
| سمجھا ہون تیری آنکھ چھپانے سے خوش نگاہ | مد نظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہ ہو |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| کھینچے ہے دل کو زلف سے گاہے نگہ سے گاہ | حیران ہو دے کوئی تو اس طرز پر نہ ہو |
| سو دل سے بھی نہ کام چلے اسکے عشق مین | اک دل رکھو ہو مین تو کدھر ہو کدھر نہ ہو |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| جس راہ ہو کے آج مین پہونچا ہون تجھ تلک | کافر کا بھی گذر الٰہی ادھر نہ ہو |

| ساۓ گل میں لب جو پہ گلابی رکھو | ہاتھ میں جام کو لو آپ کو بدنام کرو |
|---|---|
| آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد میں | ایک تو صبح گلستاں میں بھی شام کرو |

رات تو ساری گئی ہنستے پریشاں گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

| کون کہتا ہے نہ غیروں پہ تم امداد کرو | ہم فراموش ہوؤں کو بھی کبھو یاد کرو |
|---|---|
| ہیں بیاں مجھسے وفا پیشہ نہ بیداد کرو | نہ کرو ایسا کہ پھر میرے تئیں یاد کرو |
| ایسے ہم پیشہ کہاں ہوتے ہیں اے غمزدگاں | مرگ مجنوں پہ کڑھو ماتم فرہاد کرو |
| اے اسیران تہ دام نہ تڑپو اتنا | تا نہ بدنام کہیں جنگل صیاد کرو |
| گو کہ حیرانی دیدار ہے آہ و سرشک | کوئی روشن کرو آنکھیں کوئی دلشاد کرو |
| کیا ہوا آ بھی تو بستی ہی کو بھولے ہو | آخر کار محبت کو ٹک اک یاد کرو |

اول عشق ہی میں میر جی تم رونے لگے
خاک ابھی منہ کو ملو نالہ و فریاد کرو

| دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیوں نہ ہو | آئینہ ہو تو قابل دیدار کیوں نہ ہو |
|---|---|
| عالم تمام اسکا گرفتار کیوں نہ ہو | وہ نازنیں ادا میں ہے عیار کیوں نہ ہو |
| استغنا تو جو کرے پیلی ہے سکت | عاشق کو فکر عاقبت کار کیوں نہ ہو |

صورت تو تری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے — ظاہر مین اب ہزار تو مستور کیون نہو

صافی شستگی سے ہر عرض سنگ تیرے — سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیون نہو

مجنون جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہین — آوارگی ہماری بھی مذکور کیون نہو

تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ — زخمی جو اوسکے ہاتھ کا ہو چور کیون نہو

خالی نہین غزل کوئی دیوان سے مرے — افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیون نہو

مجکو تو یہ قبول ہوا عشق ہین کہ میر — پاس اوسکے جب گیا تو کہا دور کیون نہو

ہر دم وہ شوخ دست بشمشیر کیون نہو — کچھ ہم نے کی ہے ایسی ہی تقصیر کیون نہو

اب تو جگر کو ہمنے بلا کا ہدف کیا — انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیون نہو

جاتا تو ہے کہین کو تو اے کاروان مصر — کنعان ہی کی طرف کو یہ شبگیر کیون نہو

حیران ہین اسقدر کہ اگر اب کی جائیے — پھر منہ ترا نہ دیکھیے تصویر کیون نہو

تو نے تو رفتہ رفتہ کیا ہم کو ننگ خلق — وحشت دلا کہان تئین زنجیر کیون نہو

جون گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہو نشان — غنچہ بھی کوئی خاطر دلگیر کیون نہو

ہووے ہزار وحشت اسے تو بھی یار ہے — اغیار تیرے ساتھ جو ہون میر کیون نہو

لب پہ شیون مژہ پہ خون نگہ مین ایک یاس
دن گیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب مت پوچھو

میر صاحب نئی یہ طرز ہوا سکی تو کہون
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچھو

فرصت نہین تنک بھی کہین اضطراب کو
کیا آفت آ گئی مرے اس دل کی تاب کو

میری بھی چشم تر کی کرامت ہے یہ سب
پھرتا تھا ورنہ ابر تو محتاج آب کو

گذری ہر شب خیال مین خوبان کے جاگتے
آنکھین لگنے کو ترسے ہین سون ہون خواب کو

خط آگیا پر اسکا تغافل نہ کم ہوا
قاصد مرا خراب پھرے ہے جواب کو

تو بین جب سے دیکھے ہین ساقی خمار کی
پیتا ہون رکھکے آنکھون پہ جام شراب کو

الٹو نقاب منہ پہ سے ظالم کہ شب ہوئی
شرمندہ سارے دن تو کیا آفتاب کو

کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب
سمجھاؤن کبتک اس دل خانہ خراب کو

کیا ہو اگر دنیا مین حاصل دولت بنا ہی بھی نہو
عشق کیسا جسمین اتنی وسہا ہی بھی نہو

لطف کیا آزردہ ہو کر آپ سے ملنے کی بیچ
ٹک تری جانب سے جبتک کچھ خواہی بھی نہو

چاہتا ہے جی کہ ہم تم ایک جا تنہا ملین
ناز بیجا بھی نہووے کم نگاہی بھی نہو

مجمع ترکان ہے کوئی دیکھیو جا کر کہین
جسکا مین کشتہ ہون انمین سپاہی بھی نہو

تیرے کوچے مین بکھیر عاشقون کے خار مژگان ہین
جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پاؤن آہستہ

ستے آگے نہین مینا تو اکثر صلح کرتا ہون
بھلا مین دو دن دو دریا تبسم کر تو آہستہ

تعجب ہے مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہین
سراپا دل کی صورت جسکی ہووے کیا وارستہ

تری گلگشت کے خاطر بنا ہے باغ داغون سے
ہر طاؤس سینہ ہے تمامی دست گلدستہ

بجا ہے گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
لکھے جو اس زمین مین میر یک مصرع برجستہ

ہم مین مجروح ماجرا ہے یہ
وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ

آگ تھے ابتدائے عشق مین ہم
اب جو ہین خاک انتہا ہے یہ

بود آدم نمود شبنم ہے
ایک دو دم مین پھر ہوا ہے یہ

شکر اسکی جفا کا ہو نہ سکا
دل سے اپنے ہمین گلا ہے یہ

شور سے اپنے حشر ہے پردہ
یون نہین جانتا کہ کیا ہے یہ

بس ہوا ناز ہو چکا اغماض
ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ

نعشین اٹھتی ہین آج یارونکی
آن بیٹھو تو خوش نما ہے یہ

دیکھ بے دم مجھے لگا کہنے
ہے تو مردہ سا پر بلا ہے یہ

مین تو چپ ہون وہ ہونٹھ چاٹتے ہین
کیا کہون ریجھنے کی جا ہے یہ

قطعہ

### قطعہ

نام ہین خستہ و آوارہ بدنام مری — ایک عالم نے غرض مجھکو کہا کیا کیا کچھ
طرفہ صحبت ہو کہ سنتا نہین تو ایک مری — واسطے تیرے سنا ہین نے سنا کیا کیا کچھ
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست — مر گیا ہین پہ مری جی مین رہا کیا کیا کچھ
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق — آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ
چشم نمناک و دل پر جگر صد پارہ — دولت عشق سے ہم پاس تھا کیا کیا کچھ
تجھکو کیا تو گزرنے سے زمانیکہ یان — خاک کن کن کی ہوئی صرف بتا کیا کیا کچھ

### قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق — مضطرب ہو کے ہین نے لکھا کیا کیا کچھ
پر کہون کیا قلم شوق کی اپنی تاثیر — ہر سر حرف پہ وہ رکھنے لگا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میر ہمین عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ — پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ
کل بے تکلفی ہین لطف اس بدن کا دیکھا — نکلا نہ پر قبا سے ہو گل ہمیں اٹ بپارہ
عاشق غیور جی دے اور اس طرف نہ دیکھے — وہ آنکھ جو چھپا دے تو تو بھی ٹک خفا رہ

| | |
|---|---|
| کیا کیا نہ رکھیں تم نے بچائیں | اچھا رچایا اے مہربان آہ |
| گذری ہے دیکھیں کیونکر ہماری | اس بیوفا سے نے رسم نے راہ |

قطعہ

| | |
|---|---|
| تھی خواہش دل رکھنا حمائل | گردن میں اسکے ہرگاہ و بیگاہ |
| اسپر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب | ہرگز نہ پہونچا یہ دست کوتاہ |

قطعہ

| | |
|---|---|
| ہے ماسوا کیا جو میر کہیے | آگاہ ساری اس سے ہیں آگاہ |
| جلوے ہیں اسکے شانیں ہیں اسکی | کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ |

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

| | |
|---|---|
| جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ | زمین میکدہ یکدست ہے گی آب زدہ |
| بنی ہے کیونکی ملی تو ہو یا ہیں سمجھیں | ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ |
| کرے ہو جسکو ملامت جہان وہ میں ہی ہون | اجل رسیدہ جفا دیدہ اضطراب زدہ |
| جدا ہو رخ سے ترے زلف ہیں کیون لپٹے | پناہ لیتے ہیں سایے کی آفتاب زدہ |

لگا نہ ایک بھی میر اسکی جبیت ابرو کو

بیکلی اُسکی نہ ظاہر تھی جو نواے بلبل
دم کش میر ہوئی اس گفتار کے ساتھ

کہتے ہین اڑ بھی گئے جل پر پروانہ
کچھو سنی سوختگان تم خبر پروانہ

سعی اتنی یہ ضروری ہو اٹھی بزم سلگ
اے جگر تفتگی بے اثر پروانہ

کس گنہ کا ہے پس از مرگ یہ عذر جانسوز
پانون پر شمع کے پاتے ہین سر پروانہ

آپڑا آگ مین اے شمع یہین سے تو سمجھ
کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دلسوزی سنی ہوگی میر
کسطرح شام ہوئی یان سحر پروانہ

## ردیف یای تحتانی

دلکو تسکین نہین اشک دمادم سے بھی
اس زمانہ مین گئی ہے برکت غم سے بھی

ہمنشین کیا کہون اس رشک مہ تابان بن
صبح عید اپنی ہے بدتر شب ماتم سے بھی

کاش اے جان المناک نکل جاوے تو
اب تو دیکھا نہین جاتا یہ ستم ہمسے بھی

آخر کار محبت مین نہ نکلا کچھ کام
سینہ چاک و دل پژمردہ مژدہ تمسے بھی

آہ غیرت تا چند کہون جی کی بات
عشق کا راز تو کہتے نہین محرم سے بھی

دوٹیے کوچے مین اے غیرت فردوس ترے
کام گذرے ہے مرا گریۂ آدم سے بھی

چھوٹتا کب ہے اسیر خوش زبان
جیتے جی اپنی رہائی ہوچکی

آگے ہو مسجد کے نکلے اوسکی راہ
شیخ سے اب پارسائی ہوچکی

درمیان ایسا نہین اب آئینہ
میرے اوسکے اب صفائی ہوچکی

ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے
اتنے ہی مین آشنائی ہوچکی

بیچ مین ہم ہین نہو تو لطف کیا
رحم کر اب بیوفائی ہوچکی

آج کچھ تھا بے جمعیت میر وان
کل لڑائی سے لڑائی ہوچکی

گلگشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے
آئے جو ہم چمن مین ہو کر اسیر آئے

فرصت مین یکنفس کے کیا درد دل سنو گے
آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے

دلی مین ابکی آکر اُن یاروان کو دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے

کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہے کسو پر
کل کر گئے عدم کو کلھرٹے نظر آئے

شکوہ نہین جو اسکو پروا نہو ہماری
دروازے جسکے ہمسے کتنے فقیر آئے

عمر دراز کیونکر مختار خضر ہے یان
ایک آدھ دن مین ہم تو جینے سے سیر آئے

نزدیک تھی قفس مین پرواز روح اپنی
غنچے ہو گلبنون پر جب ہم صفیر آئے

یون بیٹھے بیٹھے ناگہ کردن لگے ہلانے
سر شیخ جی کے گویا مجلس مین پیر آئے

۱۰۹

کہان یہ قامت دلکش کہان پاکیزگی ایسی
ملے ہین ہم بہت گلزار کے نازک نہالونسے

ہدف اُسکا ہوئی مدت ہوئی سینے کو پر اتباک
نکلتے ہو لخت دل مرا تیر فرنگی بھالونسے

ہوا پیرانہ سر عاشق ہوا از بہ مضحکہ سب کا
کہن سالی مین ملتا ہے کوئی بھی خرد سالونسے

رنگ گل کوئی کہتا ہے کوئی اسے میر مو اُسکو
کمر اس شوخ کی بندھتی نہین اُن خوش خیالونسے

گئے جی سے چھوتے بتون کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان
مرو یا جیو کوئی اوسکی بلا سے

کوئی ہم سے کھلتے ہین بند اس قبا کے
یہ عقدے کھلینگے کسو کی دعا سے

پشیمان تو ہستے ہوگا عدم مین
کہ غافل چلا شیخ لطف ہوا سے

نرکھی مری خاک بھی اس گلی مین
کدورت مجھے ہے نہایت صبا سے

جگر سوسے مژگان کھنچا جاے ہے کچھ
مگر دیدۂ تر ہین لو ہو کے پیاسے

اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے
تعصب تجھے ہے عجب ماسوا سے

طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجھا
ہوا درد عشق آہ دو نا دوا سے

تک اے مدعی چشم انصاف وا کر
کہ بیٹھے ہین یہ قافیے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت

شست تو کا اُسکے پانی جمع ہو کر منہ بنا | اور منہ دھونیکے چھینٹو نسے ستارے دیکھے

رہ گئے سوتے کے سوتے کاروان جاتا رہا
ہم تو میر اس دکے خوابیدہ ہین ہارے دیکھے

چشم آئینہ وار رو تھی کسو کی | نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
سحر پاے گل بیخودی ہمکو آئی | کہ اس شست ہیا ہین بو تھی کسو کی
پھر گشتہ جبتک رہا اس چمن مین | برنگ صبا جستجو تھی کسو کی
نہ ٹھہری تک اک جان برلب رسیدہ | ہمین مدعا گفتگو تھی کسو کی
جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو | کہ اُس تند سرکش مین خو تھی کسو کی
نہ تھے تجھسے نازک میانان گلشن | بہت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

ہم مرگ دشوار دی جان اُن نے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور ہمین کوئی فریبندہ لبھالے | آخر ہین تری آنکھون کے دیکھنے والے
سو ظلم اوٹھائے تو کبھو دور سے دیکھا | ہرگز نہ ہوا یہ کہ ہمین پاس بلا لے
اُس شوخ کی سر تیز پلک ہین کہ وہ کانٹا | گڑ جاے اگر آنکھ مین سر دل سے نکالے
عشق آنکھ ہے جو یار کو اپنے دم قتل | کرتے نہین غیرت سے خدا کے بھی حوالے

| | |
|---|---|
| جہان سے تو رخت اقامت کو باندھ | یہ منزل نہیں بے خبر راہ ہے |
| نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے | کہاں میں نے یہ کب کہ تو ماہ ہے |

یہ وہ کاروان گاہ دلکش ہے میر
کہ پھر یاں سے حسرت ہی ہمراہ ہے

| | |
|---|---|
| ڈھب ہیں تیرے سے باغ میں گل کے | بو گئی کچھ دماغ میں گل کے |
| جائے روغن دیا کرے ہے عشق | خون بلبل چراغ میں گل کے |
| دل تسلی نہیں صبا ورنہ | جلوہ سب ہیں گے داغ میں گل کے |
| اس حدیقے کے عیش پر مت جا | مے نہیں ہے ایاغ میں گل کے |

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزان بھی سراغ میں گل کے

| | |
|---|---|
| عشق میں بے خوف و خطر چاہیے | جان کے دینے کو جگر چاہیے |
| قابل آغوش ستمدیدگان | اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے |
| حال یہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے | اٹھتے پلک ایک پہر چاہیے |
| کم ہے شناسائے زر داغ دل | اسکے پرکھنے کو نظر چاہیے |
| عشق کے آثار ہیں اے بوالہوس | داغ بدل دست بسر چاہیے |

گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ
دل مین کوئی غم نہانی ہے

خاک تھی موج زن جہا نہین اول
ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے

ہم قفس زاد قید ہین ورنہ
تا چمن ایک پر فشانی ہے

اسکی شمشیر تیز ہے ہمدم
مر رہین گے جو زندگانی ہے

غم و رنج و الم نکویان پلے
سب تمھاری ہی مہربانی ہے

یاں ہوئے میر تم برابر خاک
واں وہی ناز و سرگرانی ہے

قیامت ہین یہ چسپان جامے والے
گلو نہین جنکے خاطر خرقے والے

وہ کالا چور ہے خالِ رُخِ یار
کہ سو آنکھوں مین دل ہو تو چرالے

نہین اٹھتا دلِ محزون کا ماتم
خدا ہی اِس مصیبت سے نکالے

کہانتک دور بیٹھے بیٹھے کہئے
کبھو تو پاس بھی ہمکو بلالے

دلا بازی نہ کر ان گیسوؤن سے
نہین آسان کھلانے سانپ کالے

طپش نے دل جگر کی مار ڈالا
بغل مین دشمن اپنے ہمنے پالے

مگر بوئے گل آئے کاش یکچند
ابھی زخمِ جگر سارے ہین آلے

کسے قیدِ قفس مین یادِ گل کی
پڑے ہین اب تو جینے ہی کے لالے

١١٣

| | |
|---|---|
| تازگی کو عشق میں کیا دل کھلے ہے بوالہوس | یان صعوبت کھینچنے کو جیسیں طاقت چاہیے |

تنگ مت ہو ابتداے عاشقی میں اسقدر
خیریت ہے میر صاحب دل سلامت چاہیے

| | |
|---|---|
| بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے | دکھلائی دے جہاں تک میدان ہو رہا ہے |
| اس منزل جہاں کے باشندے رفتنی ہیں | ہر ایک کے ہاں سفر کا سامان ہو رہا ہے |
| اچھا لگا ہے شاید آنکھوں میں یار اپنے | آئینہ دیکھکر کچھ حیران ہو رہا ہے |
| کل دیکھکر چمن میں مجھکو کھلا ہے جا ہے | یعنے ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے |
| حال زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو | سنتا نہ تھا کہ یہ صید بیجان ہو رہا ہے |
| ظالم ادھر کی سدھ لے جوں شمع صبحگاہے | ایک دو دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے |
| قربان گہ محبت وہ جا ہے جسمیں ہر ہو | دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے |

ہر شب گلی میں اوسکی روتے تو رہتے ہیں ہم تو
اک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہے

| | |
|---|---|
| آہ میری زبان پر آئی | یہ بلا آسمان پر آئی |
| عالم جان سے تو نہیں آیا | ایک آفت جہان پر آئی |
| پیری آفت ہے کچھہ نہ تھا گویا | یہ بلا جس جہان پر آئی |

جیتے ہیں جب تلک ہم آنکھیں بھی لگ رہی ہیں — دیکھیں تو جور خوبان کب تک رہ آرکھیں گے

اب چاند بھی لگا ہو تیرے سے جلوے کرنے — شب ہا ماہ چند سے تجھکو چھپا رکھینگے

مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کے مائل — ان آفتون سے دل ہم کیونکر بچا رکھینگے

دیوان میر صاحب ہر ایک کے بغل میں
دو چار شعر ان کے ہم بھی لکھا کرینگے

تجھسے دو چار ہوگا جو کوئی راہ جاتے — پھر عمر چاہیے گی یاں اسکو بحال آتے

گر دل کی بیقراری ہوتی یہی جواب ہے — تو ہم ستم رسیدہ کا ہیکو جینے پاتے

وہ دن گئے کہ اٹھکر جاتے تھے اس گلی میں — اب سعی چاہیے بالین سے سر اوٹھاتے

کب تھی ہمیں تمنا اے ضعف یہ کہ تڑپیں — پر زیر تیغ اسکی ہم ٹک تو سر ہلاتے

گر جانتے کہ یون ہی برباد جاینگے تو — کاہیکو خاک میں ہم اپنے تئین ملاتے

شاید کہ خون دلکا پہونچا ہے وقت آخر — تھم جاتے ہیں کچھ آنسو را تونکو آتے آتے

اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی — حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے

جی دینا دلکے ہی سے بہتر تھا صد مراتب — اے کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کوتہ اور قصہ ان کا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھکو سب سناتے

| | |
|---|---|
| عجز سے اب یار ہوا چاہیے | ملتجی ناچار ہوا چاہیے |
| جسکے تئیں ڈھونڈھتے ہوں سب ہیں | کس کے طلبگار ہوا چاہیے |
| تا کہ وہ ٹک آن کے پوچھے کبھو | اسلیے بیمار ہوا چاہیے |
| زلف کسی کی ہو کہ ہو خال خط | دل کو گرفتار ہوا چاہیے |
| تیغ بلند اُسکی ہوئی بوالہوس | مرنے کو طیار ہوا چاہیے |
| مصطبۂ بیخودی ہے یہ جہان | جلد خبردار ہوا چاہیے |
| مول ہے بازار کا ہستی کے یہ | دل کے خریدار ہوا چاہیے |
| کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی | سایۂ دیوار ہوا چاہیے |
| گرنہ تعلق کہ یہ منزل نہیں | آہ سبکبار ہوا چاہیے |

گو سفری اب نہیں ظاہر ہیں میر
عاقبت کار ہوا چاہیے

| | |
|---|---|
| یان سرکشان جو صاحب تاج و لوا ہوئے | پامال ہوگئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے |
| دیکھی نہ ایک چشمک گل بھی چمن میں آہ | ہم آخر بہار قفس سے رہا ہوئے |
| پچھتاوگے بہت ہوگئے ہم جہان سے | آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر جدا ہوئے |
| تجھ بن ملا نہ صحبت اہل چمن نہ تھا | گل وا ہوئے ہزار و لے ہم نہ وا ہوئے |

کہان ہین آدمی عالم مین پیدا — خدائی صدقے کی انسان پر سے

تفنگ اوسکی چلی آواز پر لیک
گئی ہے میر کولے کان پر سے

خوب ہی اے ابر یک شب آؤ باہم رویئے — پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم رویئے

وقت خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ دہر مین — خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم رویئے

شادی و غم مین جہانکی ایک سے دس کا ہے فرق — عید کے دن ہنسیئے تو دس دن محرم رویئے

دیکھا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانند ابر — ہر جگہ پر جیسین یون آباد ماتم رویئے

ہو جدا فردوس سے یعنی گلی سے یار کے — مدتون تک کھینچیئے غم مثل آدم رویئے

اب سے یون کریے مقرر تھیے جب کہسار — وادی مجنون پہ بھی اے ابر اک دم رویئے

عشق مین تقریب گریہ کو نہین درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا رکھیئے ماتم رویئے

بنلا نہین پھر تجھے اشتباہ ہے — دو دِ جگر سے میری یہ چھت سیاہ ہے

ابر و بہار و بادہ سبھو نین سے اتفاق — ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے

سرسے ایسی آنکھین تمھاری نہین لگین — احوال پر ہمارے تمھین کب نگاہ ہے

کس کسطرح سے ہاتھ نچاتا ہے وعظ مین — دیکھا جو شیخ شہر عجب دستگاہ ہے

گئے دست و پا گم جو بستر آگیا
وفا پیشہ مجلس سے اُس پا گئی

یکسو کشادہ روئی پر چین نہین جبین بھی
ہم چھوڑین مہر اُسکی کاش اُسکو ہووے کین بھی

آنسو تو تیرے دامن پونچھے ہے وقت گریہ
ہمنے نہ رکھی منہ پہ لے ابر آستین بھی

کرتا نہین عبث تو پارہ گلو فغان سے
گذری ہے یار دل کے اک نالۂ حزین بھی

ہون احتضار مین مین آئینہ دوستا آ
جاتا ہو ورنہ غافل پھر دم تو واپسین بھی

سینے سے تیر اُسکا جی کو تو لیستا نکلا
پر ساتھون سا تھا اُسکے نکلی ایک آفرین بھی

ہر شب تری گلی مین عالم کی جان جا ہے
آگے ہوا ہے اب تک ایسا ستم کہین بھی

شوخی جلوہ اُسکی تسکین کیونکی بخشے
آئینون مین ٹکے جو ہو کبھی پھر نہین بھی

گیسو سے کچھ نہین ہے سنبل کے آفت اُسکا
ہین برق خرمن گل رخسار آتشین بھی

تکلیف نالہ مت کر اے درد دل کہ ہوگے
رنجیدہ راہ چلتے آزردہ ہمنشین بھی

کس کس کا داغ دیکھین یارب غم بتا نمین
رخصت طلب ہو جان بھی ایمان و دین بھی

زیر فلک جہان تک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا یک قطعہ زمین بھی

گئی چھانون اُس تیغ کی سر سے جب کی
جلے دھوپ مین یان تلک ہم کہ بس کی

جوش دل سے ہم دیدہ گریان ہوئے
کتنے اکا شک ہوئے جمع کہ طوفان ہوئے

کیا چھپین شہر محبت مین تری خانہ خراب
گھر کے گھر لگے ہین اس بستی مین ویران ہوئے

کسنے لی رخصت پرواز پس از مرگ ستم
مشت پر باغ مین آتے ہین پریشان ہوئے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا ہے نے وے
ساقی ہم توبہ کے کرنیسے پشیمان ہوئے

دعوی خوش دہنی گرچہ اسے تھا لیکن
دیکھکر منھ کو ترے گل کے تئین کان ہوئے

جام خون بن نہین ملتا ہو ہمین صبح کو آب
جب سے اس چرخ سیہ کا سہ مہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نہ چاہا کہ پئین آب حیات
یون تو ہم میر اسی چشمے پہ بیجان ہوئے

خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی طاقت کی
نگاہ چشم ادھر تونے کی قیامت کی

انھو نہین جو کہ ترے محو سجدہ رہتے ہین
نہین ہے قدر ہزار دن برس کے طاعت کی

اٹھائی رنگ سمجھ تمنے بات کے کتنے
وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدت کی

رکھین امید رہائی اسیر کاکل و زلف
مری تو باتین ہین زنجیر حرف الفت کی

ہے کوئی خرابات چھوڑ مسجد مین
ہوا منائی اگر شیخ نے کرامت کی

سوال مین نے جو انجام زندگی سے کیا
قد خمیدہ نے سوئے زمین اشارت کی

نہ میر قدر کی اُس سنگدل انجیری کبھو

قطعہ

ان دونون نکلے ہے آغشتہ بخون راتون کو — دھن ہے نالی کو کسو دل پہ اثر کرینگی
عشق مین تیرے گذرتی نہین بن سر ٹپکے — صورت اک یہ ہی ہوا اب عمر بسر کرینگی

کاروانی ہے جہان عمر عزیز اپنی میر
رہ ہے در پیش سدا اسکو سفر کرینگی

لگھائے پتھر اور برا بھی کہا کئے — تجھ سے حقوق دوستی کے سب ادا کئے
کھینچی تھا آہ شعلہ فشان نے جگر سے سر — برسون تئین پڑے ہوئے جنگل جلا کئے
غنچے نے سارے طرز ہمارے ہی اخذ کئے — ہم جو چمن مین برسون گرفتہ رہا کئے
تدبیر عشق مین بھی نہ کرتے قصور یار — جو اس مرض مین ہوتے بھلے ہم دوا کئے
جون نے نہ تیری کشتی کے لب ریز فغان — ہرچند بند بند بھی اوسکے جدا کئے
کیا صرف دلنشین ہو مرا جیسے خط مدام — اغیار روسیاہ ترے منہ لگا کئے
پھر شام آشیانہ کبھو نکلے گلرخان — ہر صبح اسنے برسون تئین ہم ملا کئے
بے عیب ذات ہیگی خدا ہی کی اے بتان — تم لوگ خوبرو کیے پابے وفا کئے

اب خاک سی اوڑے ہے منہ اوپر دو گز میر
اس چشم گریہ ناک سے دریا بہا کئے

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے — اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

صناع ہین سب خوار ازانجملہ ہون مین بھی — ہی عیب بڑا اُسمین جسے کچھ ہنر آوے

### قطعہ

ای وہ کہ تو بیٹھا ہے سر راہ پہ زنہار — کہیو جو کبھو میر بلاکش ادھر آوے

مت دشت محبت مین قدم رکھ کہ خضر کو
ہر گام پہ اُس رہ مین سفر سے حذر آوے

کرون جو آہ زمین و زمان جل جاوے — سپہر نیلی کا یہ سائبان جل جاوے
دی آگ دلکو محبت نے جب سے جلتا ہون — مین جسطرح کسو کا خانمان جل جاوے
دوا پذیر نہین اے طبیب تپ غم کی — یہ نہین ٹک ہو تو استخوان جل جاوے
نہ آئے سوز جگر منھ پہ شمع سان یکبار — بیان کرنے سے آگے زبان جل جاوے
ہمارے نالے بھی آتش ہی ہین پرکالے — سنے تو بلبل نالان کی جان جل جاوے
ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندھے کوئی — خزا(ن) مین برق گرے آشیان جل جاوے
متاع سینہ سب آتش ہے فایدہ سب کا — خیال ہے یہ مبادا دکان جل جاوے
نہ پوچھ کچھ لب ترسا بچے کی کیفیت — کہون تو دختر رز کی دکان جل جاوے

نہ بول میر سے مظلوم عشق ہے وہ غریب
مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

اپنا شمار پوچھو تو مہربان وفا ہے
پر اسکے جیسے ہمیں کیا جانے کہ کیا ہے

بالین پہ میرے آکے ٹک دیکھ شوق دیدار
سارے بدن کا جی اب آنکھوں میں آرہا ہے

ہے اسکے رنگ کے مرگ کے گریۂ عشق میں تو
کرتے ہیں آہ جبتک تب تک ہی کچھ ہوا ہے

شکوہ ہے کچھ تو نیکا یہ بیگانگی سے میری
مژگان تر ہو گرنہ آنکھوں میں آشنا ہے

مت کر زمین دل میں تخم امید ضائع
بوٹا جو یان اوگا ہے سو اگتے ہی جلا ہے

شرمندہ ہو نہ بیٹھینگے خورشید و ماہ دونون
خوبی نے منہ کی تیرے ظالم قران کیا ہے

ای شمع بزم عاشق روشن ہو یہ کہ تجھ بن
آنکھوں میں میرے عالم تاریک ہو گیا ہے

جیتے ہی جی تلک ہیں سارے علاقے سو تو
عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہے

صد سحر و یک رقیمہ خط میر جی کا دیکھا
قاصد نہیں چلا ہے جادو ہے کر چلا ہے

الم سے یان نہیں میں مشق ناتوانی کی
کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے
جہان میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی

ملائی خوب مری تو نہیں خاک بسمل گاہ
یہ تھوڑی مہتین میں مجھ سخت جانی کی

ہنسنگ ہو نہیں مرے اختلاط سے پیری
قسم ہے اپنی مجھے اس گئی جوانی کی

چلا ہو کھینچے تصویر میرے بت کی آج
خدا کے واسطے صورت تو دیکھیو مانی کی

ہر اشک مرا ہے دُرِ شہوار سے بہتر | ہر لختِ جگر رشکِ عقیقِ یمنی ہے

پکڑی ہے نپٹ میر طپش اور جگر مین
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کروگے | پر ہم جو نہونگے تو بہت یاد کروگے
زنہار اگر خستہ دلان بیستون جاؤ | ٹک پاس ہنرمندی فرہاد کروگے
غیرون پہ اگر کھینچوگے شمشیر تو خوبان | اک اور مری جان پہ بیداد کروگے

## قطعہ

جاگہ نہین یان دیکھئے جس پر نہ کڑی ہو | کچھ شور سے شر پر تو مجھے یاد کروگے
اس دشت مین اے راہ روان ہر قدم اوپر | مانند جرس نالہ و فریاد کروگے

گر دیکھوگے تم طرز کلام اوسکے نظر کر
اے اہل سخن میر کو اُستاد کروگے

خوش سر انجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوے | ہمتو اے ہمنفسان دیر خبردار ہوے
جنس دل دونون جہان جسکے بہا تھی اسکا | یک نگہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوے
عشق وہ ہے کہ جو تھی جلوتی منزل قدس | وے بھی رسوائی سر کوچہ و بازار ہوے
سیر گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو | ایک پرواز نہ کی تھی کہ گرفتار ہوے

| | |
|---|---|
| ایک دم تھی نمود بود اپنی | یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے |
| یعنی مانندِ صبح دنیا مین | ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے |

مت مل اہلِ دول کے لڑکون سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

| | |
|---|---|
| نوحہ تیری جو بیرت مری آنکھون نے کیا ہم | جو مین ہر ایک مژہ دیکھون کہ یہ تر ہے کہ یہ نم ہے |
| کرے ہو پریشان غم وفا تو تعزیہ تو | حیا کر حق صحبت کی کہ اس یکیں کا ماتم ہے |
| دو رنگی دہر کی پیدا ہے اپنے دل اٹھا اپنا | کسو کے گھر مین شادی ہے کہین ہنگامہ غم ہے |

کہین آشفتگان سے میر مقصود ہووے ہے حاصل
جو زلفین اُسکی درہم ہین مرا بھی کام برہم ہے

| | |
|---|---|
| جب کہ پہلوے یار اوٹھتا ہے | درد بے اختیار اوٹھتا ہے |
| اب تلک بھی مزار مجنون سے | ناتوان ایک غبار اوٹھتا ہے |

ہے بگولا غبار کس کا میر
کہ جو ہو بیقرار اوٹھتا ہے

| | |
|---|---|
| کیا مر مر دو انکا کوئی مائل آیا ہے | سیکڑون ہم خون گرفتہ ہین وہ قاتل ایک ہے |
| راہ سب کو ہے خدا جان اگر پہونچا ہو تو | انکو طریقے مختلف کہتے ہی منزل ایک ہے |

لاعلاجی ہی جو رہتی ہے مجھے آوارگی
کیجیے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی

روے گل پر دز شب کس شوق سے ہنستا ہے باغ
رخنۂ دیوار ہے با دیدۂ نظارگی

اشک خونیں آنکھ میں بھر لا کے پی جاتا ہوں میں
محتسب کہتا ہے مجھ پر تہمت میخوارگی

مت فریب سادگی کھا ان سیہ چشموں کا میر
انکی آنکھوں سے ٹپکتی ہے بڑی عیارگی

مشکل ہے ہونا روکش رخسار کی جھلک کے
ہم تو بشر ہیں اس جا پر جلتے ہیں ملک کے

مرتا ہے کیوں تو ناحق یاری برادری پہ
دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی فلک کے

کہتے ہیں گور میں بھی ہیں تین دن بھاری
جائیں کدھر الٰہی مارے ہوئے فلک کے

لاتے نہیں نظر میں غلطانی گہر کو
ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کے ڈھلک کے

کل اک مژہ نچوڑی طوفان نوح آیا
فکر فشار میں ہوں میں آج ہر پلک کے

گیسوے اسکی میں نے کیوں آنکھ جا لگائی
جو لپنے اچھے جی کو ایسی بلا لگائی

تھا دل جو پکا پھوڑا بیماری الم سے
رکھتا گیا وہ چندان جوں جوں دوا لگائی

ذوق جراحت اسکا کسکو نہیں ہے لیکن
بخت اسکی جسکے ان نے تیغ جفا لگائی

| | |
|---|---|
| تجھبن خراب و خستہ زبون خوار ہوگئے | کیا آرزو تھی ہم کو کہ بیمار ہوگئے |
| خوبی بخت دیکھ کہ خوبان بے وفا | بے ہیچ میرے درپے آزار ہوگئے |
| ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم | اوٹھتے ہی آشیان سے گرفتار ہوگئے |
| وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب مین | بخت اپنے سو گئے کہ جو بیدار ہوگئے |
| اپنی یگانگی ہی کیا کرتے ہین بیان | اغیار روسیاہ بہت یار ہوگئے |
| لائی تھی شبخون پہ بھی خرابی تری نگاہ | بیطالعی سے اپنی وہ ہشیار ہوگئے |

کیسے ہین وے کہ جیتے ہین صد سال ہمتو میر
اس چار دن کی زیست مین بیزار ہوگئے

| | |
|---|---|
| تنگ آئے ہین دل اس جی سے اوٹھا بیٹھینگے | بھوکون مرتے ہین کچھ اب بھی کھا بیٹھینگے |
| اب کی بگڑیگی اگر اونسے تو اس شہر سے جا | کسو ویرانے مین تکیہ ہی بنا بیٹھینگے |
| معرکہ گرم تو ٹک ہونے دو خونریزی کا | پہلے تلوار کے نیچے ہمین جا بیٹھینگے |
| ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کبھو | ہمتو ایک آدھ گھڑی اوٹھکے جدا بیٹھینگے |
| جانا اظہار محبت پہ ہوسنا کون کی | وقت کے وقت پہ سب منھ کو چھپا بیٹھینگے |

واشد کچھ آگے آہ سے ہوتی تھی دلکو تئین
اقلیم عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی

گرمی نے دلکے ہجر مین اوسکے جلا دیا
شاید کہ احتیاط سے یہ تپ بگڑ گئی

خط نے نکل کے نقش دلونکے اٹھا دئیے
صورت بتونکی اچھی جو تھی سب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتے تھے بزم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

جب رونے بیٹھتا ہون تب کیا کسر رہے ہی
رومال دو دو دنتک جون ابر تر رہے ہے

آہ سحر کی میری برچھی کے وسوسے سے
خورشید کے منہ اوپر اکثر سپر رہے ہے

آگہ تو رہیے اُسکی طرز رہ و روش سے
آنے مین اوسکے لیکن کسکو خبر رہے ہے

ان روزون اتنی غفلت اچھی نہین ادھر سے
اب اضطراب ہمکو دو دو پہر رہے ہے

آبحیات کی سی ساری روش ہو اُسکی
پر جب وہ اٹھ چلے ہے ایک آدھ مر رہے ہی

تلوار اب لگا ہے بیٹھا دل پاس رکھنے
خون آجکل کسو کا وہ شوخ کر رہے ہی

در سے کبھو جو آتے دیکھا ہے مین نے اُسکو
تب سے اُدھر ہی اکثر میری نظر رہے ہے

آخر کہان تلک ہم اک روز ہو چکینگے
برسون سے وعدۂ شب ہر صبح پر رہے ہی

میر اب بہار آئی صحرا مین چل جنون کر
کوئی بھی فصل گل مین نادان گھر رہے ہی

تیری گلی سے بچکر کیون جہرہ مہ نکلیں — ہر کوئی جانتا ہو اس راہ مین خطر ہے

وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میر اب تو
آنکھون مین لخت دل ہے یا پارہ جگر ہے

شب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہے — اس دل جلے کی تاب کے لانیکو عشق ہے
سر بار مار سنگ نے مردہ نہ جی دیا — فرہاد کے جہان سے جانیکو عشق ہے
اٹھیو سمجھ کے جا سے کہ مانند گردباد — آوارگی سے تیرے زمانیکو عشق ہے
بس اے سپہر سعی تیرے تور وزو شب — یان غم ستانے کو ہے جلانیکو عشق ہے
بیٹھی جو تیغ یار تو سب تجھکو کھا گئی — اے سینہ تیرے زخم اوٹھانیکو عشق ہے
اکدم مین تو نے پھونک دیا دو جہان تئین — اے عشق تیرے آگ لگانیکو عشق ہے

سودا ہو تب ہو میر کو تو کریے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کی دوا نیکو عشق ہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے — جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
مغرور بہت تھے ہم آنسو کے سرایت پر — سو صبح کے ہونیکو تاثیر نظر آئی
گل بار کرے ہیگا اسباب سفر شاید — غنچہ کیطرح بلبل دلگیر نظر آئی

| | |
|---|---|
| اب جان جسم خاک سے تنگ آ گئی بہت | کبتک اس ٹوکری مٹی کو ڈھوئیے |

آلودہ اُس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میر
آب حیات سے بھی نہ دے پانو دھوئیے

| | |
|---|---|
| شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے | جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے |
| گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا | خاک میں مجھکو ملا کر مہرباں یارے ہوئے |
| آستینیں رکھتے رکھتے دیدۂ خونبار پر | حلق بسمل کیطرح لوہو کے فوارے ہوئے |
| وعدے ہیں سارے خلاف و حرف ہیں یکسر فریب | تم لڑکپن میں کہاں ایسے عیارے ہوئے |
| پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں | سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے |
| پیار کرنیکا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ | اُنسے بھی تو پوچھیے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے |
| تم جو ہمسے مل چلے تک تنک سب کہنے لگے | مہرباں جتنے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے |
| آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمہیں | آکے ہو کیا جانے تم کسکے سکھارے ہوئے |
| لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے | شرم سے سر در گریبان صبح کے تارے ہوئے |

استخواں ہی رہ گئے تھے یاں دم خونریز میر
دانتے پڑ کر تیغ اُس شوخ کے آرے ہوئے

| | |
|---|---|
| کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے | زمیں سخت ہے آسمان دور ہے |

کہاں تک نازبرداری کروں شام غریبانکی
جنون ان شورشوں پر ہاتھ کی چالاکیاں ایسے

کہیں گرد سفر سے جلد بھی صبح وطن نکلے
میں صنا... ہوں اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

حرم میں میر جتنا بت پرستی پر ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بتکدے میں برہمن نکلے

قصہ کر امتحان ہے پیارے
اب تلک نیم جان ہے پیارے

سجدہ کرنے میں سر کٹے ہیں جہان
سو ترا آستان ہے پیارے

گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے

کام میں قتل کے مرے تن دے
ابتلک مجھ میں جان ہے پیارے

چھوڑ جاتے ہیں دلکو تیرے پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے

شکلیں کیا کیا کہاں ہیں جنکی خاک
یہ وہی آسمان ہے پیارے

## قطعہ

جا چکا دل تو یہ یقینی ہے
کیا اب اسکا بیان ہو پیارے

پر تبسم کے کرنے سے تیرے
گنج لب پر گمان ہے پیارے

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

توہے بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور
مل گئے خاک مین یان صاحب افسر کتنے

تو گلے ملتا نہین ہمسے تو کیسی خرمی
عید آئی یان ہمارے ہین جامہ ماتمی

جی بھرا رہتا ہے آب شور پھر تد ابر
سیکڑون طوفان بغل مین ہے یہ مژگان ماتمی

حشر کو زیر و زبر ہوگا جہان بیچ ہو وے
ہو قیامت شیخ جی اُسکا رگہ کی برہمی

تجھ سوا محبوب آتش طبع ای ساقی نہین
ہو پرستار و ہمین تیری گری پری ہو آدمی

سامنے ہو جائین ای ظالم تو دونون مین سے
وہ دم شمشیر تیرا یہ ہماری بیدمی

اُس قیامت جلوہ سے بہتر ہے ہمسے جی اٹھین
مر گئے تو مر گئے ہم اُسکی کیا ہو گی کمی

کچھ پریشانی سے ہو سنبل کی جو الجھے ہے میر
یک جہان برہم کرے زلفو نکی اُسکی درہمی

آہ جسوقت سر اٹھاتی ہے
عرش پر برچھیان چلاتی ہے

ناز بردار لب ہو جان جب سے
تیرے خط کی خبر کو پاتی ہے

اے شب ہجر راست کہ تجھکو
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

چشم بد دور چشم ترا اے میر
آنکھین طوفان کو دکھاتی ہے

مجھ سا بیتاب ہووے جب کوئی
بیقراری کو جانے تب کوئی

ہان خدا مغفرت کرے اُسکو
صبر مرحوم تھا عجب کوئی

جان دیوے گو مسیح پر اُس سے
بات کہتے ہین تیری کب کوئی

ایدہ میرے ہی ہو گیا سنسان
سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی

اُسکے کوچہ مین حشر تھی مجھ تک
آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

## قطعہ

کہ تلفظ طرب کا سنکے کہے
شخص ہوگا کہین طرب کوئی

اور محزون بھی ہم سنے تھے ولے
میر سا ہو سکے ہے کب کوئی

تڑپتا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے
مین کشتہ ہون انداز قاتل کا اپنے

نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے
مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے

دل زخم خوردہ کی اور اک لگا لے
مداوا کیا خوب گھایل کا اپنے

تک ابرو کو بہ یطرف کیجے مائل
کبھو دل بھی رکھ لیجے مائل کا اپنے

ہوا دفتر قیس آخر ابھی یان
سخن ہے جنون کے اوائل کا اپنے

بنائین کیھین مین نے عالم مین کیا کیا
ہون بندہ خیالات باطل کا اپنے

رات گذری ہو مجھو نزع مین روتے روتے
آنکھین پھر جائینگی اب صبح کی ہوتے ہوتے

کھولکر آنکھہ اوڑا دیدہ جہان کا غافل
خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے

جم گیا خون کف قاتل پہ ترا میر زبس
اُن سنے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

یعقوب کے نہ کلبۂ احزان تلک گئے
سو کاروان مصر سے کنعان تلک گئے

بارے نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی
سناٹے مین جی کے گلستان تلک گئے

پہنے نہ دینگے دشت مین مجنونکو چین سے
گر ہم جنون کے مارے بیابان تلک گئے

گو موسم شباب کہان گل کسے دماغ
بلبل وہ چہچہے انھین یاران تلک گئے

کچھ آبلے دئے تھے رہ آورد عشق نے
سو رفتہ رفتہ خار مغیلان تلک گئے

پھاڑا تھا جیب پی کے مَی شوق مین نے میر
مستانہ چاک لوٹنے دامان تلک گئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے
اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

ہوتا نہین ہے اُس لب نوخط پہ کوئی سبز
عیسےٰ و خضر کیا سبھی یکبار مر گئے

یون کانون کان گل نے نجانا چمن مین آہ
سر کو پٹک کے ہم پس دیوار مر گئے

صد کاروان وفا سے کوئی پوچھتا نہین
گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

صید افگنوں سے ملنے کی تدبیر کرینگے
اس دل کے تئین پیشکش تیر کرینگے

فریاد اسیران محبت نہین بے ہیچ
یہ نالے کسو دلمین بھی تاثیر کرینگے

دیوانگی کی شور نہین کھلائینگی بلبل
آتی ہو بہار اب ہمین زنجیر کرینگے

وا اس سے سرحرف تو کو کہ یہ سر ہو جاے
ہم خلق بریدہ ہی سے تقریر کرینگے

رسوائی عاشق سے تسلی نہین خوبان
مرجاویگا تو نعش کو تشہیر کرینگے

یارب وہ بھی ن ہو ویگا جو مصر سے چلکر
کنعان کیطرف قافلہ شبگیر کرینگے

شب دیکھی ہو زلف اسکی بجز دلم اسیری
کیا یار ایسے خواب کی تعبیر کرینگے

غصے مین تو ہو ویگی توجہ تری ایدھر
ہر کام مین ہم جان کے تقصیر کرینگے

نکلا نہ منا جاتون سے کام کچھ اپنا
اب کوئی خرابات جوان پیر کرینگے

بازیچہ نہین میر کے احوال کا لکھنا
اس قصے کو ہم کرتے ہی تحریر کرینگے

دل کیطرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہی
ٹک آپ بھی تو آ ئیہان زور دیاؤ ہی

اٹھتا نہین ہو ہاتھ ترا تیغ جور سے
ناحق کشی کمان تئین یہ کیا سجاوے ہے

باغ نظر ہے چشم کی منظر سب یہان
ٹک ٹھہرو یان تو جانو کہ کیسا دکھاوے ہے

تقریب ہم نے ڈالی ہے اک جو کی اب
جو ین پڑی ہے ٹک تو ہمارا ہی داؤ ہی

وہی چالا کیان ہاتھونکی ہین جو دل تھین
اب گریبان نہین ہے سر رہ گئے ہین تار کئی

خوف تنہائی نہین کر تو جہانسے تو سفر
ہر جگہ راہ عدم مین ملینگے یار کئی

اضطراب و قلق و ضعف مین کسطور جیون
جان واحد ہے مری اور ہین آزار کئی

کیون نہ خستہ بھلا مین کہ ستم کے تیرے
تیر ہین پار کئی وار ہین سوفار کئی

اپنے کوچے مین نکلو تو سنبھالے دامن
یادگار مژہ میر وہان خار کئی

ہمسایۂ چمن پہ سپٹ راز کون ہے
نالان و مضطرب پس دیوار کون ہے

مژگان بھی پھر گئین تری بیمار چشم دیکھ
دکھ درد مین سوائے خدا یار کون ہے

نالے جو آج سنتے ہین سو ہین جگر خراش
کیا جانئے قفس مین گرفتار کون ہے

آیا نہ آشیانہ بلبل مین کام بھی
سمجھا تو خار باغ مین بیکار کون ہے

بازار دہر مین ہے عبث میر عرض ہنر
یان ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

مجھ سوز بعد مرگ سے آگاہ کون ہے
شمع مزار میر بجز آہ کون ہے

بیکس ہون مضطرب ہون مسافر ہون بیوطن
دوری راہ بن مرے ہمراہ کون ہے

لبریز جسکے حسن سے مسجد ہے اور دیر
ایسا بتونکے بیچ وہ اللہ کون ہے

آوارہ میر شاید وان خاک ہوگیا ہے
یک گرد اوٹھ چلی ہے گاہ اوسکی رہگذر سے

وعدہ وعید پیارے کچھ تو قرار ہووے
قزاک ہے نہ باندھے دیکھے نہ تو تڑ پنا
ازبس لہو پیا ہے مین تیرے غم مین گلرو
مین مست مرگیا ہون کرنا عجب نہ ساقی

دلکی معاملت ہو کیا کوئی خوار ہووے
کس آرزو پہ کوئی تیر اسکا رہووے
تربت سے میری شاید خشربہار ہووے
گر سنگ شیشہ میر سنگ مزار ہووے

اے عجز میر تجھکو گرچہ نشان نہ مارے
سید ہووے پھر تو کوئی چمار ہووے

رہی نہ پختگی عالم مین دور خامی ہے
نہ اٹھ تو گھر سے اگرچہ نہایت ہو مشہور

ہزار حیف کمینون کا چرخ حامی ہے
نگین جو بیٹھا ہو گر کر تو کیا نامی ہے

ہوئی ہین فکرین پریشان میر یارون کی
حواس خمسہ کرے جمع سو نظامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق مین کیا جانے
وان آرسی ہے وہ ہو یان سنگ ہے چھاتی ہے
ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غم دل کی

کیا جانے کیا ہوگا آخر کو خدا جانے
گذرے ہے جو کچھ ہم پر سو اسکی بلا جانے
ہے حق بطرف اُسکے چکھے تو مزا جانے

| | |
|---|---|
| رنج و محنت کمال راحت ہے | نالۂ عجز نقش الفت ہے |
| ورنہ عاشق کو چشم خفت ہے | غش بھی گریۂ ندامت ہے |
| دل آزردہ گر سلامت ہے | تادم مرگ غم خوشی کا نہین |
| ہر طرف کوچہ جراحت ہے | دل نارسو پھر جدھر جا ہے |
| کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے | رونا آتا ہے دمبدم شاید |
| قد و قامت ترا قیامت ہے | فتنے رہتے ہین اُسکے سائے مین |
| دلیہ میرے عجب مصیبت ہے | نہ تجھے رحم نے اسے ٹک صبر |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| کب موثر تری نصیحت ہے | تو تو نادان ہے نپٹ ناصح |
| کہ مجھے خوش دلی اذیت ہے | دل پہ جب میرے آکے ٹھہرا |
| وقت جاتا ہے تو حسرت ہے | رنج و محنت سے باز کیونکہ ہون |
| دم غنیمت میان جو فرصت ہے | کیا ہو پھر کوئی دم کو کب جانو |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| چاہیے یون جو فی الحقیقت ہے | تیرا شکوہ مجھے نہ میرا تجھے |
| واعظا اپنی اپنی قسمت ہے | تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ |

میری پرسش پہ تری طبع اگر آویگی — صورت حال تجھے اچھی نظر آویگی

محو اُسکا نہین ایسا کہ جو چلنے کا شتاب — اُسکے بیخود کی بہت دیر خبر آویگی

کتنے پیغام چمن کو ہین سو دلمین ہین گرہ — کسو دن ہم تئین بھی باد سحر آویگی

اے مت گور غریبان پہ برس غافل آہ — ان دل آزردونکے چیمین بھی اثر آویگی

سیر مین جیتو نہین آونگا اسی دن جسدن — دل نہ تڑپے گا مرا چشم نہ بھر آویگی

نماز چمن ہی ہو بلبل سے گو خزان ہے — تھنی جو زر دبھی ہو سو شاخ زعفران ہے

گر اس چمن مین وہ بھی اک ہی لب و دہان ہے — لیکن سخن کا تجھسے غنچے کو منہ کہان ہے

ہنگام جلوہ اُسکے مشکل ہے ٹھہر کر رہنا — چتون ہو دلکی آفت چشمک بلاے جان ہے

پتھر سے توڑنیکے قابل ہے آرسی تو — پر کیا کرین کہ پیارے منہ تیرا درمیان ہے

باغ و بہار ہے وہ مین کشت زعفران ہون — جو لطف اک ادھر ہے تو یان بھی اک سمان ہے

ہر چند ضبط کرئے چھپتا ہے عشق کوئی — گذرے ہے دلپہ جو کچھ چہرے ہی سے عیان ہے

اس فن کو کوئی بے تہ کیا ہو مرا معارض — اے دل تو مین سند ہون پھر میری تہ زبان ہے

عالم مین سب دگل کا ٹھہراؤ کسطرح ہو — گرخاک ہی ادھر ہے اودھر آب ہی روان ہے

چپ چار ہیگا اسکا تا حشر میکشا نہین — خونریزیکی ہماری رنگین داستان ہے

اس شنگ آفتاب کو دیکھے تو شرم سے | ماہ فلک نہ شہر مین منھ کو دکھا سکے

**قطعہ**

کیا دلفریب جا ہے آفاق ہمنشین | دو دن کو یان جو آسو ریسون بجا سکے

مشعر ہے اسپہ مردن دشوار رفتگان | یعنی جہان سے دل کو نہ آسان اٹھا سکے

بدلونگا اس غزل کے بھی مین قافیے کو میر

پھر فکر کو نہ عہدے سے اُسکے برآ سکے

کیا غم مین ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے | دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نہ رو سکے

ہم ساری ساری رات رہی گریہ ناک لیک | مانند شمع داغ جگر کا نہ دھو سکے

رونا تو ابر کا سا نہین یار جانتے | اتنا تو روئے کہ جہان کو ڈبو سکے

برسون ہی منتظر سر راہ پر ہمین ہوئے | اس قسم کا تو صبر کسو سے نہ ہو سکے

رہتی ہے ساری رات مرے دم سے چہل میر

نالہ ہے تو کوئی محلے مین سو سکے

آتش کے شعلہ سر سے ہمارے گذر گئے | بس ایک تپ فراق کہ گرمی مین مر گئے

منزل نہ کر جہان کو کہ ہمنے سفر سے آہ | جن کا کیا سراغ سنا وہ گذر گئے

مشت نمک سے بھی تو کبھو یاد کر ہمین | اب داغ کھاتے کھاتے فلک جی کو بھر گئے

شب خواب کا لباس ہے عریان تنی میری | جب سوئیے تو چادر مہتاب تانئے

قطعہ

اپنا یہ اعتقاد ہے تجھ جستجو مین یار | لے اس سرے سے اس سرے تک خاک چھانئے
پھر یا نصیب بھی ہو طالع کی یاوری | مرجائین ہم تو ایسے بھی ہم کو نہ جانئے

لوٹے ہو خاک و خون مین غیرون کے ساتھ میر
ایسے تو نیم کشتہ کو ان مین نہ سانئے

مرو اس گلی مین جاکے وہ غافل ہو کیا جانے | گذرنا جان سے آسان بہت مشکل ہو کیا جانے
کوئی سر سنگ سے مارو کسی کا دامن ہو | وہ آئینے مین اپنے ناز پر مائل ہو کیا جانے
نظر مطلق نہین پھرا ہمین اسکو حال پر کر کے | مرا دل اُسکے غم مین گو یا اسکا دل ہو کیا جانے
جنونی خبطی دیوانہ سڑی کوئی عشق کو سمجھو | غلط ہے نہین یان بحث وہ غافل ہو کیا جانے
تڑپنا نقش پا سے ناقہ پر جاتے ہی اک مجنون | بیابان مین وہ لیلے کا کدھر محمل ہو کیا جانے
پڑھا یا اُسکو بہتیرا کہ مت لا راز دل منہ پر | یہ طفل اشک کو دیکھا تو قابل ہو کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن مین
یونہین سودا کبھو ہوتا ہو سو جاہل ہے کیا جانے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی | مین نے مر مر کے زندگانی کی

| | |
|---|---|
| ہر روز لگتے پہ ہمین نسبت عشقی موقوف | عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے |
| خرقہ مندیل و ردا مست لیے جاتے ہین | شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہے |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| ہے موذن جو بڑا مرغ مصلے اسکے | مستو نے لوک ہی کی بات چلی جاتی ہے |
| ہر سحر دیتے آزار مے آشامان ہے | مکر و طامات کی اک گھات چلی جاتی ہے |
| پانون رکھا نہین مسجد سے دم آخر بھی | مرنے پر آیا ہے پر لات چلی جاتی ہے |

ایک ہم ہی سے تفاوت ہے سلوک مین میر
یون تو اور دن کی مدارات چلی جاتی ہے

| | |
|---|---|
| منصف جو تو ہی کب تئین یہ دکھ اٹھائیے | کیا کیجیے میری جان اگر مر نجائیے |
| اظہار راز عشق کیے بن ہے نا شکیب | اس طفل ناسمجھ کو کہانتک پڑھائیے |
| تمنے جو اپنے دل سے بھلایا ہمین تو کیا | اپنے تئین تو دل سے ہمارے بھلائیے |
| فکر معاش یعنی غم زیست تابکے | مرجائیے کہین کہ ٹک آرام پائیے |
| جاتے ہین کیسی لیے دل مین حسرتین | ٹک دیکھنے کو جان بلبون پہ بھی آئیے |
| لوٹون ہون جیسے خاک چمن پر مین اے میر | گل کو بھی میری خاک پہ دہین لٹائیے |

پہونچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر

| | |
|---|---|
| دل مین ہوش و صبر سب ہی گئے | آگے آگے تمھارے آنے کے |
| کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر | جاگے طالع غریب خانے کے |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| تیر و تلوار و سیل یک جا ہین | سارے اسباب مار جانے کے |

مژہ ابرو گلے سے اسکے میر
کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

| | |
|---|---|
| ملا جیز سے جا جفا کیا نکالی | او گت لیکے آخر ادا کیا نکالی |
| طبیبون نے تجویز کی مرگ عاشق | مناسب مرض کی دوا کیا نکالی |
| نہین اُس گذر گہ سے آتی ادھر تب | نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی |
| دلا اسکے گیسو سے کیون لگ چلا تو | یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی |
| رجھا ہی دیا آدمے قدر دانی | وفا کی ہمارے جزا کیا نکالی |
| دم صبح جون آفتاب آج ظالم | نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی |

لگے در بدر میر چلانے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

| | |
|---|---|
| کم فرصتی گل جو کہین کوئی نمانے | ایسے گئے ایام بہاران کہ تجانے |

کل صبح ہی مستی میں سر راہ نہ آیا
یان مرا شیشۂ دل چور ہوا ہے

کیا سوجھے اُسے جسکی ہو یوسف ہی نظر میں
یعقوب بجا آنکھوں سے معذور ہوا ہے

پر شور ہے جو عشق مغنی پسران کے
یہ کاسۂ سر کاسۂ طنبور ہوا ہے

تلوار لیے پھرنا تو اب اُسکا سنا میں
نزدیک مرے کب یہ سر دور ہوا ہے

خورشید کے محشر میں طپش ہوگی کہانتک
کیا ساتھ مرے داغوں کا محشور ہوا ہے

اے رشک سحر بزم میں لے منہ پہ نقاب اپنے
اک شمع کا چہرہ ہے سو بے نور ہوا ہے

اُس شوق کو ٹک دیکھ کہ چشم نگران ہے
جو زخم جگر کا مرے ناسور ہوا ہے

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

گو کہ سر خاک قدم پر ترے لوٹے ہمین
اپنا شیوہ ہی نہیں یہ کہ شکایت کیجے

ہم جگر سوختہ لگی ہمیں جو آوے تو ابھی
درد دل ہو کے فلک تجھ میں سرایت کیجے

عشق میں آپ کے گذری نہ ہماری تو مگر
عوض جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے

مت چلا عشق کی رہ کہتے ہیں یان خضر
آپ ہی گمراہ ہیں ہم کسکو ہدایت کیجے

کسکے کہنے کو ہے تاثیر کہ اک میر ہی سے
رمز و ایماؤ اشارات و کنایت کیجے

تری بن دیکھے مین مکدر ہون
جبر یہ ہے کہ تیری خاطر دل

آنکھون پراب غبار رہتا ہے
روز بے اختیار رہتا ہے

دل کو مت بھول جانا میرے بعد
دور مین چشم مست کے تیرے

مجھے یہ یادگار رہتا ہے
فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

بسکہ تیرا ہوا بلا گردان
ہر گھڑی رنجش ایسی یا تو نہین

سر کو میرے دوار رہتا ہے
کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے

تجھ بن آئے ہین تنگ جینے سے
دل کو گو ہاتھ مین رکھو ب نم

مرنے کا انتظار رہتا ہے
کوئی بے اعتبار رہتا ہے

غیرت کھا فریب خلق اوسکا
دلبرو دل چرانے ہو دم

کوئی دم مین وہ مار رہتا ہے
یون کہین اعتبار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز دلہا میر
کسکے کوچے مین خوار رہتا ہے

آج کل بیقرار ہین ہم بھی
آئینہ کچھ ہین آئینہ کچھ ہین

بیٹھ جا چلنے ہار ہین ہم بھی
تحفۂ روزگار ہین ہم بھی

منع گریہ نہ کر تو اے ناصح
اسمین بے اختیار ہین ہم بھی

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے
ہر اک چیز سے دل اوٹھا کر چلے

کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ
سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے

بہت آرزو تھی گلی کی تری
سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے

دکھائی دیے یوں کہ بیخود کیا
ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے

قطعہ

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم ادا کر چلے

پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے
نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

قطعہ

جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یوں
چمن میں جہاں کے ہم آ کر چلے

نہ دیکھا غم دوستاں شکر ہے
ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

قطعہ

گئی عمر در بند فکر غزل
سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

| | |
|---|---|
| خوب ہے وے دن کہ ہم تیرے گرفتار و نہین تھے | غمزہ ون ندہ گیون ظالم کے مار و نہین تھے |
| دشمنی جانی ہوا تو ہمسے غیرونکے لیے | اک سمان سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یا روہمین تھے |
| مت تجنر سے گذر قمری ہماری خاک پر | ہم بھی اک سرو روان کے ناز بردار و نہین تھے |
| مرگئے لیکن نہ دیکھا تو نے اودھر آنکھ اٹھا | آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیمار و نہین تھے |
| گرچہ جرم عشق غیرون پر بھی ثابت تھا و لے | قتل کرنا تھا ہمین ہم ہی گنہگار و نہین تھے |

اک رہا مژگان کی صف مین ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوار و نہین تھے

| | |
|---|---|
| بغیر دل کہ یہ قیمت ہو سارے عالم کی | کسو سے کام نہین رکھتی جنس آدم کی |
| کوئی ہو محرم شوخی ترا تو مین پوچھون | کہ بزم عیش جہان کیا سمجھ کے برہم کی |
| ہمین تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو | کہ سیر و گشت نہین رسم اہل ماتم کی |
| تنک تو لطف سے کچھ کہہ کہ جان بلب ہون مین | رہی ہے بات مری جان بلب کوئی دم کی |
| گذرنے کو تو کیج و لیکن اپنی گذری ہے | جفا جو ان نے بہت کی تو کچھ نہ کم کی |
| گھڑی ہین درد و الم مین فراق کے ایسے | کہ صبح عید بھی یان شام ہے محرم کی |

قفس مین میر نہین جوش داغ سینے پر
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی

بعد ایک عمر کہین ہم کو جو تنہا پایا
یان فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم

درد سے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہمنے
چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہمنے

بارے گل مین جا مرغ چمن سے مل کر
تازگی داغ کی ہر شام کو لیے پہنچ ہین

خوبی گل کا مزا خوب اوڑایا ہمنے
آہ کیا جانے دیا کس کا بجھایا ہمنے

دشت و کہسار مین سر مار کے چندے کچھ ہین
بیکلی سے دل بیتاب کی مر گذرے تھے

قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہمنے
سو تہ خاک بھی آرام اوٹھایا ہمنے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز مین میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہم نے

ظالم کہین تو مل کبھو دار و پے ہوئے
آوگے ہوش مین تو تک اک سد بھی لیجیو

پھرتے ہین ہم بھی ہاتھ مین سر کو لیے ہوئے
اتنو نشے مین جانتے ہو زخمی کے ہوئے

جی ڈوبتا ہے اس گہر تر کی یاد مین
سی چاک دل کو چشم سے ناصح لہو تھمے

پایان کار عشق مین ہم دیکھے ہوئے
ہوتا ہے کیا ہمارے گریبان سے ہوئے

کافر ہوئے بتون کی محبت مین میر جی
مسجد مین آج آئے تھے قشقہ دیے ہوئے

غم سے یہ راہ مینے نکالی نجات کی
سجدہ اس آستان کا کیا پھر وفات کی

جہان کی مسلخ تمام حیرت نہیں ہے تسپر نگہ کی فرصت
نظر پڑیگی بسان بسمل کبھو جو مژگان کو وا کروگے

اخیر الفت یہی نہیں ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یان کی یہ ہے تو یارو غبار ہو کر اوڑا کروگے

بلا ہے ایسا طپیدن دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل
دماغ اتنا کہان رہیگا کہ دست بر دل رہا کروگے

عدم مین ہم کو یہ غم سہیگا کہ ادہر ون پر اب ستم رہے گا
تمھین تو لت ہے ستانے ہی کی کسو پہ آخر جفا کروگے

اگرچہ ابتو جفا ہو لیکن موئے گئے پر کبھو ہمارے
جو یاد ہم کو کروگے پیارے تو ہاتھ اپنے ملا کروگے

سحر کو محراب تیغ قاتل کبھو جو یارو ادھر ہو مائل
تو ایک سجدہ بسان بسمل میری طرف سے ادا کروگے

غم محبت سے میر صاحب بتنگ ہون مین فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق مین دعا کروگے

کس حسن سے کہون مین اسکی خوش اختری کی
اس ماہرو کے آگے کیا تاب مشتری کی

قطعہ

روز شمار میں بھی مناسب ہے گر کوئی / تو لے حساب کچھ نہ کر آخر حساب ہے

اُس شہر دل کو تو بھی جو دیکھے تو اب کہے / کیا جانئے کہ بستی یہ کب کی خراب ہے

منہ پر لیے نقاب تو اے ماہ کیا چھپے / آشوب شہر حسن ترا آفتاب ہے

کس تنگ گل کی باغ میں زلف سیہ کھلی / موج ہوا میں آج نپٹ پیچ و تاب ہے

کیا دل مجھے بہشت میں لیجائیگا بھلا / جسکے سبب یہ جان پہ میری عذاب ہے

سُن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھ / غافل یہ زندگانی فسانا ہو خواب ہے

رہ آشنائے لطف حقیقت کے بحر کا / ہر رشتہ لف و چشم جو موج حباب ہے

آتش ہے سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
نالے سے عاشقون کے کبوتر کباب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تجھسے بنائے گئے
چپکے باتیں اوٹھائے گئے سرگاڑے وہیں آئے گئے

اوٹھی نقاب جہانسے یارب جسے تکلیف بیچ میں ہے
جب نکلے اُس راہ سے ہوکر منہ تم ہمسے چھپائے گئے

کب کب تم نے سچ ہیں مانی جھوٹی باتیں غیرونکی
تم ہم کو یونہیں جلائے گئے وہ تم کو وہیں لگائے گئے

بیکر قفس بیتابیون سے جو بیے ہین جگر میں میرا
اے آہ صبر مری و عرصۂ محشر بین پہنچ جب
جلتا ہو نہین سنو گرچہ تہمت سر کیا
تیری ہی عزیز دین یہی جی کل بین جا بجا عزیز آشفتہ تیرا
غنچہ کہ بیجے آج ہی نہین روئے وصف نہین ہی
کیا خط لکھون تو پھرے ہو کتابت ہی ہی
آنکھا ہون سے خطرے پوشیدہ قاصد رح جا [illegible]
بیھون یارے کریے پھر کہے چھپا [illegible]
جلا ہے

| | |
|---|---|
| ہو گا ستم و جور سے تیرے ہی کنایہ | دو شخص جہان شکوۂ ایام کرینگے |
| آمیزش بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ | وے لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے |
| نالون سے مرے رات کے غافل نہ رہا کر | اک روز یہی دلمین ترے کام کرینگے |

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر
ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرینگے

| | |
|---|---|
| تہ زمین آوے گا جب جی کا کھونا | ملے گا نیند بھر تب مجھکو سونا |
| مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کریگا | کنارے بیٹھکر ہاتھون کو دھونا |

وصیت میر نے مجھکو یہی کی
کہ سب کچھ ہوتا تو عاشق نہ ہونا

اُس آستان داغ سے مین زر لیا گیا
گلدستہ دستہ جسکو چراغی دیا گیا
کیا بعد مرگ یاد کرون گا وفا تجھے
سہتا رہا جفائین مین جبتک جیا کیا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

تمام شد دیوان اول میر تقی

# دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرزدی حیات کا تو سبب ہے جو حیات کا / نکلے ہے جی ہی اسکے لئے کائنات کا

بکھرے ہو زلف اس رخ عالم فروز پر / ورنہ بناؤ ہووے نہ دن اور رات کا

درپردہ وہ ہی معنی مفہوم ہوں اگر / صورت نہ بگڑی کام فلک کی ثبات کا

ہیں میل خاک سے اجزائے نو خطان / کیا سہل ہے زمین سے نکلنا نبات کا

مستہلک اسکے عشق کے جاتے ہیں قدر مرگ / جیسے وخضر کو ہے مزا کب فات کا

اشجار خامہ ہو وین خامہ و آب سیہ بحار / لکھا نہ تو بھی ہو سکے اسکی صفات کا

اسکے فروغ حسن سے چمکے ہے سب میں نور / شمع حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا

رکھنا قدم پہ اسکے قدم کب ملک سے ہو — مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا
شخصیت ایسی کسکی تھی ختم رسل کے بعد — تھا مشورت شریک حق لایزال کا
توڑا بتون کو دوش نبی پر قدم کو رکھ — چھوڑا نہ نام کعبے مین کفر و ضلال کا
راہ خدا مین ادنی دیا اپنے بھی تئین — یہ جو ڈھونڈہ تو دیکھو کسو امثال کا
نسبت نہ بندگی کی ہوئی جسکی وان درست — رونا مجھے ہے حشر مین اسکے ہی حال کا

فکر نجات میر کو کیا مدح خوان ہے وہ
اولاد کا علیؑ کے محمدؐ کے آل کا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا — کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا
ہم جاہ و حشم پانکا کیا کہیے کہ کیا جانا — خاتم کو سلیمان کی انگشتری پا جانا
یہ بھی ہے ادا کوئی خورشید نمط پیارے — منہہ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا
کب بندگی میری سی بندہ کریگا کوئی — جانے ہے خدا اسکو مین تجھکو خدا جانا
تھا ناز بہت ہمکو دانست پر اپنی بھی — آخر وہ برا نکلا ہم جسکو بھلا جانا
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے — اس دشت مین سر گاڑے جون سیل چلا جانا
اس گریہ خونین کا ہو ضبط تو بہتر ہے — اچھا نہین چہرے پر لوہو کا بہا جانا
یہ نقش دلون پر سے جانیکا نہین اسکو — عاشق کے حقوق آکر ناحق بھی مٹا جانا

شاید کباب کر کر کھایا کبوترون نے / نامہ اوڑا پھرے ہے تو اسکی گلی مین پر سا

وحشی مزاج از بس مانوس بادیہ ہین / انکے جنون مین جنگل اپنا ہوا ہے گھر سا

جس ہاتھ مین رہا کی اسکی کمر ہمیشہ / اس ہاتھ مارنے کا سر پر بندھا ہے کر سا

سب پیچ کی یہ باتین ہین شاعرونکی ورنہ / باریک اور نازک کب ہے اس کمر سا

طرز نگاہ اسکی دل لیگئی سبھون کے / کیا موسن و برہمن کیا گبر اور ترسا

تم واقف طریق بیطاقتی نہین ہو / یان راہ دو قدم ہے اب دور کا سفر سا

کچھ بھی معاش ہے یہ کی ان نے ایک چشمک / جب مدتون ہمارا جی دیکھنے کو ترسا

ملک ترک عشق کرکے لاغر بہت ہوئے ہم / آدھا نہین رہا ہے اب جسم رنج فرسا

واعظ کو یہ جلین ہین شاید کہ زہر ہی سے / رہتا ہے جوش ہی مین اکثر پڑا اگر سا

انداز سے ہے پیدا سب کچھ خبر ہے اسکو / گو میر بے سر و پا ظاہر ہے بے خبر سا

تیغ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا / شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا

قاصد کو دیکے خط نہین کچھ بھیجنا ضرور / جاتا ہے اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا

وہ تو نہین کہ اشک تھمے ہی نہ آنکھ سے / نکلے ہے کوئی لخت دل اب جی جلا ہوا

حیران رنگ باغ جہان تھا بہت نکا / تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

جانی نہ قدر اس گہر شب چراغ کی — دل ریزہ خذف کی طرح مین اُٹھا دیا

تقصیر جان دینے مین ہمنے کبھو نہ کی — جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا

گرمی چراغ کی سی نہین وہ مزاج مین — اب دل فسردگی سے ہون جیسے بجھا دیا

وہ آگ ہو رہا ہی خدا جانے غیر نے — میر بطرف سے اُسکے تئین کیا لگا دیا

اتنا کہا تھا فرش تری رہ کے ہم ہون کاش — سو تونے مارے مارکے آکر بچھا دیا

اب گھٹتے گھٹتے جا مین طاقت نہین رہی — ٹک لگ چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا

تکلی نگاہ کرنے دم اپنا بھی ہر گھڑی — کر ٹھنڈے دیکھے جی کو ہمارے کھپا دیا

کی چشم تو نے یار کہ کمو لادر ستم — کس مدعی خلق نے تجھکو جگا دیا

کیا کیا زیان میر نے کھینچے ہین عشق مین

دل ہاتھ سے دیا ہی جدا سر جدا دیا

بہتون کے آگے تھا یہی آزار عشق کا — جیتا رہا ہی کوئی بھی بیمار عشق کا

بے پردگی بھی یاد کا ہوتا ہی لازمہ — کھلتا ہی ہمدان یہ اسرار عشق کا

زندانی سیکڑون میرے آگے سا ہوے — چھوٹا نہ مین ہی تھا جو گنہگار عشق کا

خواہان مرگ مین ہی ہوا ہون گر نیا — جی بینچ ہی پھرے ہی خریدار عشق کا

منصور نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا — ہر سر کہین ہوا ہی سزاوار عشق کا

کرتے ہی نہیں ترک بتان طور جفا کا | شاید ہمیں دکھلائینگے دیدار خدا کا
ہی ابکی چادر شفقی جوش سی گل کے | میخانے کے ہان دیکھیے یہ رنگ ہوا کا
بہتیری گرہ جنبش کلا نوکی پڑی ہی | کیا ذکر ہی واعظ کے مصلی و ردا کا
مرجائیگا باتو نہیں کوئی مزدہ یون ہی | ہر لحظہ نہو متحمل ارباب وفا کا
تدبیر تھی تسکین کیے یے لوگونکی درند | معلوم تھا مدت سی ہمین نفع دوا کا
ہاتھ آئینہ رو یون کے اٹھا بیٹھیں ہنگو | بالعکس اثر پاتے تھے ہم اپنی دعا کا
آنکھ اسکی نہیں آئینہ کے سامنے ہوتی | حیرت زدہ ہون یار کی مین شرم و حیا کا
برسون سی تو یون ہی کہ گھٹا جب اٹھاتی | تب دیدہ تر سے بھی ہوا ایک جھڑا کا
آنکھ اس سے نہیں اٹھتی کی صاحب نظر ونکی | جس خاک پہ ہوگا اثر اسکی کف پا کا

تلوار کے سائے ہی مین کاٹے ہی تو ای میر
کس دل زدہ کو ہوئے ہی یہ ذوق فنا کا

رہتا ہی ہڈیون سے مرے جو ہما لگا | کچھ درد عاشقی کا اسے بھی مزا لگا
غافل نہ سوز عشق سی رہ پھر کباب کا | گر لاگ اس آگ کا لہک دلکو جا لگا
دیکھا ہمیں جہان وہ تہان آگ ہو گیا | بھڑکا رکھا ہی لوگون نے اسکو لگا لگا
مہلت فلک بھی دو تو سخن کچھ نذر کرے | مین مٹ گیا کہ تیر ترے کا نون آ لگا

ہم پلہ اپنا کون ہے اس مہر کے بیچ
کس کے ترازو یار کا تیر نگہ ہوا

ایسا فقیر ہونا بھلا کیا مزہ در عشق
دونوں جہانمیں میر عبث روسیہ ہوا

مذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا
محفل میں سن سپند یکایک اچھل پڑا

پہونچے ہے کوئی اُس تن نازک کے لطف کو
گل کو چمن میں جامے سے اپنے نکل پڑا

میں جو کہا اک اس سے سلگے ہے وہ لگنے بیچ
کہنے لگا کہ یوں ہی کوئی من تو جل پڑا

دل کیوں نہ کھائے کہ دگا ہے بندھے اتو دان
بالوں میں اپیچ میں بگڑی کے بل پڑا

تھے اختلال اگرچہ مزاج میں اب تک
ملنے میں اُس پلک کے نہایت خلل پڑا

رہتا نہیں ہے آنکھ سے آنسو ترے لیے
دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا

سر اُسکے پانوں سے نہیں اٹھتے ستم ہے میر
گر خوش غلاف تیغ اُسکا اُگل پڑا

دل زور اضطراب سے سیماب سا ہوا
چہرہ تمام درد زرناب سا ہوا

شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا
کچھ آب دیدہ رات سے خوناب سا ہوا

دی دن گئے کہ اشک سے چھڑکاؤ سا کیا
اب رونے لگ گئے ہیں تو تالاب سا ہوا

اک دن کیا تھا یار نے قد ناز سے بلند
خجلت سے سرو جوی چمن آب سا ہوا

طرفہ آتش خیز سنگستان ہے دل | شتبس پان سے ہے شعلہ طور کا

**قطعہ**

مرگئے پر خاک ہے سب کبر و ناز | مت جھکو سر کو کسو مغرور کا
ٹھیکرے کو قدر ہے اسکو نہین | ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا

**قطعہ**

ہو گھڑا وہ تو پری سی ہے کھڑی | منہ کھلے تو جیسے چہرہ حور کا
دیکھو آئے کیونکر ملک بھیجک کر | آنکھ کے آگے یہ تجا نور کا

چشم بہنے سے کبھو رہتی نہین
کچھ علاج اے میر اس ناسور کا

نظر مین طور رکھ اس کم نما کا | بھروسا کیا ہے عمر بیوفا کا
گلون کے پیرہن ہین چاک سارے | کھلا تھا کیا کہین بند اس قبا کا
پرستش یاس بت کی ہے ہر سو | رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
بلا ہین قادر انداز اسکی آنکھین | کیا یہ جانا دجکو تا کا
بچا ہے عمر سے اب ایک حسرت | کیا وہ شور سر کا نہ ر پا کا
مراد اخاطرون سے تھا وگر نہ | ہدایت مرتبہ تھا انتہا کا

ہوئی آخر کو سارے کام ضائع ناشکیبی سے
کوئی دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

حال اپنا بہانے سے زیر لب کچھ کچھ کہا سننے
جو وہ بےرحم بھی کچھ منہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

کسے سے غیر کے وہ تو نہ بیٹھا اور وہین یار رونے سے
لیے جاتا اگر تک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا

کبھی سرگرم بازی ہو سو سب کے یان بھی آ جاتا
ہمین بھی گیند اگر وہ اور سہلاتا تو کیا ہوتا

گئے ہے میر تو کل قتل کرنے اسکے در پہ سے
جو وہ بھی گھر سے باہر ٹک آتا تو کیا ہوتا

مین غش کیا جو خط لے ادہر نامہ بر چلا
یعنی کہ فرط شوق سے جی بھی ادہر چلا

سد رہ لے گئی تری بھی کوئی زلف مشکبو
گیسوئے پیچدار جو منہ پر بکھر چلا

لڑکا ہی تھا نہ قاتل ناکردہ خون ہنوز
کپڑے گلے کے سارے مرے خون مین بھر چلا

اے مایۂ حیات گیا جس کنے سے تو
آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم مین مر چلا

طیاری آج رات کہین ملنے کی سی ہے
کس خانماخراب کے اے مہ تو گھر چلا

دیکھو گے کوئی گوشہ نشین ہو چکا غریب
تیر نظر اس ابرو کمان کا اگر چلا

بے مے رہا بہار مین ساری ہزار حیف
لطف ہوا مین شیخ بہت بےخبر چلا

قطعہ

مجھ سے تکلف اسکا چلا جای ہے یہی
کل راہ مین ملا تھا سو منہ کو چھپا کر چلا

نے صبر ہے نہ ہوش ہے نے عقل ہے نہ دین
آتا ہے اسکے پاس سے عاشق لٹا ہوا

اٹھتا ہے میرے دل سے کبھو جوش سا تو پھر
جاتا ہے دونوں آنکھوں سے دریا بہا ہوا

جوں صید نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
کیا جانیے کہ دل کو مرے کیا ملا ہوا

خط آئے پر جو گرد وہ پرکار مل چلا
میں سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا

ہم تو لگے کنارے ہوئے غیر ہمکنار
ایکوں کی عید ایکوں کے گھر میں دہا ہوا

جوں برق ہنستے مجھکو نہ دیکھا کسونے آہ
پایا تو ابر سا کہیں روتا کھڑا ہوا

جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں
وہ آج میں سنا تو ہے میر کا کہا ہوا

پایا ہے مجھے رقیب نے آ اسکی زیر تیغ
دلخواہ یارے مدعی کا مدعا ہوا

بیمار مرگ سا تو نہیں روز اب بتر
دیکھا تھا ہم نے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

کل دل آزردہ گلستاں سے گذر ہمنے کیا
گل لگے کہنے لہو منھ نہ ادھر ہمنے کیا

گر گئے خواب سے بیدار تھیں صبح کے یار
بیدماغ اتنے جو ہو ہم یہ مگر ہمنے کیا

سیدھی تلوار کے منھ پر ترے ہم آکے چلے
کیا کریں اس دل خستہ کو سپر ہمنے کیا

پنجہ ہاتھ میں مستی سے لہو سی آنکھیں
سج تری دیکھ کے ای شوخ حذر ہمنے کیا

پانو کے نیچے کی مٹی بھی ہنو گی ہم سے
کیا کہیں عمر کو اسطرح بسر ہمنے کیا

چاہیے جینے گذرے اس کا نام
منہ مین جنبک زبان ہے گویا

سربسر کین ہے لیک وہ پرکار
دیکھو تو مہربان ہے گویا

حیرت روے گل سے مرغ چمن
چپ ہے یون بیزبان ہے گویا

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے
میکدہ اک جہان ہے گویا

جاے ہے شور سے فلک کیطرف
نالۂ صبح بان ہے گویا

بسکہ ہین اس غزل مین شعر بلند
یہ زمین آسمان ہے گویا

وہی شور مزاج شیب مین ہے
میر اتبک جوان ہے گویا

---

ان غنچوں مین کسکا میلان خاطر تھا
بالین کی جاے ہر شب یان سنگ زیر سر تھا

ان ابرو و مژہ سے کب میر جبین ڈر تھا
تیغ و سنان کے منہ پر اکثر مرا جگر تھا

ان خوبصورتون کا کچھ لطف کم ہے مجھپر
یکعمر ورنہ اس جا پر یون ہی کا گذر تھا

تیشے سے کوہکن کے کیا طرفہ کام نکلا
اپنے تو ناخنون مین اس طور کا ہنر تھا

عصمت کو اپنی وان تو روتے ملک پھرے ہی
لغزش ہوئی جو مجھسے کیا عیب مین بشر تھا

کل ہم وہ دونون یکجا ناگاہ ہو گئے تھے
وہ جیسے برق خاطف مین جیسے تر نظر تھا

ہوش اڑ گئے سبھون کے شور سحر سے سکے
مرغ چمن اگرچہ اک مشت بال و پر تھا

یا فعل تو ہو قاصد یہو اس خط و گیسو کا — ٹک چیتے تو ہم پوچھیں کیا بیخبر آیا

تابوت پہ بھی میرے پتھر پڑے لیجاتے — اس نخل میں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا

ہی حق بطرف اسکے یوں جسکے گیا ہو تو — سچ ایسی تری دیکھی ہمکو بھی خطر آیا

کیا کہیے کہ پتھر سے سر مارتے ہم گزرے — یوں اپنا زمانا تو بن یار بسر آیا

صنعت گریاں ہمنے کیں سیکڑوں یاں لیکن — جسے کبھو وہ ملتا ایسا نہ ہنر آیا

در ہی کے تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو — وہ ظالم سنگین دل کب میرے گھر آیا

یار ہے میر کا مگر گل سا — کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

یاں کوئی اپنی جان دو دشوار — واں وہی ہے سو ہے تساہل سا

دو دل کو ہمارے ٹک دیکھو — یہ بھی پر پیچ اب ہے کاکل سا

شوق ان اسکے لمبے بالوں کا — یاں چلا جائے ہے تسلسل سا

کب تھی جرأت رقیب کی اتنی — تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

ایک نگہ ایک چشمک ایک سخن — اسمیں بھی تم کو ہے تامل سا

ہائے مستوں نے ہوشیاری کی — دے کے کچھ محتسب کا منہ چھلبا

شرم آتی ہے پہونچنے اودھر — خط ہوا شوق سے ترسل سا

١٦٩

| | |
|---|---|
| ہم نہ جانا اختلاط اس طفل بازیگوش کا | گرم بازی آگیا تو ہم کو بھی بہلا گیا |
| کیا کروں ناچار ہوں مرنیکو تیار رہوں | دل کی روز و شب کی بیتابی سے جی گھبرا گیا |
| جی کوئی لگتا ہے اسکے ہاتھ گو پر یا غمین | گل نے بہتیرا کہا ہے نہ ٹک ٹھہرا گیا |
| ہوگئے تحلیل سب اعضا مری پا کر گداز | رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجھکو کھا گیا |

یوں تو کہتا تھا کوئی ویسے کو باندھے ہے گلے
پر وہ پھندنا سا جو آیا میر بھی پھندلا گیا

| | |
|---|---|
| دل عشق میں خون دیکھا آنکھوں کو کیا دیکھا | پیغمبر کنعان نے دیکھا نہ کہ کیا دیکھا |
| مجروح ہے سب سینہ تیرے نمک پاشی | آنکھوں کے لڑانیکا ہم خوب مزا دیکھا |
| یکبار بھی آنکھ اپنی اُسپر نہ پڑی مرتے | سو مرتبہ بالیں سے ہم سر کو اٹھا دیکھا |
| کاہش کا مری اب یہ کیا تجھکو تعجب ہے | بیمار ہوئے دل والا کوئی بھی بھلا دیکھا |
| آنکھیں گئیں پھر تجھ بن کیا کیا نہ عزیزوں بھی | پر تو نے مروت سے ٹک انکو نہ جا دیکھا |
| جی دیتے ہیں مرنے پر سب شہر محبت میں | کچھ ساری خدائی سے یہ طور نیا دیکھا |

اک دل کو گنوایا ہے یا رنج اٹھایا ہے
اے میر تجھے ہمنے کچھ آج خفا دیکھا

| | |
|---|---|
| ناگہ جو وہ صنم ستم ایجاد آگیا | دیکھے سے طور اسکے خدا یاد آگیا |

دل نے جون ہو عشق خوبان مین بھی کیا ہین رنگ ۔ چہرہ انکو غازہ ہوا ہونٹھونکا رنگ پان ہوا

تم جو گل سن او نکلے برق سو ہنستے لگی ۔ ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادھر گریان ہوا

جی سے جانا بن گیا اس بن مین پل مارتے ۔ کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آسان ہوا

جب سے ناموس جنون گردن بندھا ہو تب میر
جیب جان و البتہ زنجیر تا دامان ہوا

آیا ہے ابر جیب کا قبلہ سے تیرا تیرا ۔ مستی کے ذوق مین مین آنکھین بہت سی چہرا

خجلت سے ان لبونکے پانی ہو بہ چلے ہین ۔ قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب بیترا

جنون نے حوصلے سی دیوانگی بہین کی ۔ جا گہہ ہے اپنے جانا اپنا نہین وتیرا

اس رہزن سے ملک دل کیونکر کھوتہ میٹھین ۔ انداز و ناز اوچکے غمزہ ادھالی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحراے عاشقی کی ۔ شیرونکو اس جگہ پر ہوتا ہے قشعریرا

آئینے کو بھی دیکھو پر ٹک ادھر بھی دیکھو ۔ حیران چشم عاشق دیکھے ہو جیسے ہیرا

نیت یہ سب بنا ہی یان مسجد اک بڑی تھی ۔ پیر مغان ہوا سو اسکا بنا حظیرا

ہمراہ خون تلک ہو ٹک پانو نکے چھپے ۔ ایسا گناہ مجھسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لو ہو سینہ جوان کا چیرا

اس کلم وجان دل نے عالم کا جان مارا
زلفوں کی درہمی سے برہم جہان مارا

بلبل کا آشیان دم دلکو لگا ہمارے
ایسا انھوں نے جیسے چھاتی مین ان مارا

خون کچھ نہ تھا ہمارا مرکو زخاطر اسکو
لٹد اک ہمین بھی یون درمیان مارا

سر چشمہ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھکو
اس راہ زن نے غافل کیا کاروان مارا

صبر و حواس و دانش سب عشق کی زد مین
مین کا دش مژہ سے عالم جہان مارا

کیا خون کا مزا ہے ای عشق تجھکو لازم
ایک یک دم مین تو نے سو سو جوان مارا

ہم عاجزو نپہ کر یون کوہ غم گرا سے
جیسے زمین کے اوپر ایک آسمان مارا

کب جی بچے ہے یار و خوش رو وہ مو تبان سے
گر صبح بچ گیا تو پھر شام آن مارا

کتنے نہ تھے کہ صاحب اتنا کڑھا نہ کریے
اس غم نے میر تمکو جی سے ندان مارا

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جوان تھا
انداز سخن کا سبب شور و فغان تھا

جادو کی پری پرچہ ابیات تھا اسکا
منھ تکیے غزل پڑھتے عجب سحر بیان تھا

جس راہ سے وہ دل زدہ دلی سے نکلتا
ساتھ اسکے قیامت کا سا ہنگامہ رہن تھا

افسردہ نہ تھا ایسا کہ جون آب زدہ خاک
آندھی تھی بلا تھی کوئی آشوب جہان تھا

کس مرتبہ تھی حسرت دیدار مرے ساتھ
جو پھول مری خاک سے نکلا نگران تھا

کیا کہوں بیتابی شب سے کہ تا جا ان بغیر
دل مرے سینے میں دو دو ہاتھ اچھلا رہ گیا

کیا ہمیں کو یار کے تیغے نے کما کر دم کیا
ایسے بہتیرونکو یا اژدر نگل کر رہ گیا

دو قدم ساتھ اس جو کے چلا جاتا ہو جی
بو الہوس عیار تھا دیکھا نہ ٹل کر رہ گیا

آنکھ کچھ اپنی ہی اسکے سامنے ہوتی نہیں
جن نے وہ خونخوار و بیج دیکھی بل کر رہ گیا

ایک ڈھیری راکھ کی تھی صبح جائے میر پر
برسوں سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

طریق خوب ہو آپسمین آشنائی کا
نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

بلا ہو کنج قفس ہی کی بی پریمین خوب
کہ پر کی سال تلک لطف تھا رہائی کا

یہیں ہیں دیر و حرم اب تو یہ حقیقت ہے
دماغ کسکو ہی ہر در کی جبہ سائی کا

نہ پوچھ مہندی لگانیکی خوبیان اپنی
جگر ہے خستہ ترے پنجۂ حنائی کا

نہیں جہانمین کسطرف گفتگو دیسی
یہ ایک قطرۂ خون ہے طرف خدائی کا

کسو پہاڑ نہیں جو کوہکن سر سارین
خیال ہم کو بھی ہے بخت آزمائی کا

بجا رہا نہ دل شیخ شور محشر سے
جگر بھی چاہے ہے کچھ تھا منادی کا

رکھا ہے باز ہمیں دربدر کے پھرنے سے
سر و تنہ اپنی ہے احسان شکستہ پائی کا

ملا کہیں تو دکھا دینگے عشق کا جنگل
بہت ہی خضر کو غرہ ہے رہنمائی کا

| | |
|---|---|
| کہتے ہیں کہ تجھی کو جانتے ہیں | جاتا نہیں اضطرار تیرا |
| ہیں جیسے شتاب تو یہ ہے | کہہ دیتے ہیں وہ ہی راز تیرا |
| کچھ عشق و ہوس میں فرق بھی کر | کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا |

کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

| | |
|---|---|
| تجھ نگاہی کرے ہے جس تس کا | حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا |
| شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہوں | دل ہوا ہے چراغ مفلس کا |
| تھے برے مغبچے کے تیور لیک | شیخ میخانے سے بھلا کھسکا |
| داغ آنکھیں نکالتی ہیں سب | ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| بحر کم ظرف ہے بسان حباب | کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا |
| فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا | آج دامن وسیع ہے اس کا |

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

| | |
|---|---|
| آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آ جاتا | تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا |

وان گئے تو نامہ بر کو ہو کب جو اضطراب
مین جا لگی ہے لاگو ہون خط کے جواب کا

ٹپکا کرے ہے زہر ہی حرف اُس نگاہ سے
وہ چشم بھر رہے غصہ ناز و عتاب کا

لایق تمہارے بھی ہیں سے مصراع قد یار
مین معتقد ہون میر ترے انتخاب کا

خندہ دندان نما کرتا جو وہ کافر گیا
گوہر تر جون سرشک آنکھو سے سب کے گر گیا

کیا گذر کوئی محبت مین ہنسی کچھ کھیل ہے
پانون رکھا جسنے ٹک اُدھر پھر لگا سر گیا

کیا کوئی زیر فلک دیکھا کرے وقت غرور
ایک پتھر حادثے کا آلگا سر پر گیا

نیزہ بازان مژہ مین دل کی حالت کیا کہون
ایک ناکسی سپاہی دشمنون مین گھر گیا

بعد مدت اسطرف لایا تھا اسکو جذب عشق
بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا

تیز دست اتنا نہین وہ ظلم مین اب فرق ہے
یعنی لوہا تھا کڑا تیغ ستم کا گر گیا

سخت ہم کو میر کے مرجانے کا افسوس ہے
تجنے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا

اس مہ زبان نے حرف سخن آہ کب کیا
چپکے ہی چپکے اُن نے ہمین جان بلب کیا

طاقت سے میرے دل کی خبر تجکو کیا نہ تھی
ظالم نگاہ چشم ادھر کی غضب کیا

یکسان کیا نہین ہے ہمین خاک رہ سے آج
ایسا ہی کچھ سلوک کیا اُن نے جب کیا

جب رات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نکی
ناچار میر منڈ کری سی مار سو رہا

لعل پر کیب دل مرا مائل ہوا — اُس لب خاموش کا قایل ہوا
لڑ گئین آنکھین اٹھالی دل نے چوٹ — یہ تماشائی عبث گھایل ہوا
ناشکیبی سے گئی ناموس فقر — عافیت بوسے کا مین سایل ہوا
ایک تھی ہم دے ہوذ ہمت اگر — اپنا ہونا بیچ مین حائل ہوا

میر ہم کس ذیل مین دیکھ اُسکی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زائل ہوا

کوئی فقیر یہ اے کاشکے دعا کرتا — کہ مجھکو اُسکی گلی کا خدا گدا کرتا
کبھو جو آن کے ہمسے بھی تو ملا کرتا — تو تیرے جیمین مخالف نہ اتنی جا کرتا
چمن مین پھول گل اُسکی ہزار رنگ کھلے — دماغ کاشکے اپنا بھی ٹک وفا کرتا
فقیر بستی مین تھا تو ترا زیان کیا تھا — کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا
علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اسکا — جو کوئی اور بھی مجنون کی کچھ دوا کرتا
قدم کے چھونے سے استادگی مجھسے ہوئی — کبھو وہ یان تو مرے ہاتھ بھی لگا ہوتا
بڑی نتیجہ ہونیکی کا اس زمانے مین — بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا

177

عجب کیا جو اس زلف کا سایہ اثر — پھرے راتون کو بھی پریدار سا

نہین میسر مستانہ صحبت کا پاپ
مصاحب کرو کوئی ہشیار سا

حیران ہو لحظہ لحظہ طرز عجب عجب کا — جو رفتہ محبت واقف ہو اسکے ڈھب کا
کہتے ہین کوئی صورت بن معنی یان نہین ہے — یہ وجہ ہے کہ عارف مقصد لکھا ہے سب کا
نسبت درست جسکی اس دو سے پاتے — ہو درہم و برہم حال سکے زیر و ترتیب کا
افسوس ہے نہین تو انصاف دست ورنہ — شایان لطف و شمن شایستہ ہین غضب کا
سودائی ایک عالم اسکا بنا پھرے ہے — ہر چند جو لتی ہے وہ خال کنج لب کا
منہ اسکے منہ کے اوپر شام و سحر کہون ہون — اب ہاتھ سے دیا ہے سر رشتہ مین ادب کا

کیا آجکل سے اسکی بیپے توجہی ہے
منہ ان نے اسطرف سے پھیرا ہو میکب کا

سیکڑون بیکسون کا جان گیا — پر یہ تیرا نہ امتحان گیا
وائے احوال اس جفاکش کا — عاشق اپنا جسے وہ جان گیا
داغ حرمان ہو خاک مین بھی ساتھ — جی گیا پر نہ یہ نشان گیا
کل تہ آنے مین ایک یان تیرے — آج سو سو طرف گمان گیا

| | |
|---|---|
| اتفاق ایسے پڑے ہم تو منافق ٹھہرے | چرخ ناساز نے غیروں سے یار کیا |
| ایسے آزار اٹھانیکا ہمیں کب تھا دماغ | کوفت دلکی تو جینے سے بھی بیزار کیا |
| جی ہی جاتے ہیں عشق کے مشہور ہوئے | کیا کیا ہمنے کہ اس راز کو اظہار کیا |
| دیکھے اس ماہ کو جو کتنے مہینے گذرے | بڑھ گئی کاہش دل ایسی کہ بیمار کیا |
| نالۂ بلبل بیدل ہے پریشان کیا | موسم گل نے مگر رخت سفر بار کیا |

میر اے کاش زبان بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہم کو گرفتار کیا

| | |
|---|---|
| شب رفتہ میں اُسکے در پر گیا | سگ یار آدم گری کر گیا |
| شکستہ دل عشق کی جان گیا | نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا |
| ہوئے یار کیا کیا خراب اُس بغیر | وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا |
| کشندہ نظارہ کا ہے ناکردہ خون | مجھے دیکھکر مختصر ڈر گیا |

بہت رفتہ رہتے ہو تم اسکے اب
مزاج آپ کا میر کیدھر کو گیا

| | |
|---|---|
| بیطاقتی میں تو تو اے میر مر رہیگا | ایسی طپش سے دلکی کوئی جگر رہیگا |
| کیا ہے جو راہ دلکی طے کرتے مر گئے ہم | جوں نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہیگا |

ٹپکتے پلکوں سے رومال جھگڑی سر کا — طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدۂ تر کا

کبھو تو دیر میں ہو نہیں کبھو ہوں کعبہ میں — کہاں کہاں لیے پھرتا ہے شوق اس در کا

غم فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا — بچھا جو پھول اٹھا کوئی اسکے بستر کا

اسیر جیسے گئے ہیں ہو جاؤں نہیں تو ہو جاؤں — وگرنہ قصد ہو کس کو شکار لاغر کا

ہمیں کہ جلتے سو خوگر ہیں آگ میں ہے عیش — محیط میں تو تلف ہوتا ہے سمندر کا

قریب خط کا نکلنا ہوا سو خط موقوف — غبار دور ہو کس طور میرے دلبر کا

بتا کے کعبے کا رستہ اسے بھلا دوں آہ — نشان جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

کسو سے مل چلے تک وہ نہیں ہے سمت وفا — سلوک کا ہیکو شیوہ ہے اس ستمگر کا

شگفتہ پائی و لب بستگی پر اب کی بجا — چمن میں سو مرا انبلک بھی ہے پر کا

تلاش دل نہیں کام آتی اس زنخ میں گئے — کہ چاہ میں تو ہے مرنا پڑا شناور کا

پھرے ہو خاک ملے منہ پہ یا نمد پہنے — یہ آئینہ ہے نظر کردہ کس قلندر کا

نہ ترک عشق جو کرتا تو میر کیا کرتا
جفا کشی نہیں ہے کام ناز پرور کا

حلقہ بھی وہ زلف کمان کو چھپا رکھا — طاق بلند پر اسے سب نے اٹھا رکھا

اس منہ سے دل کی لاگ وہی متصل رہی — گو چرخ نے بصورت ظاہر جدا رکھا

یہی جیس دل کی گران قدر تھی
بہت روئے ہم شبنم و گل کو دیکھہ
مجھے اے دل چاک کیا شانہ کیا

دلے جب تلک تو خریدار تھا
کہ چسپان ہمین بھی کہین پیار تھا
کسو زلف سے کچھہ سروکار تھا

گیا میر یان سے کروگے جو یاد
کہوگے کہ مسکین عجب یار تھا

دل گیا مفت اور دکھہ پایا
مر گیا تس پہ سنگسار کیا
یہ شب ہجر سر کرے بے پری

ہوکے عاشق بہت مین پچھتایا
نخل ماتم مرا یہ پھل پایا
ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

صحن مین میر اے گل مہتاب
کیون شگوفہ تو کھلنے کا لایا

چاک کر سینہ دل مین پھینک دیا
تمکو جیتا رکھے خدا اے بتان
سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان

کھینچے ایذا ہمیشہ کس کی بلا
مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا
دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

اٹھہ گیا میر وہ جو بالین سے
پھر مری جان مجھہ مین کچھہ نہ رہا

جادو کرتے ہین ایک نگاہ کے بیچ — ہائے رے چشم دلبران کی ادا
بات کہنے مین گالیان دے ہے — سنتے ہو میرے بدزبان کی ادا
دل چلے جاتے ہین خرام کے ساتھ — دیکھی چلنے مین ان بتان کی ادا

خاک مین مل کے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسمان کی ادا

رہا مین تو عزت کا اعزاز کرتا — چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
ہوتا ہین حسرت مین محتاج گریہ — جو کچھ آنسوؤن کو پس انداز کرتا
نہ ٹھہرا ہے پاس دل ورنہ اتبک — اُسے ایسا ہی مین تو جانباز کرتا
جو جانو کہ در پہ ہے ایسا وہ دشمن — تو کاہے کو الفت سو مین ساز کرتا
تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ — مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلوگیر ہی ہو گئی یاد گوئی — رہا مین خموشی کو آواز کرتا

زیارت گہ کبک تو ہو بلا سے
تہہ آ میر کی خاک پر ناز کرتا

عید آئندہ تک رہیگا گلا — ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبا لوہو مین دیکھا سر خار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

اب تشنگان عشق کے ہیں کام کے وبال
لیا آپ کو جو ہوکے ضعیفی میں مین آب

تب قیس جنگلون کے تئین آگ دے گیا
ہم پھر چلے ہین دیدۂ لب ساز کے ہمین آب

اس سوز دل کو میر بہت روئی رات شمع
پھیرون پر ہم لائے ہین پھر پھر لگن مین آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہین شعر میر
دُر سے ہزار چند ہے اُنکے سخن مین آب

جیسا مزاج آگے تھا میرا سو کب ہے اب
ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے اب

سدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرور ہو گیا
ہر آن بیدماغی و ہر دم غضب ہے اب

وو ربط اسکی آہ عجب حالین ہین لوگ
کچھ بھی جو پاس وہ نہ کرے تو عجب ہے اب

طاقت کی حد ہے تاب جفا تھی سو ہو چکی
تھوڑی سی کوفت مین بھی بہت تعب ہے اب

دریا چلا ہے آج تو بوس و کنار کا
گر جی جلا دے کوئی دوا نا تو ڈھب ہے اب

جان بخشیان جو پیشتر از خط کیا کئے
انھین لبون سے خلق خدا جان بلب ہے اب

رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بھی تھی کوئی
رو پوش ہم سے یار جو ہے بے سبب ہے اب

ذی جاہ وہ اسی ہے نہ مجھکو ہے وہ دماغ
جانا مرا ادھر کو بشرط طلب ہے اب

جاتا ہون دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر
جو شب کو جایئے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

گذرے ہے میر لوٹتے دن رات آگ مین
ہے سوز دلسے زندگی اپنی ہمین عذاب

جوکہو تم سو ہے بجا صاحب
ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

سادہ ذہنی مین نکتہ چین تھے ہم
اب تو ہین حرف آشنا صاحب

نہ دیا رحم ٹک بتون کیا کم ہے
کیا کیا ہاے یہ خدا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے
اور کچھ تم سے کیسے صاحب

مہر افزا ہے منہ تمھارا ہی
کچھ غضب تو نہین ہوا صاحب

خط کے پھٹنے کا تمسے کیا شکوہ
اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب

پھر گئین آنکھین تم نہ آن پھرے
دیکھا تم کو بھی واہ وا صاحب

شوقِ رخ یاد لب غمِ دیدار
جی مین کیا کیا مرے رہا صاحب

بھول جانا نہین غلام کا جواب
یاد خاطر رہے مرا صاحب

کسنے سن شعر میر یہ نہ کہا
کہیو پھر ہاے کیا کہا صاحب

عجب صحبت ہی کیونکر صبح اپنی شام کرے اب
جہا تک آن بیٹھے ہم کہا آرام کرے اب

ہزارون خواہش مردہ سرو سے نکالا ہے
قیامت جی پہ ہے دیدار کو تک عام کرے اب

ردیف تا

قطعہ

گفتگو تھا ہردستے ہو نہ ہے جیبت نہ گلہ
سنکے آواز سگ یار رہے ہو ہم خاموش

خانقہ کی سی نہین بات خرابات کی بات
بولتے وان ہین جہان ہو دے سادہ اُنکی بات

منھ اُدھر اور سخن نہ برلبی غیر کے ساتھ
اس فریبندہ کی گفتنی ہو گھات کی بات

ایسے شیخ ہو چکا کب سے شہر مین شور
ہم سمجھتے نہین یہ شادی طامات کی بات

یکسر آشفتہ کی جمعیت دل تھی منظور
بال بکھرے ترے منھ پر کہین ہین اُنکی بات

گفتگو وصفو نسے اس ماہ کے کرتے اے میر
کاہش افزا ہے کردن اُسکی اگرذات کی بات

ہم سے جتنے رکھتے تھے دلداریان بہت
سو التفات کم ہے دل آزاریان بہت

دیکھین تو کیا دکھائے یہ افراط اشتیاق
لگتی ہین تیری آنکھین ہمین پیاریان بہت

جبتک ملے جلے سے جفائین نہین اٹھا سکین
کرنے لگے ہو اب تو ستمگاریان بہت

آزار مین تو عشق کے جاتا ہے بھول جی
یون ہوئین تھین تو یاد مین بیماریان بہت

شکوہ خراب ہونے کا کیا چاہتے ہین میر
ایسی تو اسے عزیز ہین یان خواریان بہت

یاد ایامی کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات
شور شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا رات

کام کیا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنون
سینہ چاکی اپنی مین شیوا کیا کرتا تھا رات

ہی کسکی صورت انکے اصوات و اعظا | لب دمی کی جنس کرے کو ہی پکار بات
آہو کو اسکی چشم سخن گو سے مت ملا | شہر یسے کر سکے ہی کہین بھی گنوار بات
یون بارگل سی لکی جھکے ہین نہال باغ | جھک جھک کے جیسے کرتے ہین دو چار یار بات
آزردہ دلکو حرف پہ لانیکا لطف کیا | کرتی جو خونچگان مرے لب سے گذار بات
مرجان کوئی کہے کوئی ان لبونکو لعل | کچھ رفتہ رفتہ پا ہی رہیگی قرار بات

یون چپکے چپکے میر تلف ہو گا کب تلک
کچھ ہووے پھر کر اس سے بھی کرا کبار بات

ہوتی ہو گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات | پر ہمسے تو تھمی نہ کبھو منہ پر آئی بات
جانے نہ تجھکو جو یہ تصنع تو اُس سے کر | تسپر بھی تو چھپی نہین رہتی بنائی بات
لگ کر تدرو رہگئے دیوار باغ سے | رفتار کی جو تیری صبا نے چلائی بات
کہتے تھے اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک | وہ آگیا تو سامنے اُسکے نہ آئی بات
اب تو ہوئے ہین ہم بھی ترے ڈھب سے آشنا | وان تو نے کچھ کہا کہ ادھر ہمنے پائی بات
بلبل کے بولنے مین سب انداز ہین مرے | پوشیدہ کب رہی ہی کسیکی اڑائی بات
بھڑکا تھا رات دیکھکے وہ شعلہ خو مجھے | کچھ دسیہ رقیب نے شاید لگائی بات
عالم سیاہ خانہ ہی کسکا کہ روز و شب | یہ شور ہے کہ دیتی نہین کچھ سنائی بات

## قطعہ

بلبل خموش و لالہ و گل دونوں سرخ و زرد
کل ہم بھی سیر باغ میں تھے ساتھ یار کے

تمسا دمجو بکلی اک نسترن کے بیچ
دیکھا تو اور رنگ ہے سارے چمن کے بیچ

## قطعہ

یا ساتھ غیر کے ہیں وہیسی بات چیت
یا پاس میر لگتی ہے جب ایسی آن کر

سو سو طرح کے لطف ہیں اک اک سخن کے بیچ
گویا زبان نہیں ہے تمھارے دہن کے بیچ

فرہاد و قیس و میر یہ آوارگان عشق
یو نہیں گئی ہے سبکے رہی منکی من کے بیچ

جوشش ہر چند نہیں یار کی گفتار کے بیچ
دیر لیکن ہے قیامت بھی دیدار کے بیچ

کسکی خوبی کے طلبگار ہیں عزت طلبان
خرف بکنے کو چلے آتے ہیں بازار کے بیچ

خضر و عیسیٰ کے تئیں نام کو جینا سن لو
جان ہے ورنہ کب اسکی کسو بیمار کے بیچ

گلے کیا بیچ تمھارے نہ تھی بیں عاشق کو
بال جو اور گھرنے لگے دستار کے بیچ

عشق ہے جسکو تر اُس سے تو رکھ دلکو جمع
زندگی کی نہیں امید اس آزار کے بیچ

ہم بھی اک ترک وفا ہی کرینگے کیا کریے
جنس یہ بکتی نہیں آپ کی سرکار کے بیچ

دیتی دشت جنون ہے کہ پھپھولے پا کے
ہیں لٹے موتی سے پروئے ہیں خار کے بیچ

یاں ناز سرکشی سے کیا دیکھتا نہیں ہے | گج اس چمن میں ٹھہری گل کی کلاہ تا چند
جب ماہ ادھر سے نکلا جاتا وہ گھر سے نکلا | رکھتا ہے داغ دیکھیں یہ اشتباہ تا چند

ایذا ابھی کھینچ چکے جو ہفتے عشرے کی ہو
اسطرح مرتے رہیے اے میر تا چند

تجھ بن اے نوبہار کے مانند | چاک ہے دل انار کے مانند
پہونچی شاید جگر تلک آتش عشق | اشک ہیں سب شرار کے مانند
کر دماغ اُسکی رہ سے اُٹھنے کا | بیٹھے اب ہم غبار کے مانند
کوئی نکلے کلی تو لالہ کی | اس دل داغدار کے مانند
سرو کو دیکھ غش کیا ہمنے | تھا چمن میں وہ یار کے مانند
ہنسکر سب گلے پڑے اُسکے | ہم بھی پھولوں کے ہار کے مانند
برق تڑپی بہت ولے نہوئی | اس دل بیقرار کے مانند

## قطعہ

اُن نے کھینچی تھی صیدگہ میں تیغ | برق ابر بہار کے مانند
اُسکے گھوڑے کے آگے سے نہ ٹلے | ہم بھی دبلے شکار کے مانند
زخم کھا بیٹھو جسگر پر مت | تو بھی مجھ دل فگار کے مانند

ردیف دال

اسیر میر نہ ہوتے اگر زبان نہ ہتی
ہوئی ہماری یہ خوش خوانی سحر صیاد

اڑے پھر آئے ڈر گئے شاید — بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید

سب پریشان دلی مین شب گذری — بال اسکے بکھر گئے شاید

کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتے خبر — صوفیان بے خبر گئے شاید

ہین مکان وسرا و جا خالی — یار سب کوچ کر گئے شاید

آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہین — دل کو لیکر مکر گئے شاید

لوہو آنکھون مین اب نہین آتا — زخم اب دل کے بھر گئے شاید

اب کہین جنگلون مین ملتے نہین — حضرت خضر مر گئے شاید

بیکلی بھی قفس مین ہے دشوار — کام سے بال و پر گئے شاید

شور بازار سے نہین اٹھتا
رات کو میر گھر گئے شاید

ہنی تھی مجھ اک اس سے مدت کے بعد — سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد

جدائی کے حالات مین کیا کہون — قیامت تھی ایک ایک ساعت کے بعد

موا کوہکن بے ستون کھود کر — یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

۱۹۴

کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سنکر
بارے نظر کرو ٹک اے مہربان ہمین پر

کیا کیا نہ ہمنے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہین آخر بیمار تیری خاطر

غیروں کی بیدماغی بیتابی چھاتی داغی
یہ سب ستم اٹھائے اے یار تیری خاطر

کیا جانیے کہ ہو تو کیا جنس بیش قیمت
جاتے ہین بکڑے جامی بازار تیری خاطر

اکبار تو نے آکر خاطر نرکھی میری
ہین جی سے اپنے گذرا سو بار تیری خاطر

ہین کیا کہ آہ کافر دین کے اکابرون نے
قشقے لگائے پہنے زنار تیری خاطر

گو دل دھسک ہی جاوے آنکھین اُبل آوین
سب پیچ پیچ کی ہے ہموار تیری خاطر

اک آن تیری آئی ایدھر جھکے سپاہی
سو سو مین مین نے کھینچی تلوار تیری خاطر

کیا چیز ہو تو پیارے مفلس ہین داغ تیرے
پیسے لیے پھرین ہین زردار تیری خاطر

تجھسے دو چار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

اے صبا گر شہر کے لوگون مین ہو تیرا گذار
کہیو ہم صحرا نوردون کا تمامی حال زار

خاک دلی سے جدا ہم کو کیا یکبار گی
آسمان کو تھی کدورت سو نکالا یون غبار

منصب بلبل غزلخوانی تھا سو تو ہوا اسیر
شاعری زاغ و زغن کا کیون نہووے اب شعار

خط کتابت سے یہ کہتے تھے نہ بھولینگے تجھے — آ دیکھے گھر یار کے تیری خبر کو بار بار

جب گیا میں یاد سے تب کس کا گھر کاہے کا یار — آفرین صد آفرین اے مردمانِ روزگار

اب بیابان در بیابان ہے مرا شور و فغان — گو چمن میں خوش کی تمنو میری جاتا رہا

ہے مثل مشہور یہ عسر سفر کو تاب ہے — طالع برگشتہ بھی کرتے ہیں اپنے مدد کار

اک پرافشانی میں بھی ہے یہ وطن گلزار سا — ساعتوں کی چھاتیاں نالوں سے ہووینگی فگار

منھ پر آوینگے سخن آلودہ خونِ جگر — کیوں کہ یاران نہان ہے چاک دل جون انار

اب کے لیکر تا سخن میں خونچکان تنکو ہے جگر — لیک ہی اظہار رہا کس سے بیان تنگ و دار

چپ بھلے گو تلخکامی کھینچئے آمین تیری — بیت کتنی طبع نازک پر ہوا اپنی ناگوار

آج سے کچھ بھیابی جو رکن مرسوم نہیں — انشا اہل دل سدا کھینچے ہیں رنج بیشمار

کام کے جو لوگ صاحب فن ہیں سو حوہین — بے تہی کرتے رہینگے حاسدان نابکار

بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے یہ حرف میر
کاہ کے جا ہے نہیں کسار ہوتے بے وقار

آغشتہ خون دل سے سخن تھے زبان پر — رکھے نہ تمنے کان تک اس داستان پر

کچھ ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز — آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

بے دلبری کے فن و فریب اتنی عمر میں — جھنجھلاہٹ اتنی آدو ہو آ سکیان پر

آئینے کی مشہور پریشان نظر ہے
تو سادہ ہے ایسون کو نہ دیدار دیا کر

سو بار کہا غیر سے صحبت نہین اچھی
اس حیف کو مجلس مین نہ تو بار دیا کر

کیون آنکھون مین سرمے کا تو دنبالہ رکھے ہے
مت ہاتھ مین ان مستون کے تلوار دیا کر

کچھ خوب نہین اتنا ستانا بھی کسو کا
ہے میر فقیر اسکو نہ آزار دیا کر

طاقت نہین ہے جان مین کڑھنا تعب ہے اور
بے لطفیان کرو ہو یہ تس پر غضب ہے اور

ہر چند چپ ہون لیک مرا حال ہے عجب
احوال پرسی تو نہ کرے تو عجب ہے اور

آنکھ اسکی اس طرح سے نہین پڑتی تک ادھر
اب خوب دیکھتے ہین تو چتونکا ڈھب ہے اور

کیا کہیے حال دلکا جدائی کی رات مین
گذری ہے کب کہانی کہو سو یہ شب ہے اور

دل لیچلے دکھا کے رخ خوب کو تبھی
اب منہ چھپا جو بیٹھے یہ حسن طلب ہے اور

اس دل لگے کے روگ کو نسبت مرض سے کیا
اپنا یہ جلنے رہنا ہے کچھ اور تب ہے اور

طور اگلے تیرے ملتے نہین اس طرح سے ٹک
وہ اور کچھ تھا ہمسے پیارے یہ اب ہے اور

کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب
آنکھیں کہین ہین اور سخن زیر لب ہے اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہین سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

| | |
|---|---|
| مرنے پہ جان دیتے ہین وارفتگان عشق | |
| ہے میر راہ و رسم دیار وفا کچھ اور | |

| | |
|---|---|
| چمکی ہے جب سے برق سحر گلستان کی اور | جی لگ رہا ہے خار و خس آشیان کی اور |
| وہ کیا دل لگی جفا مین کہ رفتگان | منہ کرکے بھی سوئے لحد پھر جہانکی اور |
| رنگ سخن تو دیکھ کہ حیرت سے باغ مین | رہ جاتے ہینگے دیکھکے گل اس دہانکی اور |
| آنکھین سی کھل ہی جائینگی جو مر گیا کوئی | دیکھا نہ کر غضب سے کسو خستہ جانکی اور |
| کیا بیخبر ہے رفتن رنگین عمر سے | جو ہے چمن مین دیکھ ٹک آب روانکی اور |
| یان تاب سعی کسکو مگر جذب عشق کا | لاوے اسیکو کھینچ کسو ناتوانکی اور |
| یا رب ہو کیا مزا سخن تلخ یار مین | رہتے ہین کان سب کے اسی بد زبانکی اور |
| یا دل و دیدہ تھی جگہ یا کہ تجھ بغیر | اب دیکھتا نہین ہے کوئی اس مکانکی اور |
| آیا کسے تکدر خاطر ہے زیر خاک | جاتا ہے اکثر اتو غبار آسمان کی اور |

| | |
|---|---|
| کیا حال ہو گیا ہے ترے غم مین میر کا | |
| دیکھا گیا نہ ہمسے تو ٹک اس جوانکی اور | |

| | |
|---|---|
| نئے طور سیکھے نکالے ڈھب اور | نگر اور تھے تب ہوئے ہو اب اور |
| ادا کچھ ہے انداز کچھ ناز کچھ | تہ دل ہے کچھ اور زیر لب ہے اور |

| | |
|---|---|
| تہ دیکھی ایک وا ستہ اپنی دلکی اس گلستان مین | کھلے پائی ہزارون غنچہ دلگیر بھی آخر |
| سر و کار آہ کبتک خامہ و کاغذ سے یون رکھیے | لکھے ہو انتہا احوال کی تحریر بھی آخر |

پھرے ہو باؤلا سا پیچھے ان شہری غزالونکے
بیابان مرگ ہو گا اس چلن سے میر بھی آخر

| | |
|---|---|
| رہ جاؤن چپ نہ کیونکے برا جیمین مان کر | آؤ بھلا کبھو تو سو جاؤ زبان کر |
| کہتے ہین چلتے وقت ملاقات ہو ضرور | جاتی ہین ہم بھی جانسے ٹک یکھو آن کر |
| کیا لطف تھا کہ میکدہ کی پشت بام پر | سوتے تھے مست چادر مہتاب تان کر |
| آیا نہ چل کے یان تئین وہ باعث حیات | مارا ہو ان نے جان سے ہم کو تو جان کر |
| ایسی ہو تیر دست ہو خونریز مین تو پھر | رکھو گے تیغ جور کی یک چند میان کر |
| یہ بیمروتی کہ نگہ کا مضائقہ | آتا تو میر یجان نہ مجھسے بیان کر |
| رنگین گور کرنی شہیدونکی رسم ہے | تو بھی ہماری خاک پہ خون کے نشان کر |
| رکھتا تھا وقت قتل مرا امیا زیا | سو خاک مین ملایا مجھے سب مین سان کر |
| تم تیغ جور کھینچ کے کیا سوچ مین گئے | مرنا ہے اپنا جیمین ہم آئے ہین ٹھان کر |
| وہ دن گئے کہ طاقت دل کا تھا اعتماد | اب یون کھڑے کھڑے نہ مرا امتحان کر |
| اُس گوہر مراد کو پایا نہ ہمنے میر | پایان کار مر گئے یون خاک چھان کر |

ردیف زای

ردیف ن

۲۰۰

عاشق کے اسکو گریۂ خونین کا درد کیا
آنسو نہین ہو آنکھ سے جسکے گرا ہنوز

کیا جانے وہ کہ گذری ہو یار ونکو جی پہ کیا
مطلق کسو سے اسکا نہین دل لگا ہنوز

برسون ہین نامہ بر سے مرا نام جو سنا
کہنے لگا کہ زندہ ہو وہ ننگ کیا ہنوز

کھنچھاتے رات کے تئین باچھین تو بہت کہین
ناواقف قبول ہے لیکن دعا ہنوز

کیا کیا کرے ہو جھتین قاصد سے لیتے خط
حالانکہ ہوا نہین حرف آشنا ہنوز

سو بار ایکدم مین گیا ڈوب ڈوب جی
پیمانہ عمر کی پائی نہ کچھ انتہا ہنوز

خط سے بیوفائی حسن اسکے آئینہ
ہم سادگی سے کرتے ہین چشم وفا ہنوز

سو عقدہ فرط شوق بہی جیتن و دل لگو یان
وان بند اس قبا کے نہین ہوتے وا ہنوز

یان میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب
وان دلبرونکو ہے وہی قصد جفا ہنوز

ہو میرے لو ہو رونے کا آثار سا ہنوز
کوچہ کوئی کوئی ہے چمن زار سا ہنوز

کبتک کھنچے گی صبح قیامت کی شام کو
عرصہ مین ہین کھڑا ہون گنہگار سا ہنوز

مدت ہوئی کہ خون جگر مین نہین رہے
جاتا ہو آنسوؤن کا چلا تار سا ہنوز

سایہ سا آگیا تھا نظر اسکا ایک دن
مبہوت مین پھرون ہون پریدار سا ہنوز

برسون سے گل چمن بے نہارے رنگ رنگ
نکلا نہین ہے ایک رخ یار سا ہنوز

خندہ و چشمک حرف و سخن زیر لبی
لیے جو اک ۔۔۔ و افسون ہو دلدار کے پاس

داغ ہونا نظر آتا ہی دلون کا آخر
یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

خط نمودار ہوئے اور بھی دل ٹوٹ گئی
یہ بلا نکلی نئی زلف شکن دار کے پاس

در گلزار پہ جانیکے نصیب اپنی کہان
یونہین ہی مریگا قفس کی کبھو دیوار کے پاس

کیا رکھا کرتے ہو آئینے سے صحبت ہر دم
ٹک کبھو بیٹھو کسی طالب دیدار کے پاس

دلکو یون لیتے ہو کھٹکا نہین ہونے پاتا
تربیت پائی ہی تمنے کسی عیار کے پاس

مورچہ جیسے لگے تنگ شکر کو آکر
خط نمودار ہے یون لعل شکر بار کے پاس

جسطرح کفر بندھا ہو گلے اسلام کہان
یون تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہین زنار کے پاس

ہم نہ کہتے تھے نہ مل مغبچون سے اے زاہد
ابھی تسبیح دھری تھی تری دستار کے پاس

نارسائی بھی نوشتے کی میر دور کھینچے
اتنی مدت مین نہ پہونچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط ایک تمھین میر ہی خم کش سے نہین
جب نہ تب یون تو نظر آتے ہو دو چار کے پاس

عزت نہین ہے دل کی کچھ اس دلربا کے پاس
بیٹھی ہو آرسی ہی دھری خود نما کے پاس

پھرون شب کو تم غم مین تری جاگتے رہے
ہوا نہین جگر سو گرے بیوفا کے پاس

راہ روش کھین ہین جدا درد مند عشق
زنہار یہ کھڑے نہین ہوتے دوا کے پاس

ردیف شین

| | |
|---|---|
| شش جہت اب تو تنگ ہی ہم پر | اس سے ہوتے نہ ہم دو چار ے کاش |
| مرتے بھی تو ترے ہی کوچے مین | ملتے یان جاے گور دار ے کاش |
| ان لبون کی گلی سے دل ہے بھرا | چل پڑی بات پیش یار ے کاش |

بے اجل میر اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار ے کاش

| | |
|---|---|
| کیا کہیے کیا رکھین ہین ہم تجھسے یار خواہش | یک جان و صد تمنا یکدل ہزار خواہش |
| لے ہاتھ مین قفس تک صیاد چل چمن تک | مدت سے ہے ہمین بھی سیر بہار خواہش |
| نے کچھ گنہ ہی دل کا نے جرم چشم اسمین | رکھتی ہی ہمکو اتنا بے اختیار خواہش |
| حالانکہ عمر ساری مایوس گذری تسپر | کیا کیا رکھین ہین اُسکے امیدوار خواہش |
| غیرت سے دوستی کی کسکس سے ہوجے دشمن | رکھتا ہی یار ہی کی سارا دیار خواہش |
| ہم مہر ورز کیونکر خالی ہون آرزو سے | شیوہ یہی تمنا فن و شعار خواہش |
| اٹھتی ہی موج ہر یک آغوش ہی کیصورت | دریا کو ہی یہ کسکا بوس و کنار خواہش |
| صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جادہ غیرت گل | عاشق کی ایک ہادے کیونکر قرار خواہش |
| یکبار گی ارادے اُس سے امید دل کی | اظہار کیجے کبتک یون بار بار خواہش |
| کرتے ہین سب تمنا پر میر جی نا تنی | رکھے گی یار ہم کو پایان کار خواہش |

قصد حج ہے تو شیخ کو لے چل
کعبے جانے کو یہ خبر ہے شرط

قلب یعنی کہ دل عجب زر ہے
اُسکے نظارے کو نظر ہے شرط

حق کے دینے کو چاہیے ہے کیا
یان نہ اسباب نے ہنر ہے شرط

دل کا دینا ہے سہل کیا اے میر
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

کرتے نہیں ہیں اُس سے نیا کچھ ہم اختلاط
ہوتا تھا اگلے لوگوں میں بھی باہم اختلاط

تک گرم میں ملوں تو مجھی سے ملے خنک
اوروں سے تو وہی ہو اُسے ہر دم اختلاط

ایسا ہو کہ شیخ دغا دیوے ہمنشین
ابلیس سے کرے ہو کوئی آدم اختلاط

بیگانگی مجھی سے چلی جاتی ہے خصوص
رکھتا ہو یوں تو یار سے یک عالم اختلاط

کس طور اتفاق پڑے صحبت اُس سے دیر
ہے میر بید ماغ و قیامت کم اختلاط

## ردیف عین

تیرے ہوتے شام کو گر بزم میں آجاے شمع
ہو خجل ایسی کہ منہ اپنا پھر دکھلائے شمع

کیا جلے جاتے ہیں تجھ بن دیے سے دیکھتے
گر یہی یا نکا ہو ڈھب تو حیف محفل وائے شمع

کسکے تئیں ہوتا ہو قطع زندگانی کا یہ شوق
سر کٹا نیکو گلی میں جمع ہیں گھائے شمع

| | |
|---|---|
| آخر کو بے کار سے پردہ اٹھ گیا | مقدور تک تو چھاتی نے ہمنے چھپائی داغ |

دل کی گرہ میں غنچۂ لالہ کے رنگ میر
سوز درون سے کچھ نہیں ہو اب سوائے داغ

## ردیف ف

| | |
|---|---|
| میلان دل ہو زلف سیہ فام کیطرف | جاتا ہو صید آپ سے اس دام کی طرف |
| دل بینا عدل داور محشر سے جمع ہے | کرتا ہو کون عاشق بدنام کی طرف |
| اس پہلوے فگار کو بستر سے کام کیا | مدت ہوئی کہ چھوٹے ہو آرام کی طرف |
| یک شب نظر پڑا تھا کہیں تو سوے بام | رہتی ہو کون چشم تری بام کی طرف |
| آنکھیں جنھوں کی زلف و رخ یار سے لگیں | وے دیکھتے نہیں سحر و شام کی طرف |
| جون چشم یار بزم میں اکلا پڑے ہو آج | تک دیکھ شیخ مے کی بھرے جام کیطرف |
| خارا شگاف و سینہ خراش ایک سی نہیں | لیکن نظر نہیں ہے تجھے کام کی طرف |
| دل پک رہے ہیں جنکو انھیں ہے ہمیں سے شوق | میلان طبع کب ہے کسو خام کی طرف |

دیکھی ہے جب سے اُس بُت کافر کی شکل میر
جاتا نہیں ہے جی تنک اسلام کی طرف

## ردیف قاف

میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہین تمنے بھی کیا ہے عشق

## ردیف کاف

دیکھی تھی تیرے کان کے موتی کی ایک جھلک — جاتی نہین ہے اشک کے رخسار کی ڈھلک
یارب شتیاق نکلتا ہے چال سے — ملتے پھرے ہین خاک مین کسکے لیے فلک
طاقت ہو جسکو دل مین وہ دو چار دن رہے — ہم ناتوان عشق تمھارے کہان تلک
برسون ہوے کہ جان کے جاتی نہین خلش — ٹک ہان گئے تھے آگے مرے وہ پھر پلک

آتے نہ ہاتھ میر کے میت پر کل نماز
تابوت پر تھی اسکے نپٹ کثرت ملک

عزت اپنی سبھی نہین ہے یار کو منظور ٹک — پاس جاتا ہون تو کہتا ہے کہ بیٹھو دور ٹک
حال میر اشہر مین کہتے رہینگے لوگ دیر — اس قیامت کے نہین ہونے تو دو مشہور ٹک
پشت پا مارے ہین شاہی پر گدا ہے کو عشق — دیکھو تم یان کا خدا کے واسطے دستور ٹک
چاہنے کا مجھ سے بے قدرت کا کیا ہو اقتضا — عشق کرنے کو کسو کے چاہیے مقدور ٹک
عشق تو سب کچھ تھا ہی ناحق جان دی کس واسطے — حوصلے سے بات کرتا کاشکے منصور ٹک
منکر حسن بتان کیونکر ہوے شیخ میر — عشق ہے اسکے آگے وہ آنکھو نسے ہے معذور ٹک

تو ہم ہیں اور آپ ہیں دیکسی کو دخل ہے
ہوتے ہیں فتنہ ساز یہی درمیان کے لوگ

مرتے ہیں اسکے واسطے یوں تو بہت وے
کم آشنا ہیں طور سے اس کام جان کے لوگ

پتیو کو اس چمن کے نہیں دیکھتے ہیں گرم
جو محرم روش ہیں کچھ اُس بد گمان کے لوگ

بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتے ہیں سب
خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستان کے لوگ

فردوس کو بھی آنکھ اٹھا دیکھتے نہیں
کس درجہ سیرچشم ہیں کوئی بتان کے لوگ

کیا سہل جیسے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہیں ہاے
یہ عشق پیشگان ہیں الٰہی کہان کے لوگ

منہ تکتے ہی رہے ہیں سدا مجلسوں کے بیچ
گویا کہ میر محو ہیں میری زبان کے لوگ

کیا عشق خانہ سوز کے دل میں چھپی ہے آگ
اک سارے تن بدن میں مرے پھک رہی ہے آگ

گلشن بھرا ہے لالہ و گل سے اگرچہ سب
پر اُس بغیر اپنے تو بھائیں لگی ہے آگ

پاؤں میں پڑ گئے ہیں پھپھولے مرے تمام
ہر گام راہ عشق میں گویا دبی ہے آگ

جل جل کے سب عمارت دل خاک ہو گئی
کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہے آگ

اب گرم و سرد دہر سے یکسان نہیں ہے حال
پانی ہو دل ہمارا کبھی تو کبھی ہے آگ

کیونکر نہ طبع آتشین اسکی ہمیں جلائے
ہم مشت خس کا حکم رکھیں وہ پری ہے آگ

کب لگ سکے ہے عشق جہان سوز کو ہوس
ماہی کی زیست آب سمندر کا جی ہے آگ

غنیمت جان فرصت آج کے دن | سحر کیا جانے کیا ہو شب ہے حامل
اگرچہ ہم نہین ملنے کے لائق | کسو طرح تو ہمسے بھی ملا مل
لیا زاہد نے جام بادہ کف پر | بحمد اللہ کھلا عقد انامل
وہی پہونچے تو پہونچے آپ ہم تک | نہ یان طالع رسانے جذب کامل
ہوا دل عشق کی سختی سے ویران | ملائم چاہیے تھا یان کا عامل

پس از مدت سفر سے آئے ہین میر
گئین وہ اگلی باتین تو ہے جاہل

## ردیف میم

کچھ نہ پوچھو بہک رہے ہین ہم | عشق کی مے سو چھک رہے ہین ہم
سوکھ غم سے ہوئے ہین کانٹا سے | پر دلو نہین کھٹک رہے ہین ہم
وقفۂ مرگ اب ضروری ہے | عمر طے کرتے تھک رہے ہین ہم
کیونکہ گرد علاقہ بیٹھ سکے | دامن دل جھٹک رہے ہین ہم
کون پہونچے ہے بات کی تہ کو | ایک مدت سے بک رہے ہین ہم
اُنسے دینے کہا تھا بوسۂ لب | اُس سخن پر اٹک رہے ہین ہم
نقش پا سے رہی ہین کھل آنکھین | کسکی یون راہ تک رہے ہین ہم

سرون پہ ہاتھ کبھی تیغ پر کبھو اسکا | کچھ ایک قسم نہین ہے آشنا کی قسم

جدال دیر کی رہیان شین کہان تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تمھین خدا کی قسم

ابھی کمی ہی جاتی ہو سب گشت ہوس ظالم | ای ابر ترا گرنا ک دھر بھی برس ظالم
صیاد بہار اگلی سب لوٹ گیا یہین | تک باغ تلک لے چل بیڑ بھی قفس ظالم
کس طور کوئی تجھسے مقصود کرے حاصل | نے رحم ترے جی مین نے دل مین ترس ظالم
کیون سر چڑھے ناحق ہم محبت سیا ہونکے | مت بیچ مین پگڑے بالونکو گھرین ظالم
جون برین دنا تھا جون برق تو ہنستا تھا | صحبت نرہی یون ہی یک آدھ برس ظالم
کیا کھوئی ہوئی محفل یان گرم حکایت کے | چل برہ مین کچھ کہنا مانند جرس ظالم
مطلق نہین گنجایش اب حوصلے مین اپنے | ازار کوئی کھینچے یون کب تئین بس ظالم
سر رشتہ ہستی کو ہم دیکھے ہاتھون سے | کچھ ٹوٹے ہی جاتی ہین اب تار نفس ظالم

تا چند رہیگا تو یون داغ غم اس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری اے میر مجلس ظالم

محرم سے کسو دربدر ہون کا ٹکے اب ہم | بیوجہ غضب ہیگا پوچھین جو سبب ہم
تدبیرین کرین ہنسی تن ارزون کی | افراط سے اندوہ کی ہین آپ مین عجب ہم

کچھ ہند ہی مین میر نہین لوگ جیب چاک
ہو میرے ریختون کا دوانا دکن تمام

جنت سیہ کی نقل کرین کس سے چال ہم — سنہدی لگی قدم سے ہوی پائمال ہم

کیونکر نہ اس چمن مین ہون اتنے نڈھال ہم — یان پھول سونگھ سونگھ کے ہین بیوصال ہم

یا ہر گلی مین سیکڑون جن جا ملیح تھے — یا زلف و خط کو دیکھتے ہین خال خال ہم

گذری ہی جی مین گہ وہ کہن گاہ وہ کمر — کیا جانین لوگ رکھتے ہین کیا کیا خیال ہم

جاتی نہین اٹھائی یہ اب سرگرانیان — مقدور تک تو اپنی سے گئے ٹال ٹال ہم

لوہو کہان ہو گریۂ خونین سے تن کے بیچ — کرتے ہین منھ کو اپنے طمانچون سے لال ہم

وہ تو یہی ہو کہ مرتے ہین سب تیرے طور پر — حور و پری کو جان کی کب ہین وبال ہم

گذرے ہے سبکو کی جدائی دلون پہ شاق — منھ نوچ نوچ لے ہین علی الاتصال ہم

منظور سجدہ ہی ہمین اس آفتاب کا — ظاہر مین یون کرین ہین نا زوال ہم

ظاہر ہوا انھین بھی ہمارے دم اور ہوش — آئے نہ پھر تمھارے گئے تک بحال ہم

مطلق ہمانمین رہنے کو جی چاہتا نہین — اب تم بغیر اتنے ہوئے ہین وبال ہم

نقصان ہوگا اسمین تہ ظاہر کما تلک — ہو وینگے جس زمانے کے صاحب کمال ہم

تھا کب گمان ملیگا وہ دامن سوار میر — کل راہ جاتے مفت ہوئے پائمال ہم

دل پریشان مجھ سے ہو کے گل کے رنگ | آنکو جون غنچہ کیونکر آہ مین یکجا کرون
ایک چشمک ہی چلی جاتی ہو گل کی بیرہ | یعنی بازار جنون مین جاؤن کچھ سودا کرون
خوار تو آخر کیا ہے گلیو مین تو نے مجھے | تو سہی اے عشق جو تجکو بھی مین رسوا کرون
خاک اڑانا اشک افشان آن نکلو مین تو یہ | دشت کو دریا کرون بستی کے تئین صحرا کرون
کعبے جانے سے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا شوق | چال وہ بتلا کہ مین لین کسو کے جا کرون

اب کی ہمت صرف کر جو اس سے جی اچھے مرا
پھر دعا اے میر ست کر یو اگر ایسا کرون

کیا کوفتین اٹھائین ہجران کی درد و غم مین | تڑپا ہزار نوبت دل ایک ایک دم مین
گر قیس ستھہ کو نوچے فرہاد سر کو چیرے | یکیا عجب ہی ایسے ہوتے ہین لوگ ہم مین
اہل نظر کسو کو ہوتی ہے کم بصیرت | آنکھوں کے اندھے ہم تو مدت رہے حرم مین
کلفت مین گذری ساری مدت تو زندگی کی | آسودگی کا ستھراب دیکھین گے ہم عدم مین

کرتے ہین میر ملکر واعظ سے جس دم کا
کیا یہ بھی آ گئے ہین اس پوچ گو کی دم مین

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان | اس سے آنکھین لگین تو خواب کہان
بیکلی دل ہی کے تماشا تھی | برق مین ایسے اضطراب کہان

ہستی اپنی ہی بیچ مین پردا
ہم نہ ہووین تو پھر حجاب کہان
گریۂ شب سے سرخ ہین آنکھین
مجھ بلا نوش کو شراب کہان
عشق ہے عاشقون کے جلنے کو
یہ جہنم مین ہے عذاب کہان
داغ رہنا دل و جگر کا دیکھ
جلتے ہین اس طرح کباب کہان
محو ہین اس کتابی چہرے کے
عاشقون کو سر کتاب کہان
عشق کا گھر ہے میر سے آباد
ایسے پھر خانمان خراب کہان

دیکھے ہین کیا کیا ڈھلکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق ہین

| | |
|---|---|
| کرتے ہین جو کہ ہمین ٹھانے ہین | خوبرو کسکی بات مانے ہین |
| ہین تو خوبان کو جانتا ہی ہون | پر مجھے یہ بھی خوب جانے ہین |
| جا ہمین اُس گلی مین گر رہنا | ضعف و بے طاقتی بہانے ہین |
| پوچھ اہل طرب سے شوق اپنا | وے ہی جانے جو خاک چھانے ہین |
| اتنو افسردگی ہی ہے ہر آن | دے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین |
| قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور | اب مرے عہد مین فسانے ہین |
| دل پریشان تمھین تو خوش ہو لوگ | عشق مین جنکے جی ٹھکانے ہین |
| مشک و سنبل کہان وہ زلف کہان | شاعرون کے یہ شاخسانے ہین |

عشق کرتے ہین اُس پریرو سے
میر صاحب بھی کیا دیوانے ہین

| | |
|---|---|
| آپ اُس جنس کے ہین ہم بھی خریدار نہین | بگڑی جاتی ہی جسکے لیے بازار نہین |
| باغ فردوس کا ہو رشک وہ کوچہ لیکن | آدمی ایک نہین اُسکے ہوادار نہین |
| ایک کے بھی وہ بُرے حال مین آیا نہ کبھو | لوگ اچھے تھے بہت یار کی بیمار نہین |

کیا کیا تامل اس فکر مین گیا گھل — سمجھا نہ آپکو مین کیا جانیے کہ کیا ہون

ہوتا ہو گرم کیا تو اے آفتاب خوبی — یک آدھ دم مین مین تو شبنم نمط ہوا ہون

پیری سے جھکتے جھکتے پہونچا ہون خاک تک مین — وہ سرکشی کہان ہی اب تو بہت دبا ہون

مجکو بلا ہے وحشت لے میر دور اس سے
جا گہہ سے جب اٹھا ہون آشوب سا اٹھا ہون

کوچمین بستر میر کا مطلق اثر نہین — کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہین

ہے عاشقی کے بیچ ستم دیکھنا ہی لطف — مرجانا آنکھین موند کے یہ کچھ ہنر نہین

کب شب ہوئی زمانہ مین جو پھر ہوا نہ روز — کیا اے شب فراق تجھی کو سحر نہین

ہر چند ہمکو مستو نسے صحبت رہے ہی لیک — دامن ہمارا ابر کے مانند تر نہین

گلگشت اپنے طور پہ ہے سو تو خوب یان — شایستہ پر بدن گلزار پر نہین

کیا ہو جی حرف زن گند دوستی سے آہ — خط لیگیا کہ راہ مین پھر نامہ بر نہین

آنکھین تمام خلق کی رہتی ہین اسکی اور — مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہین

کہتے ہین سب کہ خون ہی بہتا ہو اشک چشم — زانو تو گر بکا ہے یہی تو جگر نہین

جا کر شراب خانے مین رہتا نہین تو پھر
یہ کیا کہ میر جمعہ ہی کی رات گھر نہین

ان دلبروں کی آنکھ نہیں جائے اعتماد — جبتک ہیں یہ چاہیے پیش نظر رہیں
فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل — کل کی بھی دیکھ لیوینگے کل ہم اگر رہیں

تیغ و تبر رکھا نہ کرو پاس میر کے
ایسا نہو کہ آپ کو ضائع وہ کر رہیں

دلکو لکھوں ہوں آہ وہ کیا مدعا لکھوں — دیوانوں کو جو خط لکھوں بتلاؤ کیا لکھوں
کیا کیا القاب ہیں شوق کے عالم میں یار کے — کعبہ لکھوں کہ قبلہ اُسے یا خدا لکھوں
حیران ہو میر حال میں کہنے لگا طبیب — اس دردمند عشق کی میں کیا دوا لکھوں
وحشت نے دونکو نامہ لکھوں ہوں تو کسطرح — مجنون کو اسکے حاشیے پر میں دعا لکھوں

کچھ رد و بد ہوئے پہ جو سلجھے تو سلجھے میر
جی کے الجھنے کا اُسے کیا ماجرا لکھوں

جیسے ہو اسکی ابروے خمدار درمیان — رہتی ہو تیرے خلق کی تلوار درمیان
برپا ہوا ہجوم سے یک حشر تازہ وان — آیا جہان کہین قدم یار درمیان
اس کام جا نہیں ہم میں ہوا حجاب چشم — یون ہے آہ کب تئین دیوار درمیان
سو بار اس سے فتنے نہایت اٹھے ولے — دیکھی نہ ہمنے وہ کمر یکبار درمیان
کیا کہیے آہ جسکو قیامت ہے انتظار — آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیان

| | |
|---|---|
| شب آنکھون سے دریا سا بہتا رہا | انھین نے کنارے لگایا ہمین |
| ہمارا نہین تم کو کچھ پاس رنج | یہ کیا تمنے سمجھا ہے آیا ہمین |
| لگی سر سے جون شمع پاتک گئی | سب اس داغ نے آہ کھایا ہمین |
| جلین پیش و پس جیسے شمع و پتنگ | جلا وہ بھی جسنے جلایا ہمین |
| ازل مین ملا کیا نہ عالم کے تئین | قضانے یہین دل ولایا ہمین |

رہا تو تو اکثر الم ناک میر
ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمین



| | |
|---|---|
| کیا عبث مجنون پے محمل ہے میان | یہ دوانا یا ولا عاقل ہو میان |
| قند کا کون اسقدر مائل ہو میان | جو ہے اُن ہونٹھون ہی کا قایل ہو میان |
| ہمنے یہ مانا کہ واعظ ہے ملک | آدمی ہونا بہت مشکل ہے میان |
| چشم تر کی خیر جاری ہے سدا | سیل اس دروازیکا سائل ہے میان |
| مرنیکے پیچھے تو راحت سچ ہے لیک | بیچ مین یہ واقعہ حائل ہے میان |
| دلکی پامالی ستم ہے قہر ہے | کوئی یون دلتا ہے آخر دل ہے میان |
| آج کیا فردا ے محشر کا ہراس | صبح دیکھین کیا ہو شب حائل ہو میان |
| دل تڑپتا ہے بہین کیا جانیے | کس شکار انداز کا بسمل ہے میان |

ہو تم جو میری خبر لی فرط شوق وصل
کیا جانو دل کسو سے تمہارا لگا نہیں

آئینے بڑے تک نہیں اٹھی تری نظر
اس شوق کس کے منہ سے تجھے کچھ حیا نہیں

رنگ گل و بو تو دلکش و دلچسپ ہیں کمال
لیکن ہزار حیف کہ گل میں وفا نہیں

تیر ستم کا تیری ہدف کب تلک رہوں
آخر جگر ہے لوہے کا کوئی توا نہیں

اُٹھے تو آنکھیں ڈھونڈ رہا تھیں ادھر وادھر
اک دو دن میں دیکھیے یاں کیا ہو کیا نہیں

اٹھے ہو میر دیر سے تو کعبے چل رہو
معلوم کا ہے کو ہو تمہارا رہے خدا نہیں

کیا کہیں آتش ہجران سے گلے جاتے ہیں
چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلی جاتی ہیں

گوہر گوش کسو کا نہیں جی سے جاتا
آنسو موتی سے مرے منہ پہ ڈھلے جاتے ہیں

ہیں مسدود ہی کچھ راہ وفا ورنہ ہم
سب کہیں نامہ و پیغام چلے جاتے ہیں

یاد خوباں گل و داغ نہیں لیتے ہی ساتھ
شہر باغ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں

حیرت عشق میں تصویر سے رفتہ ہی رہے
ایسے جاتے ہیں جو ہم بھی تو چلے جاتے ہیں

بھر کے کوفت جو کھنچے ہیں انھیں سے پوچھو
دل لیے جاتے ہیں جی اپنے لیے جاتے ہیں

یاد قد میں ترے آنکھوں سے بہے ہیں جو ہیں
گر کسو باغ میں ہم سرو تلے جاتے ہیں

دیکھیں پیش آوے ہے کیا عشق میں اب سنبل
ہم بھی اس راہ میں سر گاڑے چلے جاتے ہیں

| | |
|---|---|
| ابھی کیا جانیے بیان کیسا سمان ہو | نہ پیرے باعث شور و فغان ہو |
| خدا جانے ملاپ اس سے کہان ہو | یہی مشہور عالم ہین دو عالم |
| وہین شاید کہ اُسکا آستان ہو | جہان سجدہ مین ہم نے غش کیا تھا |
| اگر ہر مو مرے تن پر زبان ہو | نہوے وصف اُن بالونکا مجھسے |
| تمھاری کس طرح خاطر نشان ہو | جگر تو چھن گیا تیرون کے مارے |
| خدائی مین اگر ایسا مکان ہو | نہ دل سے جا خدا کی تجھکو سوگند |
| تمنائے دل و آرام جان ہو | ہم آئے تارک تمنا ہوکے رہیے |
| کہیجو کوئی گر جی کے امان ہو | ملے تک اب کہ اوسنے مار ڈالا |

## قطعہ

| | |
|---|---|
| کہو جو کچھ کہ جا ہو مہربان ہو | سنا ہے چاہ کا دعوے تمھارا |
| اگر پایہ محبت درمیان ہو | کنارا یون کیا جاتا نہین پھر |

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہین اب میر
تمھاری بات کیا ہے تم جوان ہو

| | |
|---|---|
| اس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباہات کرو | مت سگ یار سے دعوائے مساوات کرو |
| متصل ہو سکے تو ہم سے ملاقات کرو | صحبت آخر ہے پیارے نہ کرو پھر افسوس |

طول رکھتا ہے درد دل میرا — لکھنے بیٹھوں تو خط ترسل ہو
ہو جو مجھ یاد کش کے عرش مین تو — جبکہ قلقل سے شیشے کے قل ہو
دیر رہنے کی جا نہین یہ چمن — بوے گل ہو صفیر بلبل ہو
مجھ دیوانے کی مت ہلا زنجیر — کہین ایسا نہو کہ پھر غل ہو

منکشف ہو رہا ہے حال میر
کاش ٹک یار کو تامل ہو

سب حال سے بیخبر ہین یہان تو — یہ ہم زدہ شہر ہے جہان تو
اس تن پہ نثار کرتے لیکن — اپنی بھی نظر مین ٹھہرے جان تو
برباد نہ دے کہین سراسر — رہتی تھین شمع سان زبان تو
کیا اسکے گئے ہے ذکر دل کا — ویران پڑا ہے یہ مکان تو
کیا کیا نہ عزیز خوار ہونگے — ہونے دو اسے ابھی جوان تو
غنچے سے لگے منہ تمھارے لیکن — صحبت کا اسے بھی ہو دہان تو
کیا اس سے رکھین امید بہبود — پھرتا ہے خراب آسمان تو
یہ طالع نارسا بھی جاگین — سو جاے ٹک اسکا پاسبان تو
مت تربت میر کو مٹاؤ — رہنے دو غریب کا نشان تو

زنہار اپنی آنکھ میں آتا نہیں وہ عید
پھوٹا دو سار جیسکے جگر میں نہ تیر ہو

ہوتے ہیں مسکدے جوان شیخ جی بڑے
پھر درگذر یہ کرتے نہیں گو کہ پیر ہو

کسطرح آہ خاک مذلت سے ہیں اٹھوں
افتادہ تر جو مجھسے مراد ستگیر ہو

حد سے زیادہ جور و ستم خوشنما نہیں
ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو

دم بھر نہ تجھسے دلیش آنکھوں نہیں ایک پل
اتنے قدیہ تم بھی قیامت شریر ہو

ایسا ہے اسکے گھر کو ہی آباد دیکھو
جس خانمان خراب کا یہ دل مشیر ہو

## قطعہ

تسکین دل کے واسطے ہر کم بغل کے پاس
انصاف کرتے کب نہیں مخلص حقیر ہو

ایک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ملا یار کہیں اس صید فگن سے بسمل کین کو
زرافشاں کیجو خون اپنے سے اسکے دامن زین کو

لگے دے سا لیتہ ساعت نہ جیتے ہے پیار
کبھو رنگ تو آتا ہی ہمارے دلکی تسکین کو

پیتے جاتے نہیں ہیں لب ہوکے گھونٹ پر مجھسے
بہت پی گیا ڈرتے تیرے میں اشک خونین کو

اگر دیکھیں یار کو محشر ہمارے خون ناحق کا
دکھا دینگے ہم محشر میں اسکے دست رنگین کو

بجز حیرت نہیں دیکھی کوئی شکل پھر اس سے
دکھایا ہمنے گر چہرہ ترا صورت گر چین کو

یار خصوصیت تو رہی اپنی اسکے ساتھ
میر اکہو جو حال تو اس سے جدا کہو

آشفتہ سو حواس پریشان خراب حال
دیکھو مجھے تو خبطی دوانہ سڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر جی
خط تمنے جو لکھا اسے کیا کیا لکھا کہو

رکھے گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو
جی میں ہمنے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو

قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا پیش سحاب
ایکدن تو ٹوٹ پڑ اے دیدۂ تر ہو سو ہو

بند میں نازو نعم ہو کے رہے کیونکر فقیر
یہ فضولی ہو فقیری میں میسر ہو سو ہو

آگے کوچے سے تیرے جانا ہو لگیں ان پر جو اب
تیرباراں ہو کے برسے تیغ یکسر ہو سو ہو

صاحبی کیسی جو تمکو بھی کوئی تم سا ملا
پھر تو خواری بیوقاری بندہ پرور ہو سو ہو

کتنے لک فریاد کرتے یوں پھریں اب قصد ہے
داد لیجے اپنی اس ظالم سے اڑکر ہو سو ہو

بال تیرے سر کے آگے تو جیوں کے ہیں وبال
سر منڈا اگر ہم بھی ہوتے ہیں قلندر ہو سو ہو

سختیاں دیکھیں تو ہے چند کچھ آنا ہر عشق
دلکو ہمنے بھی کیا ہے اب تو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہیں ٹھہرا ہے تیرا اور غیروں کا بگاڑ
ہیں شریک اے میر ہم بھی تیرے بہتر ہو سو ہو

جوں غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو
گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اٹھ چلا کرو

جی مین تو ہے کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر مین ہوا نہو

ملتفت ہوتا نہین ہے گاہ تو
کس قدر مغرور ہے اللہ تو

مجھسے کتنے جان سے جاتے رہے
کسکی میت کے گیا ہمراہ تو

بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے
حال سے میرے نہین آگاہ تو

اُسکے دل مین کام کرنا کام ہے
یون فلک پر کیون نہ جاے آہ تو

فرش ہین آنکھین ہی تیری راہ مین
آہ ٹک تو دیکھ کر چل راہ تو

جی تلک تو منھ نہ موڑین تجھسے ہم
گر جفا وجور خاطر خواہ تو

کاہش دل بھی دوچندان کیون نہو
آنکھ مین آوے نہ دو دو ماہ تو

دل وہی کیا کی ہے یون ہی چاہیے
اے زہے تو آفرین وواہ تو

میر تو تو عاشقی مین کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجکو
محل شکر ہے آتا نہین گلا مجکو

تنک شراب ضعیف الدماغ ہوساقی
دم سحر مے پُر زور مت پلا مجکو

پڑا ہے کوئی مردا ساکب تلک خاموش
ہلا کہین لب جان بخش کو جلا مجکو

۲۳۱

۲۳۳

| | |
|---|---|
| یاد جب آتی ہے وہ زلف سیاہ | سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ |
| کھل گیا منہ اب تو اس محبوب کا | کچھ سخن کی بھی نکل آویگی راہ |
| شرم کرتے تھے مرا سر کاٹ کر | سو تو تونے اور ٹیڑھی کی کلاہ |
| یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز | دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یون نباہ |
| دین مین اس کافر بے رحم کے | اجر اک رکھتا ہے خون بے گناہ |
| پتھرون سے سینہ کوبی مین نے کی | دل کے ماتم مین مری چھاتی سراہ |
| مول لے چک مجکو آنکھین موند کر | دیکھ تو قیمت ہے میری اک نگاہ |
| لذت دنیا سے کیا بہرہ ہمین | پاس ہے رنڈی ولے ہے ضعف باہ |
| روٹھ کر کیا آپ کے ملنے مین لطف | ہووے وہ بھی تو کبھو ٹک عذر خواہ |
| ضبط جتیرا ہی کرتے ہین ولے | آہ اک منہ سے نکل جاتی ہے گاہ |
| اُسکے رونے رفتہ ہی آئین ہین یان | آج سے تو کچھ نہین یہ جی کی چاہ |
| دیکھیے بہتے دھوکے اُس رخسار کے | دایہ منہ دھوتی جو کہیے ماہ ماہ |

شیخ تونے خوب سمجھا میر کو
واہ وا اسے بے حقیقت واہ واہ

| | |
|---|---|
| ہمسے کیون الجھا کرے ہو اے ناسمجھ | کج طبیعت جو مخالف ہین انھون سے جا سمجھ |

بند پکے درد دل کو کوئی نہین پوچھتا
ہر ایک کے حقیقت یان ہے خدا رسیدہ

کیا وسوسے مجکو غربت جیسے کا یان
نکلا نہ میرے دل سے یہ خار نا خلیدہ

ہم کاڑھ کر جگر بھی آگے تمہارے رکھا
پھر یا نصیب اس پر تم جو ہوئے کبیدہ

سائے سے اپنی وحشت ہمکو رہی ہمیشہ
جون آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ

منظور کی نظر تھی جو دار کی طرف سے
پھل وہ درخت لایا آخر سر بریدہ

ذوق سخن ہوا ہے اتنو بہت ہمین بھی
لکھ لیتے میر جی کے کچھ شعر چیدہ چیدہ

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ
چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ

وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ
جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ

عشق مین ترک سر کئے ہی بنے
مشورت تو بھی کر کلاہ کے ساتھ

ہو اگرچہ آسمان پہ ولے
نسبت اُس مہ کو کیا ہے ماہ کے ساتھ

سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر
چشم اپنی تھی گرد راہ کے ساتھ

جاذبہ تو ان آنکھون کا دیکھا
جی کھنچے جاتے ہین نگاہ کے ساتھ

میر سے تم برے ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

پھرتی ہیں اسکی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ
رہتا ہے آب دیدہ یان تا گلے ہمیشہ

تصویر ایک دن ہووے تو کوئی کھینچے
تڑپے جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ

اک اس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرتا
کچھ جا کہین تو کرتا آرے ہلے ہمیشہ

لبتک وفا کریگا یون حوصلہ ہمارا
در پیشی درد اکثر غم جی ملے ہمیشہ

اس جسم خاکی سے ہم مٹی مین اٹ رہے ہین
یون خاکمین کہانتک کوئی رہے ہمیشہ

آئندہ در و ند و باد سحر کیو تر
قاصد نیا ادھر کو کبتک چلے ہمیشہ

مسجد مین چلکے ملیے جمعے کے دن بنے تو
ہوتے ہین میر صاحب وان دن ڈھلے ہمیشہ

آدم کتنے ہین یا ہو غم سے گر احوال کچھ
جان بلب رہتے ہین پر کہتے نہین ہین حال کچھ

بے زری سے داغ ہین لیکن لبون پر مہر ہے
کہیے حاجت اپنی لوگون سے جو دے ہون مال کچھ

کام کو مشکل دل پر آرزو نے کر دیا
یاس کلی ہو چکی تو پھر نہین اشکال کچھ

دل ترا آیا کسو کے پیچ مین جو سدھ گئی
متصل بکھری رہا کرتے ہین منھ پر بال کچھ

ماہ سے ماہی تلک سو داغ ہین ہین مبتلا
کیا بلا ہے جان ہو میر تمھارا حال کچھ

ایکدن کنج قفس مین ہم کہین رہ جائینگے
بیکلی گل بن بہت رہتی ہے اکے سال کچھ

کیا اس تشبانہ کے لونڈے کا اتنا شوق ہے میر
بہ چلی ہے دیکھکر اسکو تمھاری رال کچھ

ردیف یا

کسکو لاکے کہ نہ لوہو مین ڈبایا اسکو
اُسکے شمشیر کی جدول بھی بہا کیا کیا کی

جان کے ساتھ ہی آخر مرض عشق گیا
جی بھلا تک نہ ہوا ہمنے دوا کیا کیا کی

اُسنے چھوڑی نہ طرح جور وجفا کی ہرگز
ہمنے یون اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی

سجدہ اک صبح ترے در کا کرون اس خاطر
مین نے محراب مین راتون کو دعا کیا کیا کی

آگ سی پھکتی ہی دن رات ربا کی تئین
جان غمناک ترے غم مین جلا کیا کیا کی

میر نے ہونٹھون سے اُسکے نہ اٹھایا جی کو
خلق اوسکے تئین یہ سکے کہا کیا کیا کی

کب تلک حوال یہ جب کوئی تیرا نام لے
عاشق بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے

ناتوانی سے اگر مجھ مین نہین ہے جی تو کیا
عشق جو چاہے تو مردیسے بھی اپنا کام لے

پہلوی عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے بجا
دلسے آفت ہو بغل مین جسکے کیا آرام لے

اب دل لان پھر اُس زلف سیہ مین جا چکا
آج یہ بیمار دیکھین کسطرح سے شام لے

شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مست ناز
چاہتا ہو تو بھی تیرے ہاتھ سے اک جام لے

دلکی آسایش نہین امکان زلف یار مین
یہ شکار مضطرب ہو دم نہ زیر دام لے

عزت ای پیر مغان کچھ جا چیونکی ہے ضرور
آئے ہین تیرے کنے ہم جامۂ احرام لے

کیا ملا مفتی کا لونڈا سر چڑھا ہے اندنون
آدمی ہے گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

بیٹھیں ہیں دیکھو تو دریا کے رواں تھیں ہیں — جوش و خروش یہ سنے تب ہم لگے کنارے

لانے نہیں ہو مطلق سر تم فرد خد لے — یہ ناز خوبرویان بندے ہیں ہم تمھارے

گو لی تو ماہ پارہ اس کہی رواق ہیں ب — چشمک نی میں سکو یون ہی نہیں ہیں تارے

الک کر گئے نہ سوے اس منھ پر منھ نہ رکھا — جی سے گئے ہم آخران حسرت نگے مارے

بیتابی ہو دلونکو بیخوابی ہے شبون کو — آرام و صبر دونون مدت ہوئی سدھارے

آفاق میں جو ہوتے اہل کرم جو سنتے — ہم برسون رعد آسا بیتاب ہو پکارے

جل تجھیے اب تو بہتر مانند برق خاطف — جون ابر کسکے آگے دامن کوئی پسارے

ہمنے تو عاشقی میں کھویا ہے جان کو بھی
صد شکر میر جی کے دے ڈھونڈھتے ہیں وارے

اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے — کیا کیا نہال دیکھتے یان پانوں آ لگے

حرص و ہوس کے بازیہ دل تو خوب ہے — ہو قہر اس کلی کے تئیں گر ہوا لگے

تلخ اتنو اپنے جی کو بھی لگنی ہو اس نمط — جیسے کسو کے زخم پہ تیزاک دوا لگے

کسکو خبر ہے کشتی تباہونکے حال کی — تختہ مگر کنارے کوئی بہکے جا لگے

ایسے لگے پھرے ہیں تب سایکے روش — جلنے دے ایسے حور پری سے بلا لگے

وہ ہی چمن فرد زتو بلبل ہے سامنے — گل ایسے منھ کے آگے بھلا کیا بھلا لگے

| | |
|---|---|
| ہر کوئی اس مقام مین دس روز | اپنی نوبت بجائے جاتا ہے |
| کھل گئی بات تھی سو اک اک پر | تو وہی منھ چھپائے جاتا ہے |
| یان ملپیتھن نگل گیا وان غیر | اپنی ٹھکی لگائے جاتا ہے |
| روئیے کیا دل جھگڑے کے تئین | جی بھی یان پر تو ہائے جاتا ہے |
| کیا کیا ہے فلک کا مین کہ مجھے | خاک ہی مین ملائے جاتا ہے |
| نہ جھبین کچھ ہے اسکے تئین ہر گام | عرق شرم آئے جاتا ہے |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| جائے غیرت ہے خاکدان جہان | تو کہان منھ اٹھائے جاتا ہے |
| دیکھ سیلاب اس بیابان کا | کیا ہی سر کو جھکائے جاتا ہے |

وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

| | |
|---|---|
| لکھیے مین جان اب تجھے ہم دوری بتان سے | آئے ہین پھر کے یار وابکی خدا کے یان سے |
| تصویر کے سے طایر خاموش رہتے ہین ہم | جی کچھ اچٹ گیا ہے اب نالہ و فغان سے |
| جب کوندتی ہے بجلی تب جانب گلستان | رکھتی ہے چھیڑ میری خاشاک آشیان سے |
| کیا خوبی اسکے منھ کی اے غنچے نقل کریے | تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے وہان سے |

مرتے ہوئے بھی ہمکو صورت نہ آ دکھائی — وقت اخیر اچھا منھ کو چھپا کے بیٹھے
عزلت نشین ہوئے جب دل داغ ہو گیا تب — یعنی کہ عاشقی مین ہم گھر جلا کے بیٹھے
جو کفر جانتے تھے عشق بتان کو وہ ہی — مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے
شور متاع خوبی اس شوخ کا بلا تھا — بازاری سب دکانین اپنی بڑھا کے بیٹھے
کیا اپنی اور اسکی اب نقل کریئے صحبت — مجلس سے اٹھ گیا وہ ٹک ہم جو آ کے بیٹھے
کیا جانے تیغ اسکی کب ہو بلند عاشق — یون چاہیے کہ سر کو ہر دم جھکا کے بیٹھے

**قطعہ**

پھولونکی سیج پر سے جو بیدماغ اٹھے — سند پہ ناز کی کے جو تیوری چڑھا کے بیٹھے
کیا غم اسے زمین پر بے برگ و ساز کوئی — خار و خسک ہی کیون نہ بستر بچھا کے بیٹھے

وادی قیس سے پھر آئے نہ **میر** صاحب
مرشد کے ڈھیر پر دے شاید کہ جا کے بیٹھے

جاتے ہین قتل گہ سے ترا اختیار ہے — پھر جائین جو گئی ہین سو وہ پر غبار ہے
ہم آپ سے گئے سو آئی کہان گئے — مدت ہوئی کہ اپنا ہمین انتظار ہے
بس وعدۂ وصال سے کم دے مجھے فریب — آگے ہی مجھکو تیرا بہت اعتبار ہے
سرتابی اس سے طائر قدسی نہ کر سکے — اس ترک صید بند کا وہ تو شکار ہے

جیتے رہینگے کیونکر ہم لے طبیب نادان
بیمار ایسے تیر مطلق دوا نہ پہونچے

لائق ترے نہین ہے خصمی خیر لیکن
دم باز کیون کہ دے جبتک سزا نہ پہونچے

ہر چند ہیر خوبان سر مسجد و نہین مارے
پر اُنکے دامنون تک دست دعا نہ پہونچے

ہین آہ دل کا رکنا بیجا نہین ہمارا
کیا حال ہووے اُسکا جسکو ہوا نہ پہونچے

اپنے سخن کی اس سے کسطور راہ نکلی
خط اسطرف نجاوے قاصد کو کیا نہ پہونچے

وہ میر شاہ خوبی پھر قدر دور اسکی
درویش بینوا کی اُس تک صدا نہ پہونچے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
گفتار اُسنے کبر سے رفتار ناز سے

یون کب ہمارے آنسو پچھین ہین تو شیخ
دیکھا نہ ہوا در مزہ بنشم یار سے

خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ پوچھ
سر شمع کا کٹے ہے زبان دراز سے

اب جا کسو درخت کے سائے مین بیٹھیے
اسطور پھریے کب تئین بیبرگ و ساز سے

یہ کیا کہ دشمنو ہمین بے مجھے سان نے لگے
کرنے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے

مانند شمع کے ہی پڑے ہین اپنے اشک
کچھ جلتے جلتے ہوگئے ہین ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدے مین میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

جو سب چلے گئے لیکن یہاں ملی نہیں اپنی — صبا دامن آتشین تو کو مخالف کچھ لگا دیوے

کوئی بھی میر سے دلریش سے یون دور پھرتا ہے
تک اس درویش سے مل چل کہ تجھکو کچھ دعا دیوے

کیا خور ہو طرف یار کے روشن گری سے — ماتا ہے حضور اسکی چراغ سحری سے

سبزان چمن ہو دین برابر ترے کیونکر — لگتا ہے ترے سائے کو بھی ننگ پری سے

ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک — مارے گئے ہین لوگ بہت بیخبری سے

ایک ہین عنایان تیری تو ہین سو سو — اب حد برائی ہوئی اس عشوہ گری سے

زنجیر تو پانو میں لگی رہنے ہمارے — کیا اور ہو رسوا کوئی آشفتہ سری سے

جب لب ترے یاد آتے ہین آنکھون سے ہمارے — تب ٹکڑے نکلتے ہین عقیق جگری سے

عشق آنکھون کے نیچے کیے کیا میر چھپے ہے
پیدا ہے محبت تری مژگان کی تری سے

کچھ کرو فکر مجھ دیوانے کی — دھوم ہے پھر بہار آنے کی

دل کا اس کنج لب سے دیں ہیں نشان — بات لگتی تو ہے ٹھکانے کی

وہ جو پھرتا ہے مجھ سے دور ہی دور — ہے یہ تقریب جی کے جانے کی

تیز یوں ہی نہ تھی شب آتش شوق — تھی خبر گرم اسکے آنے کی

| | |
|---|---|
| ہے خیال نہ کیون ایسے ماہ طلعت کا | اندھیرے گھر کا ہمارے وہی اجالا ہے |
| دلونکو کہتے ہین ہوتی ہو راہ آپسمین | طریق عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے |

ہزار بار گھڑی بھر مین میر مرتے ہین
انھون نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

| | |
|---|---|
| بے مہر و وفا ہے وہ کیا رسم وفا جانے | الفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے |
| دل دھڑکے ہی جاتا ہے کچھ تجھ سے کہنے کو | اس راہ مین پیش آوے کیا ہمکو خدا جانے |
| ہر محو رخ اپنا تو اپنی ہی مین ہر ساعت | صورت ہو جو کچھ دلکی سو تیری بلا جانے |
| کچھ بند ھی تھی اس باغ مین کیا گذری ہے | جز زخم جگر اپنے جون غنچہ چھپا جانے |
| کیا سینے کو جلنے کو سینہ مین کے اڑاتا ہون | جب آگ لگے کوئی گھر کو اسطور لگا جانے |
| مین مٹی بھی لیجاؤن دروازے تک اسکے تو | اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانے |
| اپنے تئین بھی کھانا خالی نہین لذت سے | کیا جانے ہوس پیشہ چکھے تو مزا جانے |
| یون شہر مین بہتیرے آزاد ہندے ہین | تب جانیے جب کوئی اس ڈھب سے بنا جانے |
| کیا جانون رکھو روزے یا دو روپو شب کو | کردار وہی اچھا تو جسکو بھلا جانے |

آگاہ نہین انسان اے میر نوشتے سے
کیا چاہیے ہے پھر جو طالع کا لکھا جانے

کوئی ہو دل کھنچے جاتے ہین ادھر — فضولی ہے تجسس یہ کہ کیا ہے
مرو نہین اسمین پارہ جاؤن جیتا — یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہے
صبا ادھر گل ادھر سرو ادھر — اسیکے باغ مین ابتو ہوا ہے
تماشا کردنی ہے داغ سینہ — یہ پھول اس تختے مین تازہ کھلا ہے
ہزاروں ان نے ایسی کی ادائین — قیامت جیسے ایک اسکی ادا ہے
جگر افسوس کی ہے بعد چندے — ابھی تو دل ہمارا بھی بجا ہے

قطعہ

جو چپکے ہون کہے چپکے ہو کیون تم — کہو جو کچھ تمھارا مدعا ہے
سخن کریے تو ہووے حرف زن یون — بس اب منہ موندلے مین نے سنا ہے

قطعہ

کب اس بیگانہ خو کو سمجھے عالم — اگرچہ یار عالم آشنا ہے
نہ عالم مین ہے نے عالم سے باہر — یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

لگا مین گرد سر پھرنے تو بولا
تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

دیوانگی مین گاہ ہنسے گاہ رو چلے — وحشت بہت تھی طاقت دل ہاتھ کھو چلے

جو جھلکی ہے سرہ پلکین کہین نہ دیکھی
جب تو نے زبان چھوڑی تب کا بیکا تر زبانا

دل جا ہے جون رخ کے شبنم نے کہا گل سے
خط سمر زمانہ نخی ہمنے بھی لکھا اسکو

رنگ گل و بوی گل ہوتے ہین ہوا دونون
اسکو تنے رکے ہے کب دریا جو بہا چاہے

ہے صرفہ کہو کیون نہ جو کچھ کہ کہا چاہے
اب ہم تو چلے یا نسے رہ تو رہا چاہے

نہ دلکی لکھے کیونکر عاشق جو لکھا چاہے
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بھی چلا چاہے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

اکثر ہونکو اسکی خاطر خواہ کیونکر دیکھیے
گرچہ زردی رنگ کی بھی عمرہی ہو دیکھیے

ایکی لگا ہم سے پڑ دیکھیے اور جیسے کہ ان سے پردہ دیکھیے
آتے ہو جب جہان یان آنکھون مین آ بیٹھے ہوا

اشک بر سرخی ابھی ہے ہو تو آگے ہمنشین
دیر و کعبے سے بھی تک جھپکی نہ چشم شوخ یار

پہر ہے یون سجدگی کنج مین تو حسن کیا
برسون گذرے خاک ملتے منھ پر آئینے کی طور

سو طرف جب دیکھیے تب تک ادھر دیکھیے
منھ مرا دیکھو ہو کیا یہ کیفیت ہی پر دیکھیے

اور دل اپنا بھی جلتا ہے بہت پھر دیکھیے
دیکھیے ہمکو تو دین بیمار مضطر دیکھیے

رنگ لاوے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھیے
شوق کی افراط سے تا چند گھر گھر دیکھیے

عشق جب ہی تب گلے کو زیر خنجر دیکھیے
کیا غضب ہو آنکھ اٹھا کر تک ترا ادھر دیکھیے

## قطعہ

گہ سرگذشت آنی فرہاد کی نکالے | مجنون کا گاہے قصہ بیٹھا کہا کرے ہے

ایک آفت زمان ہے یہ **میر** عشق پیشہ
پردے مین سارے مطلب اپنے ادا کرے ہی

یارین تلخ زندگانی تھی | دوستی مدعی جانی تھی

سر سے اسکے ہوا گئی نہ کبھو | عمر برباد یو نہین جانی تھی

لطف پر اسکے ہمنشین مت جا | کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی

ہاتھ آتا جو تو تو کیا ہوتا | برسون تک ہمنے خاک چھانی تھی

شیب مین فائدہ تامل کا | سوچنا تب تھا جب جوانی تھی

میرے قصے سے سب کی گئین نیندین | کچھ عجب طور کی کہانی تھی

عاشقی جی ہی لے گئی آخر | یہ بلا کوئی ناگہانی تھی

اس رخ آتشین کی شرم سے رات | شمع مجلس مین پانی پانی تھی

پھر سخن نشنوی ہے دلسے ہی | رات ایک آدھ بات مانی تھی

کوئی قاتل سے بچ کے نکلا خضر | اسی مین اوسکی زندگانی تھی

فقر پر بھی تھا میر کے اک رنگ | کفنی پہنے سو زعفرانی تھی

مشتاق ہم جو ایسے سو ہم ہی ہے بے پردا
جب سطر سے نکلے تب منھ کو اپنے ڈھانکے

ہو پوچھا ر عالم جاتا ہے یاں سے اچھا
اس خاکدان میں بکر کیا کوئی خاک پھانکے

کل باغ میں گئے تھے رونے چمن چمن ہم
کچھ سرو ہیں جو پائے انداز اس قد کے

جانان کی وہ سو آنکھیں جس کی تس کی ٹک ہی میں
رفتہ ہیں لوگ سارے یاں پاؤں کے نشانکے

خمیازہ کش رہی ہے اے میر شوق سے تو
سینے کے زخم کے کہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

برسوں ہوئے گئے ہوئے اس کو بام سے
کاہش مجھے جو ہے وہی ہوتی ہے شام سے

تنہا اسیر ہوتے جو ہم یک اٹھا غبار
سوجھا نہ ہم کو دیر تلک چشم دام سے

دنبال ہر نگاہ ہے صد کاروان اشک
پیرے ہے چشم تیری بھی دھوم دھام سے

کہو اس ہاں تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو
رہتا ہے ہمکو عشق میں کام اپنے کام سے

یوسف کے پیچھے جو زلیخا جست ہوئی
کب صاحبی ہو دل ایسے غلام سے

لڑکے ہزار جھولی میں پتھر لیے ہیں ساتھ
مجنون پھرا ہے کا ہیکو اس اژدہام سے

وہ ناز سے چلا کہیں حشر ہو چکے
پھر بجت آپڑیگی ایسے خرام سے

جھک جھک سلام کرنے سے گردن ہو اور
ہو بیٹھے نا امید جواب سلام سے

شب دن گئے کہ رات کو یکجا معاش تھی
آتا ہے اب تو ننگ اسے میر نام سے

ٹھہرے نہ چرخ تیلی پہ انجم کی چشم شوخ ۔۔۔ اس قصر مین لگا جو ہو کیا لاجورد سے

کس سے جدا ہوئے ہین کہ ایسے ہین دردمند
منہ میر جی کا آج نہایت ہی زرد ہے

وہ کہان دھوم جو دیکھے گئے چشم تر سے ۔۔۔ ابر کیا کیا اٹھے ہنگامے سے کیا کیا برسے

ہو برافروختہ وہ بیت ہوے احمر سے ۔۔۔ آگ نکلی ہے تماشے کے تئین تیھر سے

ڈھب کچھ اچھا نہین برہم زدن مژگا نکا ۔۔۔ کاٹ ڈالیگا گلا اپنا کوئی خنجر سے

تھا تو شیشے مین کہ یون سوکھ کے مرنے ہمین ۔۔۔ استخوان تن پہ نمودار ہین سب مسطر سے

یونتو دسن گز کی زبان ہم بھی تہان رکھتے ہین ۔۔۔ بات کو طول نہین دیتے خدا کے ڈر سے

سیر کرنے جو چلے ہے کبھو وہ فتنہ خرام ۔۔۔ شہر مین شور قیامت اٹھی ہر ہر گھر سے

عشق کے کوچہ مین پھر پاؤن نہین رکھتے ہم ۔۔۔ ابکی ٹل جاتی ہے کلول یہ اگر سر پر سے

پھر کی اس سے توقع غلطی اپنی تھی ۔۔۔ کہین دلداری ہوئی بھی ہے کسو دلبر سے

کوچۂ یار ہے کیا طرفہ بلاخیز مقام ۔۔۔ آتے ہین فتنہ و آشوب چلے اُدھر سے

ساتھ سوتا جو گیا اُسکا بہت دل تڑپا
برسون پھر میر پہ پہلو نہ لگے بستر سے

مرا دل پیر مرشد ہو مجھے ہے اعتقاد اس سے ۔۔۔ فراموش آپ کو کرنا محبت مین ہے یاد اس سے

شمس و قمر کے دیکھے جی اُس مین جا رہے ہے — اُس دلفروز کی بھی رخسار ایسے ہی تھے

دامن کے پاٹ سارے تختے ہوئے چمن کے — ایسے سرشک خونین درکار ایسے ہی تھے

تو ہو نہ کیون رلائے انکا گداز ہونا — یہ دل جگر ہمارے غمخوار ایسے ہی تھے

ہر دم جراحت آسا کب بنتے تھے ٹپکتے — یہ دیدۂ تمہین کیا خونبار ایسے ہی تھے

آزردہ دلونکا جیسا کہ تو ہے ظالم — اگلے زمانہ مین بھی کیا یار ایسے ہی تھے

ہو جائے کیون نہ دوزخ باغ زمانہ ہم پر — ہم بے حقیقتون کے کردار ایسے ہی تھے

دیوار سے پٹک سر مین جو موا تو بولا — کچھ اس ستمزدہ کے آثار ایسے ہی تھے

اک حرف کا بھی اونکو دفتر ہے گرد کھانا
کیا کہیے میرجی کے بستار ایسے ہی تھے

کبھو میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

خرابی دلکی کیا اب وہ درد و غم سے پوچھو ہو — وہی حالت ہی جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہے

شکست اُس رنگ آئی بیخودی غش مین دل کو — نشے مین منت سے جیسے کہ شیشہ پھوٹ جاتا ہے

نہ یون ہووے کہ اٹھ جاؤن کہ ہو افسوس کی جاگہ — جب ایسا طائر خوش لہجہ پھنس کر چھوٹ جاتا ہے

نہین کچھ عقل مین آتا کہ دیوانہ سا میر ادھر
کبھو آتا جو ہے کدھر کو مارے روٹھ جاتا ہے

۲۵۵

بوگئی کمھلائے جاتی ہو نزاکت ہائے رے | ہاتھ لگتے میلی ہوتی ہو لطافت ہائے رے
یار بے پروا و مغرور اور مین بے اختیار | بیٹھ کچھ جاتی نہین منت سماجت ہائے رے
سختی کھینچی کوہکن نے قیس نے رنج و تعب | کیا گئی برباد ان یارونکی محنت ہائے رے
شور اٹھتا ہو جو ہوتی جلوہ گر ہو نار سے | پہنچا قد کا بلا آفت قیامت ہائے رے
خانقہ والی ہر کچھ تنہا نہین الفت مین خوار | کیسون کیسونکی گئی ہے مفت عزت ہائے رے
عشق مین افسوس سا افسوس اپنا کر چکے | زیر لب کہتے ہے ہم ایک مدت ہائے رے

ریختے ہی کے ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ واری چشم وابرو قد و قامت ہائے رے

رشتہ کیا ٹھہر لگا یہ جیسے کہ مو نازک ہے | چاک دل پلکوں سے مت سی کہ رفو نازک ہے
شاخ گل کا سا اس لطف سے لچکے ہو کہین | لاگ والا کوئی دیکھے تجھے تو نازک ہے
چشم انصاف سے رخ کو اٹھا دیکھو لے | گل کے منہ سے تو گئی پردہ رو نازک ہے
لطف کیا دیوے تمھین نقش حصیر درویش | بوریا پوشوں سے پوچھو تو یہ تو نازک ہے
بیرے کھاتا ہے تو اٹتا ہو نظر یان کا رنگ | کسقدر ہائے رے وہ جلد گلو نازک ہے
گل سمجھکر نہ کہین بیکلی کرنے لگیو | بلبل اس لالۂ خوش رنگ کی خو نازک ہے
رکھی تا چند خیال اس سر پر شور کا میر | دل تو کاشانہ ہی کرے ہو کہ سبو نازک ہے

| | |
|---|---|
| ہیں پاؤں اسکے نازک گل برگ سے بجا ہے | عاشق جو ہو نگند رہیں آنکھوں نکے تئیں بچھاوے |
| یوں خاک منہ پہ ملکر کتنیک پھرا کریں ہیں | یارب نہیں پھٹے تو یہ رد سیہ سماوے |
| اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سناوے | تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یہاں لگاوے |
| ترک بتان کا مجھسے لیتے ہیں قول یونہیں | کیا اسپے ہاتھ اٹھاؤں گو آہیں جان جاوے |
| عاشق کو کیسے ہی بنتی ہے عاشقی ہیں | کیا جان جسکی خاطر شرمندگی اٹھاوے |

جیسیں بگڑ رہا ہے تب میر چپ ہو بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتیں بنا کے لاوے

| | |
|---|---|
| یہ کنے بیٹھے گھٹا جاتا ہے جی | کاہشیں کیا کیا اٹھا جاتا ہے جی |
| یوں تو مردیسے پڑے رہتے ہیں ہم | پر وہ آتا ہے تو آ جاتا ہے جی |
| ہائے اسکے شربتی لب سے جدا | کچھ تبا سا سا گھلا جاتا ہے جی |
| ایکی اوسکی راہ میں جو ہو سو ہو | یاد بھی آتا ہے یا جاتا ہے جی |
| کیا کہیں تسپے کہ اس شعلہ بغیر | جی ہمارا کچھ چلا جاتا ہے جی |
| عشق آدم میں نہیں کچھ چھوڑتا | ہولے ہولے کوئی کھا جاتا ہے جی |
| اٹھ چلے پر اسکے غش کرتے ہیں ہم | یعنی ساتھ اسکے چلا جاتا ہے جی |
| آنہیں پھرتا وہ مرنے وقت بھی | حیف ہے اسمیں رہا جاتا ہے جی |

چلی یہاں سے کسو کی پھر آنکھیں ہیں چپکیں — جب پیرہن گل بھی اس خوبی سے چھلس جاوے

ہے میر عجب کوئی درویش برشتہ دل
بات اسکی سنو تم چھاتی بھی کھلس جاوے

میر دریا ہے سنی شعر زبانی اسکی — اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اسکی

خاطر باد یہ سے دیر میں جاویگی کہیں — خاک مانند بگولے کے اڑانی اسکی

ایک ہی عہد میں اپنے وہ پراگندہ مزاج — اپنی آنکھوں میں نہ آیا کوئی ثانی اسکی

منہ تو بوچھار کا دیکھا ہے برستے تمنے — اسی انداز سے تھی اشک فشانی اسکی

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا — پر ملی خاک میں کیا سحر بیانی اسکی

کرکے تعویذ رکھیں اسکو بہت بھاتی ہے — وہ نظر پانوں پہ وہ بات دوانی اسکی

اسکا وہ عجز تمھارا یہ غرور خوبی — منتیں ان نے بہت کیں پہ نمانی اسکی

کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پر اے رشک بہار — رقعہ واریں ہیں یے اوراق خزانی اسکی

سرگزشت اپنی کس اندوہ سے سب کہتا تھا — سو گئے تم نہ سنی آہ کہانی اسکی

مرثیے دل کے کئی کہکے دیے لوگوں کو — شہر دلی میں ہے سب پاس نشانی اسکی

میان سے نکلی ہی پڑتی تھی تمھاری تلوار — کیا عوض چاہ کا تھا خصمے جانی اسکی

آبلے کی سی طرح ٹھیس لگی پھوٹ بھی — دردمندی میں گئی ساری جوانی اسکی

| | |
|---|---|
| تنگ گریبان میں سر کو ڈال کے دیکھ | دل بھی دامن وسیع صحرا ہے |
| دلکشی اسکے قد کی سی معلوم | سرو بھی یون جوان رعنا ہے |

دست و پا گم کیے ہیں تونے میر
تیری بے طاقتی سے پیدا ہے

| | |
|---|---|
| وہی شورش ہوئے پر بھی ہے تنک سا یہان میرے | ہمارے آشیانہ میں جلے ہیں استخوان میرے |
| عزیزان غم میں اپنے یوسف گم گشتہ کی ہردم | چلے جاتے ہیں آنسو کاروان در کاروان میرے |
| ہماری دشمنی ہم دستوں نے لا نہایت کے | وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہربان میرے |
| لب و لہجہ غزلخوانی کا کسیکو آجکل ایسا | گھڑی بھر کو ہوئی مرغ چمن ہمداستان میرے |
| نظر سے پڑتی پر کرکہ آنسو جہان پھرون | ہوئے پرواز کے قابل ہی تونے پہچان میرے |
| کہا تک سر کو دیوار نسے یوں ہاکرے کوئی | رکھو ہیں اس پہ پیشانی نصیب ایسے کہان میرے |
| مجھے پامال کر یکسان کیا ہے خاک سے تو بھی | وہی ہے تا ہو صبح و شام کینہ آسمان میرے |
| خزان کی یاد حضرت میں گلستن کے نظارہ تھے | تبرک ہو گئے یکدست خار آشیان میرے |
| کہا میں شوق میں طفلان نے بازار کی کیا کیا | سخن مشتاق ہیں بیشتر کے پیر و جوان میرے |
| زمین سر پر اٹھالی ایک نے رفتار رنگین سے | خرامان ناز سے ہو تو ہی اے سرو روان میرے |

سخن کیا میر کریے حسرت و اندوہ حرمان کے

جیسے دیکھا اسکو ہمنے جی ڈہا جاتا ہے میر
اس خرابی کے یہ چشم رو سیہ پانی ہوئے

جنون کا عبث میرے مذکور ہے — جوانی دیوانی ہے مشہور ہے
کہو چشم خونبار کو چشم تر — خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے
فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہ — کہ منہ سے ترے نسبت دور ہے
گدا شاہ دونون ہین دل باختہ — عجب عشق بازی کا دستور ہے
قیامت ہی ہوگا جو رفع حجاب — نہ بے مصلحت یار مستور ہے
ہم اب ناتوانون کو مرنا ہے صرف — نہین وہ کہ جینا بھی منظور ہے
ستم مین ہمارے قسم ہے تمھین — کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے
نیاز اپنا جس مرتبے مین ہے یان — اُسی مرتبے مین وہ مغرور ہے
ہوا حال بندے کا گو کچھ خراب — خدائی ابھی اُسکی معمور ہے

گیا شاید اُس شمع رو کا خیال
کہ اب میر کے منہ پہ کچھ نور ہے

آج کچھ بیحجاب ہے وہ بھی — کیا ہو مست شراب ہے وہ بھی
مین بھی جلتا نہین جدا دل سے — دور مجھ سے کباب ہو وہ بھی

کیا جانو چشم تر سے اُدھر دل پہ کیا ہوا
کسکو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

جب نسیم سحر ادھر جاوے
ایک سناہٹا گذر جاوے

کیا اس آئینہ رو سے کہیے ہاے
وہ زبان کرکے پھر مکر جاوے

جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہین
حال پرسی تک آکے کر جاوے

وہ کھلے بال سووے ہے شاید
رات کو جی مرا بکھر جاوے

دور اگرچہ گیا ہون مین جی سے
کب وطن میرے یہ خبر جاوے

وہ اگر جیت چڑھا رہا ایسا
آجکل جی سے مر اُتر جاوے

جی ہنسین میر مین ہنو لونتند
بات کہتے ابھی وہ مر جاوے

دزدیدہ نگہ کرنا پھر آنکھ ملانا بھی
اس لوٹنے دامن کو پاس آکے اٹھانا بھی

پامالی عاشق کو منظور رکھے جانا
پھر چال کڈھب چلنا ٹھوکر نہ لگانا بھی

برقع کو اٹھا دینا پر آدھے ہی چہرے سے
کیا منہ کو چھپانا بھی کچھ جھمکی دکھانا بھی

دیکھا آنکھیں مری نیچے اک مارنا پتھر بھی
ظاہر مین ستانا بھی پردے مین جتانا بھی

صحبت یہ بیسی ہی ہو جان کی آسایش
ساتھ آن کے سونا بھی پھر منہ کو چھپانا بھی

اس تنگنائے دہر میں تنگی نفس کے کی — جوں صبح اک دم ہی رہے ہم جو یاں رہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اٹھے
حیرت ہے پھر اپنے تئیں ہم کہاں رہے

کیا حال بیان کرے عجب طرح پڑی ہے — وہ طبع تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے
کیا فکر کرو میں کہ ٹلے آگے سے گردوں — یہ گاڑی مری راہ میں بیڈول اڑی ہے
ہے چشمک انجم طرف اس مہ کے اشارا — دیکھو تو میری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہے
کیا اپنی شرر ریزی کہیں پلکوں کی صف کی — ہم جانتے ہیں ہم پہ جو یہ باڑھ چڑھی ہے
وے دن گئے جو پھرون لگی رہتی تھیں آنکھیں — اب یاں نہیں مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے
ایسا نہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے — اک خواہش دل ساتھ لیے جیتی گڑی ہے
کیا نقش میں مجنوں ہو کہ تھی بیخودی عشق — لیلے کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہے
جاتے ہیں چلے متصل آنسو جو ہمارے — ہر تار نگہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہے
کھینچتا ہے نہیں ہم سے قدم خم شدہ ہرگز — یہ سست کمان ہاتھ پر اب کتنی کڑی ہے
گل کھاتے ہیں افراط سے عشق میں اسکے — اب ہاتھ مرا دیکھو تو پھولوں کی چھڑی ہے

وہ زلف نہیں منعکس دیدۂ تر میں
اس بحر میں اشعار سے زنجیر پڑی ہے

نہ بھائیں سبھے میری باتیں وگرنہ
رکھی دھوم شہر وہیں اس گفتگو نے

رقیبوں نے سرجوڑ بیٹھو ہو کیوں کر
نہیں تو نہیں دیتے ٹک پاؤں چھونے

پھر اس سال سو پھول سونگھاتے ہیں نے
دیوانہ کیا تعاب مجھے تیری بو نے

مداوا نکرتا تھا شفق ہمارا
جراحت جگر کے لگے دکھنے دونے

کڑھایا کسو کو کھپایا کسو کو
بُرائی ہی کی سب اُس خوبرو نے

وہ کسر اک ہے شور جسکا جہاں ہیں
پڑی ہیں لگے اسکے محل آج سونے

تری چال ٹیڑھی تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہے یاں کم کسو نے

شہبازی سے چرخ گردان کی
سرہانے ہیں گوے میدان کی

جی گیا اُسکے تیر کے ہمراہ
تھی تو اضع ضرر دہمان کی

ہیں یہ مژگان وابستہ خنجر و تیغ
ترچھی پلکیں تری بھویں بانکی

پھوڑ ڈالیں گے سر ہی اُس در سے
منت اٹھتی نہیں ہے دربانکی

میر دامن سے گفتگو کریے
بات بگڑی لب گریبان کی

اُس بت شوخی سے طینت میں
دشمنی میرے دین و ایمان کی

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میر انسان کی

ویدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غمون نے ڈھائی ہے

ہر تصنع کہ لعل ہین وے لب
یعنی ایک بات سی بنائی ہے

دلسے نزدیک اور اتنا دور
کس سے اوسکو کچھ آشنائی ہے

بیستون کیا ہے کوہ کن کیسا
عشق کی زور آزمائی ہے

جس مرض مین کہ جان جاتی ہے
دلبرون ہی کی وہ جدائی ہے

یان ہوئے خاک سے برابر ہم
وہان وہی ناز خودنمائی ہے

ایسا موتی ہے زندہ جاوید
رفتۂ یا تھا جب آئی ہے

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میر
کیا دیوانے نے موت پائی ہے

سیر کی ہمنے ہر کہین پیارے
پھر جو دیکھا تو کچھ نہین پیارے

خشک سال وفا مین ایک مدت
پلکین لوہو مین تر رہین پیارے

ایک نظر دیکھنے کی حیرت مین
آنکھین تو پانی ہو بہین پیارے

پہونچی ہے ضعف سے یہ حالت
جہان پہونچا رہا وہین پیارے

بجھ گلی مین رہے ہے میر اگر
دیکھین ہین جب نہ تب نہین پیارے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیوان سوم

میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا

اس سرے دلکی خرابی ہوئی اے عشق دریغ
تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

ضبط تھا جب تئیں چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر
اشک نے بہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

انتہا شوق کی دل کی جو صبا سے پوچھے
اک کف خاک کوئی ان نے پریشان کیا

مجھکو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

دین و دلکی غم کو آسان ناتوان میں لے گیا
یا محبت کہکے یہ بار گران میں لے گیا

٢٦٧

دل اگر کہتا ہون تو کہتا ہے وہ یہ دل ہو گیا
ایسے نادان دلربا کے ملنے کا حاصل ہے کیا

جانتا باطل کسو کو یہ قصور فہم ہے
حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہی یان باطل ہو کیا

یان کوئی دن رات وقفہ کرکے قصد آگے کا کر
کاروان گاہ جہان رفتنی منزل ہو گیا

تک ہی ہین اُسکے سو ہم تک ہی ہین ایک سے
دیدۂ حیران ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا

وہ حقیقت ایک ہی ساری نہین ہے سب مین تو
آپ سا ہر رنگ مین یا اور کچھ شامل ہو گیا

چوٹ میرے دلمین ایسی ہو کہ ہو نہین دم بخود
وہ کشندہ یو نہین کہتا ہو کہ تو گھایل ہو گیا

کہتے ہین ظاہر ہے ایک ہی لیلے ہفت اقلیم مین
اس عبا رنگ کا نہین معلوم کچھ محمل ہے کیا

ہم تو سو سو بار مر رہتے ہین ایک ایک آن مین
عشق مین اُسکے گذرنا جان سے مشکل ہے کیا

شاخ پر گل یا نہال اُدھر جھکے جاتے ہین سب
قامت دلکش کا اسکے سرو ہے مائل ہو گیا

مرثیہ میرے بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم کو میر مین کیا جانون اور مقبل ہے کیا

ان دلبرون سے رابطہ کرنا ہے کام کیا
کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

حیرت سے کھولین چشم تماشا کہان کہان
حسن و جمال ایسا ہی اسکا خرام کیا

کی اک نگاہ گرم جہان اسنے مل گئے
عاشق کو دلبرون سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہین
کیا جانین سجدہ کہتے ہین کسکو سلام کیا

اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کام کا
کیا ذکر یان مسیح علیہ السلام کا

رقعہ ہیں جو آئے ہو سو تیر مین بندھا
کیا دیجیے جواب اجل کے پیام کا

کچھ سدھ سنبھالتی ہو کبھی ان نے بگڑی پھیر
مجنون بین نہیں ہون جواب سلام کا

منہ دیکھو بدر کا کہ تری رو کشی کرے
تو یون ہی نام لے ہے کسو ناتمام کا

نوبت ہو اپنی جب کبھی کوچ کا ہے شور
بجنا سنا نہیں ہے کبھو یان مقام کا

کنج لب اسکا دیکھکے خاموش رہ گئے
یعنی کہ تھا مقام یہ ختم الکلام کا

اس رو و موکے محو کو کیا روزگار سے
جلوہ ہی کچھ جدا ہے مرے صبح و شام کا

صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم دگر نہ کچھ
جز عاشقی گناہ نہیں ہے غلام کا

کب اقتدا ہو مجھسے کسو کی سوائے میر
بندہ ہون دل سے مین اسی سید امام کا

ہو نشان کیون نہ تیر خوبان کا
مجھ پہ تو وا ہوا ہے طوفان کا

ہاتھ زنجیر ہو جنون مین رہا
اپنی زنجیرۂ گریبان کا

چپکے دیکھو جھمکتے وے لب سرخ
ذکر یان کیا ہے لعل و مرجان کا

ایک رہزن ہوا اسکی کافر زلف
غم ہی رہتا ہے دین و ایمان کا

عمر آوارگی مین سب گذری
کچھ ٹھکانا نہیں دل و جان کا

| | |
|---|---|
| جو تیر چلا اسکا سو میر یطرف آیا | اس عشق کے میدان مین میں ہی تو نشانا تھا |
| جب تونے نظر پھیری تب آگئی اسکی | مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا |
| کب درغزل کتنا مین اس مین بین لیکن | پردے مین مجھے اپنا احوال سنانا تھا |

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منھ
کل میر کھڑا تھا یان سچ ہے کہ دیوانہ تھا

| | |
|---|---|
| سہل ایسا نتھا آخر جی سے مرا جانا تھا | ٹک رنجہ قدم کرکر مجھ تک اسے آنا تھا |
| کیا موکی پریشانی کیا پردے مین پنہائی | منھ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا |
| لذت سے نتھا خالی جانا تہ تیغ اسکے | اے صید حرم تجکو اک زخم تو کھانا تھا |
| کیا صورتین بگڑی ہین شستانو کی بھر آئین | اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنانا تھا |
| مت سہل ہمین سمجھو پہونچے تھے بہت ہم | برسون تئین گردون نے جب خاک کو چھانا تھا |
| کیا ظلم کیا بیجا یار اجیون سے ان نے | کچھ شور بھی تھی اسکی کچھ اسکا ٹھکانا تھا |
| اے شور قیامت اب حد سے قیامت ہے | خوابیدہ مرے خون کو ظالم نہ جگانا تھا |
| ہو باغ وبہار آیا گل پھول کہین پایا | جلوہ اسے یان اپنا صد رنگ دکھانا تھا |

کہتے نہ تھے ہم وان سے پھر آچکے جینے ہم
میر اس گلی مین تم کو زنہار نہ جانا تھا

عاشقونکی پائمالی ہین اسے اصرار ہے ۔ یعنی وہ محشر خرام اب پانون پھیلانے لگا
چشمک سی کی سی دلکش دہ بہین آئی نہین ۔ گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھپکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملیے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

ضبط کرتے کرتے اب جو لگے ہین بے وا کیا ۔ سو بھی رہتا ہون یہ کہنا ہائے دل نے کیا کیا
آنکھ پڑتی تھی تمھاری منھ پہ چشمک جین تھا ۔ کیا کیا تمنے کہ مجھ بیتاب سے پردہ کیا
گو رہی سنکو جھنکائی عشق جسکے ہان گیا ۔ اس طبیعت بدشگون ذ کسکے تئین اچھا کیا
دیکھ خبطی محکو رستے بند ہو جاتی ہین اب ۔ عشق نے کیا کوچہ و بازار ہین سوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر دہ گذرا ہے جی
ایک اپنے طور پر ان نے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی ہے طپش سے غم ہوا ۔ دل کے جانے کا بڑا ماتم ہوا
آنکھین دوڑین خلق جا اُدھر گری ۔ اٹھ گیا پردہ کہان اودھم ہوا
کیا لکھون رویا جو لکھتے جون قلم ۔ سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا
ہم جو اس بن خوار ہین حد سے زیاد ۔ بار یا تنک آن کر کیا گم ہوا
آگیا یون ہی خرامان وہ تو پھر ۔ حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا

مین گلستان مین کے عبث آشیان کیا
بلبل نے بھی نہ طور گلون کا بیان کیا

پھر اسکے ابروان کا خم و تاب ہے وہی
تلوار کے تلے بھی مرا امتحان کیا

دون کسکو دین دشمنی جانی تھی و سنتی
اس سود مین صریح مین نقصان جان کیا

گالی ہے حرف یار قلم نے قضا کی ہاے
صورت نکالی خوب دلی بدزبان کیا

اس جنس خوش کے پیچھے کھپا مین جو اُو کیا
مین لے کسو کا کیا کیا اپنا زیان کیا

اڑ گے جہان یاد کے یک تیہر کرتے ناز
آجاتے ہین بغل مین ستارہ جہان کیا

مین منتظر جواب کا نامے کے مرگیا
ناچار میر جان کو اُدھر روان کیا

وفا بھی مہر بھی اخلاص تھا تلطف تھا
کبھو مزاج مین اسکے ہمین تصرف تھا

جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہے
چھپا نا چہرے کا عشاق سے تلطف تھا

امیر عشق نہین باد خواہ خون رکھتے
ہمارے قتل مین اُسکو عبث توقف تھا

نہ پوچھو خوب ہی بدعہد یونکی مشق اسکو
ہزار عہد کئے پر وہی تکلف تھا

جہان مین میر سے کا ہیکو ہوتے ہین پیدا
سنا یہ واقعہ جن نے اُسے تاسف تھا

جنون مین ساتھ تھا کل لڑکو نکا لشکر جہان مین تھا
چلی آتی تھی چارون یا در سے پتھر جہان مین تھا

میر کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بے طاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمی بازار سے پایا
کبرت خط جن نے لیا مجھکو جلایا

بیتاب نہ تیغ ستم دہر رہا ہین
جبتک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا

جانا فلک دون نے کہ سر سبز ہوا ہین
گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اگایا

اس رخ نے بہت صورتین لوگون کی بگاڑین
اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا

مت راہ سخن دے کہ پھر آپ ہی تو کہے گا
کیون مین نے محبت کی عبث منہ کو لگایا

ہر چند کہ تھی بجھنے کی جا بے نزے لب
پر گالیان اپنی وہین منھ سے کہ رچھایا

گردش مین رہا کرتے ہین ہم دیدہ ان کے
آنکھون نے تری خوب سماں ہمکو دکھایا

کس روز یہ اندوہ جگر سوز تھا آگے
کب غنب لب یار بھی مری یہ نہین خدایا

دن جی کے الجھنے کی بہو جھگڑے مین کٹی ہے
رات اسکے خیالات سے رہتے ہین قضایا

کیا کہیے دماغ اسکا کہ گلگشت مین گل میر
گل شاخ سے جھک آئے تھے پر منہ نہ لگایا

جب گل کہیں اپنے تئین یار کی رو سا
تب آنکھون تلے میرے اترتا ہے لہو سا

تحقیق کرون کس سے حقیقت کے نشے کو
اضطراب لے کہتا ہے آتش کے ہو سا

میر کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بے طاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمی بازار سے پایا
کثرت غم خط جن نے لیا مجھکو جلایا

بیتاب نہ تیغ ستم دہر رہا میں
جبتک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا

جانا فلک دون نے کہ سرسبز ہوا میں
گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اُگایا

اس رخ نے بہت صورتیں لوگوں کی بگاڑیں
اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا

مت راہ سخن دے کہ پھر آپ ہی تو کہے گا
کیوں میں نے محبت کی عبث منہ کو لگایا

ہر چند کہ تھی بجھنے کی جا بے ترے لب
پر گالیاں اپنی دہن اُنھنے کہ رچھایا

گردش میں رہا کرتے ہیں ہم دید میں ان کے
آنکھوں نے تری خوب سماں ہمکو دکھایا

کس روز یہ اندوہ جگر سوز تھا آگے
کب شب لب یار بھی مری یہ نہیں جدایا

دن جی کے الجھنے کی ہی جھگڑے میں کٹی ہے
رات اسکے خیالات سے رہتے ہیں قضایا

کیا کہیے دماغ اسکا کہ گلگشت میں گل میر
گل شاخوں سے جھک آئے تھے پر منہ نہ لگایا

جب گل کہے اپنے تئیں یار کی بو سا
تب آنکھوں تلے میرے اُترتا ہے لہو سا

تحقیق کروں کس سے حقیقت کے نشے کو
مضطراب ہے کہتا ہے آتش کے ہو سا

گیا تم کو پیار سے وہ لے میر منہ لگا کے
پہلے ہی چومے تم تو کاٹو ہو گال اسکا

زار رکھا بیحال رکھا بیتاب رکھا بیمار رکھا
میلان اسکا تھا کا ہیکو جب الفت کیتیو نکے
عشق بھی ہم مین ہائے تصرف کیسے کیسے کرتا ہے
کیا پوچھو ہو ویسے اکابر فاضل کامل صاحب رنج

حال رکھا کچھ بھی ہمنے عشق ذی آزمایہ رکھا
اپنی طرف سے ہمنے ابتک اس ظالم سے پیار رکھا
دلکو چاک جگر کو زخمی آنکھونکو خونبار رکھا
عزت والے کیا لوگونکو گلیونمین ان نے خوار رکھا

کام اس سے ایکطور پہ لیتے بیطور اسکو ہوئے نہ دیتے
حیف ہے میر سپہر دون نے ہمسے اسکو نہ یار رکھا

دل ان دنون ہے ہی سینے مین عشق ملتا
اسکو بدنہین سارے اک پھنک ہی ہے آتش
شب ماہ چاردہ تھا کس حسن سے نمایان
اے رشک شمع گویا تو موم کا بنا ہے
تکلیف باغ ہمکو یارونے کی وگرنہ
رونیکا جوش ویسا آنکھونکو ہے لعینہ
کرتا ہے وہ سلوک انہو جس سے کہ جان جاوے

ہر چند چاہتا ہون پر جی نہین سنبھلتا
وہ مہ گلے سے لگتا تو یون جگر نہ جلتا
ہوتا بڑا تماشا جو یار بھی نکلتا
جناب مین تجھی کو دیکھا ہے یون پگھلتا
گل پھول سے کوئی دم اپنا بھی دل بہلتا
جیسے ہو وو دو کوئی برسات مین ابلتا
ہم میر یون نہ مرتے اسیر جو دل نہ جلتا

دیر مین جو مین گدایا نہ گیا اودھر آسا
گیا کہین حسرت لیے جیسے جہان سے کوئی جاے

شاہ جی کیسے کدھر سے آپکا آنا ہوا
یار کے کوچے سے اپنا اسطرح جانا ہوا

میر تیران جور کیشونکے جو کھائے بیشمار
چھاتی اب چھلنی ہے میری ہی جگر چھانا ہوا

| | |
|---|---|
| کیا کہے حال کہین دل زدہ جا کر اپنا | دل نہ اپنا ہے محبت مین نہ دلبر اپنا |
| دور ہے یار مین ہے حال دل ابتر اپنا | ہمکو سو کوس سے آتا ہے نظر گھر اپنا |
| ایک گھڑی صاف نہین ہمسے ہوا یار کبھی | دل بھی جون شیشۂ ساعت ہے مکدر اپنا |
| ہر طرف آئینہ دار ہین ہے اسکے رو کے | شوق سے دیکھیے منہ ہووے ہے کدھر اپنا |
| لب بلب کہ کے نہ اس گلکے کبھو ہم سولے | نہ بساط خسک و خار ہے بستر اپنا |
| کسطرح حرف ہو ناصح کا موثر ہم مین | سختیان کھینچتے ہی دل ہوا پتھر اپنا |
| کیسی رسوائی ہوئی عشق مین کیا نقل کرین | شہر و قصبات مین مذکور ہے گھر گھر اپنا |
| اُس گل تر کی قبا کے کہین کھولتے تھے بند | رنگون گلبرگ کے ناخن ہے معطر اپنا |
| تجھسے بیرحم کے لگ لگنے نہ دیتے ہرگز | زور چلتا کچھ اگر چاہ مین دل پر اپنا |
| پیش کچھ آؤ نہین ہم تو ہین ہر صورت سے | مثل آئینہ نہین چھوڑتے ہم گھر اپنا |
| دل بہت کھینچتی ہے یار کے کوچے کی زمین | لوہو اس خاک پہ گرنا ہے مقدر اپنا |

۲۷۶

نہ کہا کچھ نہ آ پھرا نہ ملا
کیا جواب ان مرے سوالوں کا

دم نہ لے اسکی زلفوں کا مارا
میر کاٹا جیے نہ کالوں کا

احوال نپوچھو کچھ ہم ظلم رسیدوں کا
کیا حال محبت کے آزار کشیدوں کا

دیوانگی عاشق کی سمجھو نہ لباسی ہے
صد پارہ جگر بھی ہو ہم جامہ دریدوں کا

عاشق ہے دل اپنا تو گلگشت گلستاں میں
جدول کے کنارے کی نوبادہ دمیدوں کا

ناچار گئے مارے میدان محبت میں
پایا نہ کیا چارہ کچھ اسکے شہیدوں کا

پتے کے کھڑکنے سے ہوتی ہیں ہمیں وحشت
کیا طور ہے ہم اپنے سائے سے رمیدوں کا

کیا کیا نہ گیا اس بن صبر اور دماغ و دل
رونق گئی بستر سے پھر نور بھی دیدوں کا

کرتے ہیں بس از سالی دل شادگی ترک کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدوں کا

سطح تھا جو ہاتھوں میں تھا اسکے رخ گلفام کا
ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشق بدنام کا

کچھ نہیں عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہوں
میر کے قابل ہو ہونا ہیں میرے نام کا

ہجر کی اپنی بڑی چھوٹی جو کٹ عمریں کہیں
اسمیں کچھ نقصان ہونا تھا مگر ایام کا

روؤں یاد زلف میں اسکے تو پھر قاری ہوں
صبح تک جاتا نہیں ہے بیٹھ آیا شام کا

| | |
|---|---|
| ہمیشہ التفات اسکی کسو کے بخت سے ہو گا | نہین شرمندہ مین تو اسکی لطف گاہ گاہی کا |
| برنگ کہربائی شمع اسکا رنگ جھمکی ہے | دماغ سیر اسکو کب ہو میری رنگ کاہی کا |
| گر آ جھینگے عہد کے درویش سے اور کیا یارو | کیا ہے لڑکون نے دنیا انھونکو تاج شاہی کا |

خراب احوال کچھ بکتا پھرے ہے دیر و کعبہ مین
سخن کیا معتبر ہے میر سے واہی تباہی کا

| | |
|---|---|
| دیکھو نہین اپنی رات کو خون ناب تھا سو | جی دل کے اضطراب سے بیتاب تھا سو تھا |
| آ کر کھڑا ہوا تھا بصد حسن جلوہ ناک | اپنی نظر مین وہ در نایاب تھا سو تھا |
| ساون ہرا نہ بھادون مین ہم سوکھے اہل درد | سبزہ ہماری پلکون کا سیراب تھا سو تھا |
| درویش کچھ گھٹا نہ ہوا ملک شاہ سے | فرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا |
| کیا ہماری قافلے یا نسے چلے گئے | تجکو وہی خیال گران خواب تھا سو تھا |
| برسو نسے ہو تفاوت و سجادہ و نہار | ہر میل دل خیال گران خواب تھا سو تھا |

ہم خشک لب جو رفتے رہے جو زمین پہ چلے
پر میر دست عشق کا بے آب تھا سو تھا

## ردیف بای

| | |
|---|---|
| ماہ صیام آیا ہے کر قصد اعتکاف اب | جا بیٹھین میکدہ مین مسجد سے اٹھکے صاحب |

بے سبب آتا نہیں اب دمبدم عاشق کو غش
درد کھینچا ہی نہایت رنج اٹھایا ہی بہت

وادی کہسار میں روتا ہوں ڈاڑھیں مار مار
دلبران شہر نے مجکو ستایا ہے بہت

وا نہیں ہوتا کسی سے دل گرفتہ عشق کا
ظاہرا غمگین اسے رہنا خوش آتا ہی بہت

میر گم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے خواہشمند پایا ہی بہت

عجب نہیں ہے نجانے جو میر چاہ کی ریت
سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جوگی کسکی میت

مت ان نمازیوں کو خانہ ساز دین جانو
کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتے ہیں گے مسیت

غم زمانہ سے فارغ ہیں مایہ باختگان
قمارخانۂ آفاق میں ہے ہار جیت

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
ہماری عندیہ میں تو ہے وہ خبیث پلیت

کسو کے بستر و سنجاب و قصر سے کیا کام
ہماری گور کی بھی ڈھیر میں مکان ہے بیت

ہوئے ہیں سو کھ کے عاشق طنبورے سے تار
رقیب دیکھو تو گاتے ہیں بیٹھے اوری میت

شفق سے ہیں در و دیوار زرد شام و سحر
ہوا ہے لکھنؤ اس رہگذر میں پیلی بھیت

کہا تھا ہمنے بہت بولنا نہیں ہے خوب
ہمارے یار کو سو اب ہمیں سے بات چیت

ملے تھے میر سے ہم کل کنار دریا پر
قبیلہ مودہ جگر سوختہ ہے جیسے ابیت

یوں چاہئے کہ پھول دہن ہو چلی بات [illegible]
کیا لطف جو سنوا نے کہے پھر اور
دل ہو لگی کی جا نہیں کیا اس مکان کی بات
ایسا خدا ہی جانے کہ ہو ویسا پایا نہو
پوچھو اگر زمین سے کہیں آسمان کی بات
اتم شناس کو بھی غافل ہے دماغ کا
کیا جانے کہ مروت وفا ہے کہانی کی بات
یان شہر حسن میں تو کہیں ذکر بھی نہیں
سنتا نہیں ہے کوئی رگ جان کی بات
[illegible] چمن میں [illegible] کی بات

یہی تجھ میں کچھ بھی نہیں آتی یا نکی بات
دیا اپنی کسکو پہنچے یہی الفاظ زبان کی بات
سیدھی کبھی سنی نہیں اس بد زبان کی بات
ہر حرف میں ہے ایک بھی ہر سخن میں پیچ
پنہان رہے ہے کبھی ہر طرح بیان کی بات
کہنے سے کچھ کہا ہے کیا ذرہ لب پیچ
کیا پوچھتے ہو میر سے اس بد زبان کی بات



ردیف ت

مانند مرغ دوست گلہ یار و دوست
دشمن ہزار ہیں تو ہزار دوست
[illegible]

| | |
|---|---|
| منہ دکھاتی ہے آرسی ہر صبح | تو بھی اپنی تو ٹک دکھا صورت |
| خوب ہے چہرۂ پری لیکن | آگے اسکے ہی کیا بلا صورت |

**قطعہ**

| | |
|---|---|
| کب تلک کوئی جیسے صورت ہو | آوے پیاری بنا بنا صورت |
| ایک دن تو یہ کہہ کہ ملنے کے | تو بھی ٹھہرا کے کوئی لا صورت |

حلقے آنکھوں میں پڑ گئے منہ زرد
ہو گئی میر تیری کیا صورت

| | |
|---|---|
| وصل دلبر نہ ٹک ہوا قسمت | مر چلے ہجر میں ہی یا قسمت |
| ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی | ہمنے دیکھی بہت لڑا قسمت |
| شیخ جنت تجھے مجھے دیدار | وان بھی ہر ایک کی ہو جدا قسمت |
| پھول چن ہاتھوں نے سبھوں کو دیے | زخم تیغ اُسنے اپنی تھا قسمت |

کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

| | |
|---|---|
| زخم جھیلے داغ بھی کھائے بہت | دل لگا کر ہمتو پچھتائے بہت |
| جب نہ تب جاگہ سے تم جایا کیے | ہم تو اپنی اور سے آئے بہت |

کلیون کو تونے چٹ پٹ ای باغبان جو توڑا
بلبل کے دل جگر کو ظالم لگی ہے کیا چٹ

جی ہی ہٹے نہ میرا تو اسکو کیا کرون مین
ہر چند بیٹھتا ہون مجلس مین اُس سے ہٹ ہٹ

دیتی ہے طول بلبل کیا نالہ و فغان کو
دلکے الجھنے سے ہو یہ عاشقونکی چٹ پٹ

مرتے نہ تھے ہم ایسے دریا پہ جب تھا تکیہ
اس گھاٹ گاہ و بیگہ رہنے لگا ہی جمگھٹ

رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیون نہووے
کثرت سے درد غم کی رہتا ہے سینہ جھرمٹ

شب میر سے ملے ہم اک وہم رہ گیا ہے
اِسکے خیال مو مین اتنو گیا بہت لٹ

خدا جانیے ہو چکی کیا نہایت
اجل تو ہے دل کے مرض کی ہدایت

سخن غم سے آغشتہ خون ہو ولیکن
نہین لب مری آشنائی شکایت

نہین یہ گنہگار ملنے کے قابل
کرم کریے تو مہربانی عنایت

گیا آسمان پر جو نالہ تو کیا ہے
نہین یار کے دلمین کرتا سرایت

ہمین عشق مین میر چپ لگ گئی ہے
نہ شکر شکایت نہ حرف و حکایت

## ردیف ثای

تری جستجو یار کی ہے عبث
یہ کوشش گنہگار کی ہے عبث

ردیف دال

فرہاد و قیس جس سے مجھے چاہو پوچھ لو
مشہور ہے فقیر بھی اہل وفا کے بیچ

آخر تو میں نے طول دیا بحث عشق کو
کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ

آئے جو لب پر آہ تو میں اٹھ کھڑا ہوا
بیٹھا گیا نہ مجھ سے تو ایسی ہوا کے بیچ

اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور پر
دیکھوں ہوں جسکو ہے وہ اسی کی ہوا کے بیچ

دل اس چمن میں بہتوں سے میر لگا چلے
ہو بے وفا بنا لے کسو آشنا کے بیچ

جوش و خروش میر کے جاتے رہے نہ سب
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

## ردیف ہای حطی

یاد آ گیا تو بہنے لگیں آنکھیں جو کی طرح
کچھ آ گئی تھی سرو چمن میں کسو کیطرح

چسپاں قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا
چین جبیں سے اسکی اٹھائی لو کیطرح

گالی لڑائی آگے تو تم جانتے نہ تھے
اب یہ نکالی تم نے نئی گفتگو کیطرح

ہم جانتے تھے تازہ بنائی جہان کو لیک
یہ منزل خراب ہوئی ہے کبھو کیطرح

سرسبز ہم ہوئے نہ تھے جو زرد ہو چلے
اس کشت میں پڑے یہ ہماری نمو کیطرح

وہ دن کہاں کہ مست سر انداز خم میں تھے
سر اپنا جو جدا ہی شکستہ سبو کیطرح

تسکین دل کی کب ہوئی سیر چمن کیے
گو پھول دل میں آ گئی کچھ اسکے رو کیطرح

۲۸۳

ہمین اسیر تو ہوتا ہے اپنا اچھا یاد
کشش نہ دام کی دیکھے نہ کوشش صیاد

نہ دردمندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ
قدم قدم پہ تھی یان جائے نالہ و فریاد

ہزار فاختہ گردن مین طوق پہنے پھرے
اسے خیال نہین کچھ وہ سرو ہے آزاد

جہان مین اتنے ہی آشوب کیا رہینگے بس
ابھی پڑیگا مرے خون بیگنہ سے زیاد

چمن مین اٹھتی ہین سنا ہے سوا بلبل
جگر خراش یہ نالے ہین تیرے منھ سے زیاد

ثبات قصر و در و بام و خشت و گل کتنا
عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد

چمن مین یار ہمین لیگئے تھے واہوئے
ہمارے ساتھ بھی غم ہی دل ناشاد

ہمین تو مرنیکا طور اسکے خوش بہت آیا
طواف کرے جو ہین نخل ماتم فرہاد

نظر نہ کرتے طرف صید کے دم بسمل
یہ ظلم تازہ ہوا اس کشندہ سے ایجاد

چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہ عجز کرین
ہماری اور نہ دیکھے خدا کرے جلاد

کب ان نے دلمین کرانصاف ہمپہ لطف کیا
وہی ہے خشم وہی یا نئے جاد ہی بیداد

تمام رکھیہ بچاؤ ہین انتو پھر بس مرگ
کہا کنھون نے تو کیا عرض اسمہ اسناد

اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیان ہین بہت
نہ پھر خرابی مین اے میر خانمان آباد

عشق تو ہو چکا اب ہمین ہے سو درد سر
پھول میری خاک سے نکلیں گے بھی تو زرد زرد

کیون گریبان کو پھرون پھاڑے میر
دامن اسکا تو گیا ہے چھوٹ کر

اے مرغ چمن صبح ہوئی زمزمہ سر کر — دم کھینچ نہ دل سے کوئی ٹکڑے جگر کر
وہ آئینہ رو باغ کی پھولوں مین جو دیکھا — ہم رہ گئے حیران اسی منہ پہ نظر کر
ہے بیخبری تجکو ترے دیکھے سے ساقی — ہر لحظہ مری جان مجھے میری خبر کر
جس جا سے سراپا مین نظر جاتی ہے اُسکی — آتا ہے مرے جی مین نہین عمر بسر کر
فرہاد سے پتھر پہ ہوئین صنعتین کیا کیا — دل جائے جگر کا و مین کچھ تو بھی ہنر کر
پڑتی ہے نگہ اُس شوخ کی ہوتا ہے وہ احوال — رہ جاوے ہے جیسے کہ کوئی بجلی سے ڈر کر
معشوق کا کیا وصل ملے ایسا دھرا ہے — تا شمع نہ نکلا بھی جو پہونچی ہے تو مر کر
یا شب طرف اس چہرۂ تابان سے ہوا تھا — پھر چاند نظر سے نہ چڑھا جی سے اتر کر

کسب اور کیا ہوتا عوض ریختے کے کاش
پچھتائے بہت میر ہم اس کام کو کر کر

جب ہمکلام ہوتا ہے وہ ہمسے پان کھاکر — آکس رنگ سے کرے ہے باتین چبا چبا کر
تھی جملہ تن لطافت عالم مین جا نکی ہم کو — مٹی مین اٹ گئے ہین اس خاکدان مین آکر
سعی و طلب بہت کی مطلب کے تئین نہ پہونچے — نا چار اب بہانے بیٹھے ہین ہاتھ اٹھاکر

| | |
|---|---|
| مبارک تمھیں میر ہو عشق ہونا | بہت ہم تو چھپائے دل کو لگا کر |
| صاف غلطان خون میں ہے نخچیر یار | لے گیا رنگ اسکے دل سے تیر یار |
| کو نہتی کے میرے طول عمر نے | جور مین تو کچھ نہ تھی تقصیر یار |
| آکڑون کے پانو مین بیڑی ہوئی | ہاتھ مین سونے کی وہ زنجیر یار |
| ہی کشیدہ جیسے تیغ آفتاب | میان مین رہتی نھین شمشیر یار |

میر ہم تو ناز ہی کھینچا کیے
کیون کے کوئی کھینچے ہے تصویر یار

| | |
|---|---|
| مذہب ہے میرے کیا تجھے میرا دیار اور | مین اور یار اور مرا کاربار اور |
| چلتا ہے کام مرگ کا خوب اسکے دور مین | ہوتا ہے گرد شہر کے روز اک مزار اور |
| بندے کو ان فقیر و نمین گنیے نہ شہر کے | صاحب نے میرے مجکو دیا اعتبار اور |
| دلکو تو لاگ ہی ہے نکون آہ کب تلک | اس پر ہے یک عذاب شدید انتظار اور |
| بسمل پسند کر کے تڑپنا نہ دیکھنا | ہے میرے صید پیشہ کا طور شکار اور |
| مین اسکے گرد رہ کا رہا منتظر جھٹ | سو آنکھین دونون لائین مرے اک غبار اور |
| دردسراب جو عشق کا ہو گور تک ساتھ ہے | کچھ یہ نشہ ہے اور ہے اسکا خمار اور |
| کا ہیکو اس قرار سے تھا اضطراب خلق | ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور |

ردیف ر

| | |
|---|---|
| سر کاٹ کر ہم اُسکے قدم کے تلے رکھا | ٹیڑھی ہو اُسکی طرف کلاہ اسطرف ہنوز |
| مدت سے مثل شب ہے مرا تیرا روزگار | آتا نہین وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز |
| پتھرا گئین ہین آنکھین مری نقش پا کی طور | پڑتی نہین ہے یار کی راہ اسطرف ہنوز |
| جسکی جہت سے مر گئے نزدیک پہونچے ہم | پھرتا نہین وہ آنکے واہ اسطرف ہنوز |
| آنکھین ہماری مند چلین ہین جس بغیر یان | وہ دیکھتا بھی ٹک نہین آہ اسطرف ہنوز |

ہر سو ہے میر ماتم مجنون ہے دشت مین
روتا ہے آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

## ردیف سین

| | |
|---|---|
| گلا مت توڑ اپنا اے جرس بس | نہین اس راہ مین فریادرس بس |
| کبھو دل کی نہ کہنے پائی اُس سے | جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس |
| گل و گلزار سے کیا قید یون کو | ہمین داغ دل و کنج قفس بس |
| نہ ترساؤ یکایک مار ڈالو | کروگے کب تلک ہم پر ترس بس |
| بہت کم دیتے تھے یا دل دکھائی | رہے ہم ہی تو وے اس برس بس |
| کسو محبوب کے ہو گور پر گل | ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس |
| چمن کے غم مین سینہ داغ ہے میر | بہت نکلی ہماری بس ہوس بس |

## ردیف شین

کتنے یہ فتنے ہین موجب شور کے | قد و خد و گیسو و لعل خموش
مرگیا اس راہ مین ہین کیا عجب | جا ندنی سے ہو جو میرا قبر پوش
صافی مے چادر اپنی ہین سنے کی | اور کیا کرتے ہین مفلس ور دپوش
دوستون کا درد دل ٹک گوش کر | گر نصیب دشمنان ہے درد گوش

جب نہ تب ملتا ہے بازار و مین میر
ایک لوطی ہے وہ ظالم سرفروش

طرح خوش ناز خوش اسکی ادا خوش | خوشا ہم جو ترکھے ہم کو نا خوش
نہین نا سباز فقر اپنا کسو کا | خرابی کی ہماری ہے ہوا خوش
نوٹنگے ہم مین نالان جب تب ہوں | نہ راضی خلق مجھسے نے خدا خوش
کلی رکتی ہے گل ہے دل پریشان | کسو کی اس چمن مین گذری کیا خوش
جہان تنگ کڑھنے ہی کی جا تھی | کوئی دن مین تکلف سے رہا خوش
رہا پھولو نہین کرتا زمزمہ مین | مری اس باغ مین گذری سدا خوش

گیا اس شہر ہی سے میر آخر
تمھاری طرز بد سے کچھ نہ تھا خوش

فکر مین مرگ کے ہون سر در پیش | ہے عجب طور کا سفر در پیش

ردیف صاد

ردیف ضاد

ردیف طا

ردیف عین

| | |
|---|---|
| ہم نہ سمجھے رابطہ ان نو خطوں سے تھا غلط | ہوتے ہیں پر خود غلط یہ ہو گیا یہ کیا غلط |

کتنے ہو گیا کیا لکھا ہے خط میں مجکو میر نے
کب کہا کن نے ہے سب جھوٹھ افترا بیجا غلط

## ردیف ظای معجمہ

| | |
|---|---|
| جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ | مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ |
| نہیں وہ سب کچھ ہے بے لطف ہے | نہ کھانے میں لذت نہ پانی سے حظ |

کہا درد دل رات کیا میر نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

## ردیف عین

| | |
|---|---|
| آگے جب اس آتشیں رخسار کے آتی ہو شمع | پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع |
| ہے مری ہر ایک غزل پر اجتماع | خانقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع |
| وجد میں رکھتا ہے اہل فہم کو | میرے شعر و شاعری کا استماع |
| نیم بسمل چھوڑ دیتا ہے جسم کر | اس شکار افگن کا ہے گا اختراع |
| کچھ ضرر عاید ہوا میرے ہی اور | ورنہ اس سے سب کو پہونچا انتفاع |
| یار دشمن ہو گیا اسکے سبب | ہے متاع دوستی بھی کیا متاع |

ردیف فا

| | |
|---|---|
| پیش مژگان دھرے رہے خنجر | آگے زلفون کے دام ہے موقوف |
| کسکے صاحب کبھو بلاتے تھے | سو وقار غلام ہے موقوف |
| اقتدا میر ہمسے کسکے ہوئے | اپنی اب یان امام ہے موقوف |

## ردیف قاف

| | |
|---|---|
| کیا حقیقت کہون کہ کیا ہے عشق | حق شناسونکا یان خدا ہے عشق |
| دل لگا ہو تو جی جہان سے اٹھا | موت کا نام پیار کا ہے عشق |
| اور تدبیر کو نہین کچھ دخل | عشق کے درد کی دوا ہے عشق |
| کیا دبایا محیط مین غم کے | ہمنے جانا تھا آشنا ہے عشق |
| عشق سے جا نہین کوئی خالی | دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق |
| کوہکن کیا پہاڑ کاٹے گا | پردہ مین زور آزما ہے عشق |
| عشق ہے عشق کرنے والون کو | کیسا کیسا بہم کیا ہے عشق |
| کون مقصد کو عشق بن پہونچا | آرزو عشق مدعا ہے عشق |

میر مرنا پڑے ہے خوبان پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

| | |
|---|---|
| گر بادیہ مین تجکو صبا لیکے جا شوق | مجنون کو میری اور سے کہیو دعا شوق |

### ردیف کاف اول

### ردیف کاف دوم

| | |
|---|---|
| چاک دل ہے انار کے سے رنگ | چشم پرخون فگار کے سے رنگ |
| کام مین ہو ہواے گل کی موج | تیغ خونریز یار کے سے رنگ |
| تاب ہی مین رہے ہے اسکی زلف | افعی پیچدار کے سے رنگ |
| کیا جو افسردگی کے ساتھ کھلا | دل گلی بے بہار کے سے رنگ |
| برق ابر بہار نے بھی لیے | اب دل بیقرار کے سے رنگ |
| گنج غنچہ گہین ہین ماموں | ہم بھی لاغر شکار کے سے رنگ |
| عمر کا بھی سرنگ جاتا ہے | ابلق روزگار کے سے رنگ |
| برگ گل مین نہ دلکشی ہو گی | کف پاے نگار کے سے رنگ |

اس بیابان مین میر محو ہوے
ناتوان اک غبار کے سے رنگ

## ردیف لام

| | |
|---|---|
| ایکی ہزار رنگ گلستان مین آے گل | پر اس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل |
| بلبل کو ناز کیون نہ جیا بان گل پہ ہو | کیا جانے چھاتی پہ پھر کر نہ کھائے گل |
| کتنے حنائی پانون بن سکے ہیکلی | لگ جائے تا چمن مین کہین آنکھ پائے گل |
| ناچار ہو چمن مین ہے کھون ہین جب | بلبل کہے ہے اور کوئی دن برائے گل |

سکندر رہو کے مالک سات اقلیمون کا آخر کو
گیا دست تہی لے یان سے یہ کچھ کہ گیا حاصل

بلا قحط مروت ہے کہ ہے محصول غلے پر
آنکھین سے چار وانی لا دلیون جا بجا حاصل

نہ کھینچے کیونکہ نقصان ہم تو قید مین نہین کے
خود ایسے کوئی نکلے تو اسے ہووے خدا حاصل

عبارت خوب لکھی شاعری انشا طرازی کی
دلی مطلب ہے گم دیکھین تو کب ہووے خدا حاصل

بہت مصروف کثرت وہ کار شعر ہے مین دنیا کے
اٹھا حسرت سے ہاتھ آخر ہمین یہ کچھ ہوا حاصل

پھرا مت میر اپنا گران گوشونکی مجلس مین
سنے کوئی تو کچھ کہیے بھی اس کہنے کا کیا حاصل

## ردیف میم

جی کے تئین چھپاتے نہین ہین غم سے ہم
پر تنگ آگئے ہین تمھارے ستم سے ہم

اپنے خیال ہی مین گذرتی ہے اپنی عمر
پر کچھ نہ پوچھو سمجھے نہین جاتے ہم سے ہم

زانو پہ سر ہے قامت خم گشتہ کی سبب
پیری مین اپنی آن لگے ہین قدم سے ہم

جون حلقہ بیرجاج کا ہے خوار جا بجا
بتخانے مین جو آئے ہین چل کر حرم سے ہم

روتے بھی اُن نے دیکھ کے ہمکو کیا نہ رحم
اک چشم داشت رکھتے تھے مژگان نم سے ہم

بد عہدیان ہی کرتے گئے اسکو سال و ماہ
اب کب تسلی ہوتی ہین قول و قسم سے ہم

زنار سا بندھا ہے گلے اپنے اب تو کفر
بدنام ہین جہان مین عشق صنم سے ہم

| | |
|---|---|
| جو کچھ آوے سالک کے آگے ہے خیر | رکھا ہمنے اب گھر سے باہر قدم |
| ہمین سرکشی سربلندی سے کیا | رہے ضعف مین ہم تو سرو رقدم |

کہین کیا کف پا مین میر آبلے
چلین ہم سرو بہیر مگر دھر قدم

| | |
|---|---|
| سیر آج وہ بدمست ہی ہشیار رہو تم | ہے بیخبری اسکو خبردار رہو تم |
| جی جاے کسی کا کہ ہے تم کو قسم ہے | مقدور تلک درپے آزار رہو تم |
| وہ محو جمال اپنے ہی پروا ہمین اسکو | خواہان رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم |
| اس معنی کے اور اک ہے حیرت ہی حاصل | آئینہ نمط صورت دیوار رہو تم |
| یکبار رہو ادلکی تسلی کا وہ باعث | یہ کیا کہ اسی طور پہ ہر بار رہو تم |
| ہو لطف ایسکا تو کوئی کام کو پہوںچے | تسبیح گلے ڈال کے زنار رہو تم |

کیا میر بری چال سے جینے کی چلی ہے
بہتیرا ہی اپنے تئین اب مار رہو تم

| | |
|---|---|
| مٹک شتاب جاتی ہین ورنہ جہان سے ہم | کچھ ہو رہے ہین غم مین ترے نیم جان سے ہم |
| ہر بات کے جواب مین گالی کہان تلک | اجان بلب ہوئے ہین تمہاری زبان سے ہم |
| وعدہ کرو تو سوچ لو مدت کو دلمین بھی | یہ حال ہے تو دیر رہینگے کہان سے ہم |

| | |
|---|---|
| نسبت تو ہمد گر ہے گو دوری کی ہو نسبت | ہم ہین نوائے بلبل ہو گل کی رنگ تو تم |

دیکھہ اشک سرخ بولائے رنگ اور لائیے
ہین میر منہ پر آنسو یا روتے ہو لہو تم

## ردیف نون

ٹھنڈی سانسین بھرین ہین جلتی ہین کیا تابین ہین
داغ کے پہلو سے ہم آتش مین ہین اور آب مین ہین

ساتھ اپنے نہین اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کیا بے کسے تئین عالم اسباب مین ہین

غفلت ویسے ستم گذرین ہین سوت پوچھو
قافلے چلنے کو تیار ہین ہم خواب مین ہین

عشق کے ہینگے جو سرگشتہ ترے ڈوبے
کشتیان نکلین ہین سو کیا انکی کہ گرداب مین ہین

دور کیا اس سے جو بیٹھے ہے اغیار اپنا دور
پاس ملحوظ کے بھی عشق کے آداب مین ہین

ہو فراغ مہ تابان سے فراغ کلی
دل جلے پر تو رخ سے ترے مہتاب مین ہین

ہم بھی اس شہر مین ان لوگون سے ہین خانہ خراب
میر گھر بار جنونکی رہ سیلاب مین ہین

کبے تو ہمنشین رنگ تصرف کچھ دکھاؤن مین
الگ بیٹھا حنا بند ونکو آنکھون مین جاؤن مین

نہین ہونے ادب تا کہ گل سے منہ لگاؤن مین
جگر ہو ٹکڑے ٹکڑے گر چمن کی اور جاؤن مین

کیا ہے اضطراب دل نے کیا مجکو سبک آخر
کہاں تک یار کے کوچے سے جا جا کر پھر آؤن مین

ہاے سبک ہے تا بہ مرے فرط شوق سے مجلس مین
قتل مین میرے یہ صحبت ہے غم غصے سے محبت کے
آنکی میری فرصت کتنی دو دم ویل ایک گھڑی
مارے مارے پھرتا ہون ادھر ادھر دور تلک جاتا ہون نکل
پھاڑکے خط کو گلے مین ڈالا شہر مین سب تشہیر کیا
پہلے فریب لطف سے اسکے کچھ ہوا معلوم مجھے
مجرم اس خاطر ہوتا ہون مین بعضے بعضے شوخی کر

وہ تو نہین سنتا دل دیگر مین ہی باتین بناتا ہون
لوہو اپنا پیتا ہون تلوارین اسکی کھاتا ہون
رنجش کیون کا ہیکو خشونت غصہ کیا جاتا ہون
پاس نہین پاتا جو اسکو کہا مین گھبراتا ہون
سامنے ہون صد قلق کے کیونکر اس سے مین شرماتا ہون
اب جی چاہے بدلین طرحین کڑھتا ہون پچھتاتا ہون
بےگناہ مین جاکر اسکے پانؤن کو ہاتھ لگاتا ہون

دیکھے ان پلکون کے اکثر میر ہون ہجو تو تنگ آیا
آپکو پاتا ہون تو جیسے اسوقت نہین مین پاتا ہون

کبھو ملے ہے سو وہ یون کہ پھر ملا نہ کرین
ہوئے یہ چاہ مین مشکل کہ جی گیا ہوتا
ہمارے حرف پریشان ہین لطف رکھنے مین
صفاے دل جو ہوئے تا تو دیکھین ہین کیا کیا
وبال مین نہ گرفتار ہون کہین منہ و مہر
دل اتنو ہمسے ہے بدبار اگر ہے بے جلتے

کرے ہو آپ ہی شکایت کہ ہم گلا نہ کرین
ترستے جیتے اگر ہم مساہلا نہ کرین
جنون ہے بحث جو وحشت مین علا فلا نہ کرین
ہم ایسے آئینہ کو اپنے کیون جلا نہ کرین
خدا کرے ترے رخ سے مقابلا نہ کرین
کسو سے ہم بھی و لے پھر معاملا نہ کرین

چلتے ہین یہ تو ٹھوکر لگتی ہے میر دل کو
چالین ہین دلبرونکی سب سے نرالیان ہین

| | |
|---|---|
| رفتگانمین جہان کے ہم بھی ہین | ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہین |
| شمع ہے سر نہ دیکھیے برباد | کشتہ اپنی زبان کے ہم بھی ہین |
| ہم کو مجنون کے عشق مین مت دیکھ | ننگ اس خاندان کے ہم بھی ہین |
| جس چمن زار کا ہے تو گل تر | بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہین |
| نہین مجنون سے دل قوی لیکن | یار اُس ناتوان کے ہم بھی ہین |
| بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم | خاک اس آستان کے ہم بھی ہین |
| گو شب اس در سے دور پھرتے پھرین | پاس تو پاسبان کے ہم بھی ہین |
| وجہ بیگانگی نہین معلوم | تم جہان کے ہو وان کے ہم بھی ہین |
| مر گئے مر گئے نہین تو نہین | خاک سے منھ کو ڈھانکے ہم بھی ہین |
| اپنا شیوہ نہین کجی یون تو | یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہین |

اس سرے کی ہے پارسائی میر
معتقد اس جوان کے ہم بھی ہین

ہئی گردش ہے اسکی ہرزہ نہین — خلل سا ہے دماغ آسا نہین

۲۹۷

| | | |
|---|---|---|
| دل دوجی دونون اگر ہین خراب | | پہ کچھ لطف ہم اس اجڑے گھر مین بھی ہین |

چلو میر تک تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گھر مین بھی ہین

| | | |
|---|---|---|
| نہ کر شوق کشتون سے جانیکی باتین | | نہین آتین کیا تجکو آنے کی باتین |
| سماجت جو کی بوس لب پر تو بولا | | نہین خوب یہ مار کھانے کی باتین |
| زبانین بدلتی ہین ہر آن خوبان | | یہ سب کچھ ہین بگڑے زمانے کی باتین |
| نظر جب کرو زیر لب کچھ کہے ہے | | کہو یار کے آستانے کی باتین |
| سہے جاے گالی اگر دوستی ہو | | بری بھی بھلی ہین لگانے کی باتین |
| ہمین دیر و کعبے سے کیا گفتگو ہے | | چلی جاتی ہین یہ سیانے کی باتین |
| نکٹے بھی چلے یار سے ہم تو یارو | | کرو کچھ اب اس سے بنانے کی باتین |
| کیا سیر کل مین نے دیوان مجنون | | خوش آئین بہت اس دیوانے کی باتین |

بہت ہرزہ گوئی کی یان میر صاحب
کرو وان کے کچھ منھ دکھانے کی باتین

| | | |
|---|---|---|
| کیا کرون سودا اسکی زلف کی تدبیر مین | | ظل ممدود چمن مین ہون مگر زنجیر مین |
| اکل تو تجھ بن انکی خاطر بہت کرتا ہے لیک | | وا نہین ہوتا برنگ غنچہ تصویر مین |

صورت آئینہ مین ٹک دیکھ تو کیا صورت ہے
بدزبانی تجھے اُس منھ پہ سزاوار نہین

دل کے الجھاؤ کو کیا تجھسے کہون آنا صح
تو کسو زلف کے پھندے مین گرفتار نہین

اُسکے کاکل کی پہیلی کہو تم بوجھے میر
کیا ہے زنجیر نہین دام نہین مار نہین

چمکنا برق کا کرتا ہے کار تیغ ہجران مین
برسنا مینھ کا داخل ہے اُس بن تیرباران مین

بھرے رہتے ہین سارے پھول ہی جسکے گریبان مین
وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہین جگر کے میرداماں مین

کبھی شام و سحر رویا تھا مجنون عشق لیلے مین
ہنوز آشوب دونون وقت رہتا ہے بیابان مین

خیال یار مین آگے ہی یک مہ پارہ یان ہردم
اگر ہجران مین نہ دانی ہون تو پھر یون ہی سفستان مین

رکھا عرصہ جنون پر تنگ مشتاقوں کی دوری سے
کسے مارا ہے اُس کمٹے نے سمجھو ہو کے میدان مین

جہاں نے دیکھیے اک شعر شور انگیز نکلے ہے
قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میر دیوان مین

جو دیکھو تو نہین ہے حال اپنا حسن سے خالی
دمک الماس کی سی ہے ہماری چشم حیران مین

خرابی آگئی دین مین گئی ملت سے آدیکھے
طلے سے اسکے رخنے پڑ گئے لوگون کے ایمان مین

نکل آتا ہے گھر سے ہر گھڑی ننگے بدن باہر
بُرا یہ آپڑا ہے عیب اس آسایش جان مین

ستم کے تیر اسکے میرے سینے مین بہت ٹوٹے
کیا جاتا ہے مشکل فرق اب دل و پیکان مین

ہوئے ابر مین کیا میر ہنستا باغ مین وہ تھا
گری پڑتی ہے بجلی آج کچھ صحن گلستان مین

تن مین جبتک ہے جان تکلف ہے | ہم ہین اسمین ابھی حجاب ہے میان

گو نہین مین کسو شمار مین یان | عاقبت ایک دن حساب ہے میان

گو دماغ و جگر کہان وہ قلب | یان عجب ایک انقلاب ہے میان

زلف بل کھا رہی ہے گو اوسکی | دل کو اپنی تو پیچ و تاب ہے میان

لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے | ناز ہے خشم ہے عتاب ہے میان

لوہوا پنا پیون ہون جیکا ہون | کسکو اس بن سر شراب ہے میان

چشم دامان کی چشم بسمل ہے | جاگنا یہ نہین ہے خواب ہے میان

منھ سے کچھ بولتا نہین قاصد | شاید اودھر سے اب جواب ہے میان

دل ہے اپنا نہین فقط بے چین | جی کو بھی روز اضطراب ہے میان

چاہیے وہ کہے سو کہہ رکھین | ہر سخن **میر** کا کتاب ہے میان

گرفتہ دل ہون سر انبساط مجکو نہین | کسو سے شہر مین کچھ اختلاط مجکو نہین

جہان ہو تیغ بکف کوئی سادہ جا لگتا | اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجکو نہین

کریگا کون قیامت کو ریسمان بازی | دل و دماغ گذار صراط مجکو نہین

جسے ہو مرگ سا پیش استخالکو نکر ہے | اس اپنے جینے سے کچھ انبساط مجکو نہین

| | |
|---|---|
| سخن دس پانچ یا نہین جمع کس حسن لطافت سے | تفاوت ہے مرے مجموعہ و عقد ثریا مین |
| کو ادیکھا نہ کوئی خار مینے شوق کے مارے | ابعینہ راہ اندھا سا چلا اسکی تمنا مین |
| بہت تھا شور وحشت سیر مین میر سوچ لے میرے | لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا مین |

جدائی کے تعب کھینچے نہین ہین میر راضی ہون
جلاوین آگ مین یا مجکو پھینکین قعر دریا مین

| | |
|---|---|
| شہرون ملکون مین جو یہ میر کہاتا ہے میان | دیدنی ہے پہ بہت کم نظر آتا ہے میان |
| عالم آئینہ ہے جسکا وہ مصور بیمثل | ہاے کیا پردہ مین تصویر بناتا ہے میان |
| قسمت اس بزم مین لائی کہ جہان کا ساقی | دے ہے مے سب کو ہمین زہر پلاتا ہے میان |
| ہو کے عاشق نہ جان و دل و دین کھو بیٹھے | جیسا کرتا ہے کوئی ویسا ہی پاتا ہے میان |
| حسن اک چیز ہے ہو وین کہ تو ہو ناصح | ایسی شے سے کوئی بھی ہاتھ اٹھاتا ہے میان |
| جھگڑا اس حادثے کا کوہ گران سنگ کو بھی | جون پر کاہ اوڑائے لیے جاتا ہے میان |

کیا پری خون ہے جو راتون کو جگا دے ہے میر
شام سے دل و جگر و جان جلاتا ہے میان

| | |
|---|---|
| جاے ہے جی نجات کے غم مین | ایسی جنت گئی جہنم مین |
| نزع مین میری ایک دم ٹھہرو | دم ابھی ہین بہ زار اک دم مین |

| | |
|---|---|
| اس بحر حسن پاس نہ خنجر تھا کل نہ تیغ | مین جان دی ہے حسرت بوس و کنار مین |
| چلتا ہے ٹک تو دیکھکے چل ہانپنے نفس | آنکھین ہی بجھ گئی ہین ترے انتظار مین |
| کس کس ادا سے ریختے مینے کہے ولے | سمجھا نہ کوئی میری زبان اس دیار مین |

تڑپے ہے متصل وہ کہان ایسے روز و شب
ہے فرق میر برق و دل بیقرار مین

| | |
|---|---|
| کیسی وفا و الفت کھاتے عبث ہو قسمین | مدت ہوئی اٹھا دین تمنے یہ ساری رسمین |
| ساون تو اگلی ایسا برسا نہین جو کہیے | روتا رہا ہون مین ہی دن رات اس برس مین |
| گھبرا کے یون لگی ہے سینہ مین دل تڑپنے | جیسے اسیر تازہ بیتاب ہو قفس مین |
| جانکاہ ایسے نالہ لوہے سے تو نہووین | بیتاب دل کسو کا رکھتا ہے کیا جرس مین |
| اب لاغری سے دیکھین ساری رگین دکھائی | پر عشق بھر رہا ہے ایک ایک میری نس مین |
| اے ابر ہم بھی برسون رونے پھرا کیے ہین | دریا بہے پڑے ہین وادی کے خار و خس مین |

کیا میر بس کرے ہے اب زاری آہ شب کی
دل آگیا ہے اسکا ظالم کسو کے بس مین

| | |
|---|---|
| روتے ہین نالہ کش مین یاران دن چلے ہین | ہجران مین اوسکی ہم کو بہتیرے مشغلے ہین |
| ہجران رو عمر گذری سب پیچ و تاب ہی مین | آتا سا نہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہین |

کفن کیا عشق مین مٹنے ہے پہنا — کچھے لوہو مین بہتیرونکے جامے

پیام اُس گل کو اوسکے ہاتھ دیتے — سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

جیو خوش یا کوئی ناخوش ہمین کیا — ہم اپنے محو ہین ذوق فنا مین

ہمین فرہاد و مجنون جس سے چاہو — تم آکر پوچھ لو شہر وفا مین

سراپا ہے ادا و ناز ہے یار — قیامت آتی ہے اوسکی ادا مین

بلا زلف سیاہ اسکی ہے پرپیچ — وطن دل نے کیا ہے کس بلا مین

ضعیف و زار تنگی سے ہین ہرچند
ولیکن میر اوڑتے ہین ہوا مین

تجین جبھ عاشق اگر دست پائین — خدا بندے ان کو جو سر کھجائین

چھمکنے لگا خون تو جائے سرشک — ابھی دیکھین آنکھین ہمین کیا دکھائین

رہین کسکو سانسی کہ اب ضعف سے — مراجی ہی کرنے لگا سائین سائین

خدا ساز تھا آزر بت تراش — ہم اپنے تئین آدمی تو بنائین

چلا یار کی اور جاتا ہے جی — جو ہو اختیاری تو ادھر نجائین

جگر سوز ہین اسکے لعل خموش — طلب کریے بوسہ تو باتین بنائین

ہمین بے نیازی نے سٹھلا دیا — کہان اتنی طاقت کہ منت اٹھائین

کہنے لگا کہ لب سے ترے لعل خوب ہے
اس رنگ ڈھنگ کے تو ہمارا سخن نہین

پہونچا نہ ہوگا منزل مقصود کے تئین
خاک رہ اسکی جسکا عبیر کفن نہین

ہمکو خرام ناز سے مت خاک مین ملا
دلسے ہو جنکو راہ یہ اُنکا چلن نہین

کل کام آوسے ہے ترے منہہ کے تنار کے
صحبت رکھے جو تجھسے یہ اُسکا دہن نہین

کل جاکے ہمنے **میر** کے ہان یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یان تو وہ غربت وطن نہین

ہجر تا چند ہم اب وصل طلب کرتے ہین
لگ گیا ڈھب تو اسی شوخ نے ڈھب کرتے ہین

روز اک ظلم نیا کرتے ہین بے دلبر اور
روز کہتے ہین ستم ترک ہم اب کرتے ہین

لاگ ہو جی کے تئین اپنی اسی یار سے ایک
اور سب یار وںکا ہم لوگ تو سب کرتے ہین

تم کبھو **میر** کو چاہو سو کہ چاہین ہین تمھین
اور ہم لوگ تو سب اُنکا ادب کرتے ہین

ہون بیچال اس عجوبۂ عالم کے لیے
حال سن سن کے مرا لوگ عجب کرتے ہین

**میر** سے بحث یہ تھی کچھ جو نہ تھی حرف شناس
اب سخن کرتے ہین کوئی تو غضب کرتے ہین

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا اُدھر سے یان
جاتی رہیگی جان اسی رہ گذر سے یان

وہ آپ چلکے آوے تو شاید کہ جی رہے
ہوتی نہین تسلی دل اب خبر سے یان

جب نام دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہ
منہ دیکھ ہمدگر کا ماتم کیا کرین ہین

مستونکی بات کیا ہے جو کوئی اپسہ جاوے
ہم گفتگو نشے مین در ہم کیا کرین ہین

حکم فسانہ سازی پیدا کرین ہین شب کو
افسون ہم اوسکے اوپر جو دم کیا کرین ہین

کچھ حال میر جی کے آتے نہین سمجھ مین
ہم بھی سلوک اینسے اب ہم کیا کرین ہین

## ردیف واو

قتل کیے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو
جانسے بھی ہم جاتے ہین تم بھی آنے جانے دو

جان سلامت لیکر جاوے کعبہ تو سلام کرین
ایک جراحت ان ہاتھونکا صید حرم کو کھانے دو

اسکی گلی کی خاک سبھونکے دامن دل کو کھینچے ہے
ایک اگر جی لے بھی گیا تو آتے ہین مرجانے دو

کرتے ہو تم نیچی نظرین یہ بھی کوئی مروت ہے
برسونسے پھرتے ہین جدا ہم آنکھ آنکھ ملانے دو

کیا کیا اپنے لوہو پینگے ہم مین مردم نہین جینگے
دل جو بغل مین رہ نہین اسکو کسو سے لگانے دو

ابکی بہت ہے شور بہاران ہم کو مت زنجیر کرو
دلکی ہوس کچھ ہم بھی نکالین دھومین ہین مچانے دو

حرصہ کتنا سارے جہان کا وحشت پر جو آجاوے
پانو تو ہم پھیلاوینگے پر فرصت ہمکو پانے دو

کیا جاتا ہے اسمین ہمارا چپکے ہم تو بیٹھے ہین
دل جو سمجھنا تھا سو سمجھنا ناصح کو سمجھانے دو

ضعف بہت ہے میر تمھین کچھ اسکی گلی مین مت جاؤ
صبر کرو کچھ اور بھی صاحب طاقت جی مین آنے دو

تم بن چمن کے گل نہین چڑھتے نظر کبھو
یہ کیا روش ہے آؤ چلے ٹک ادھر کبھو

دریا سی آنکھین بہتی ہی تھین سو کہان
ہوتی ہے کوئی گوشۂ پلک اب تو تر کبھو

جی جانے ہے جو اپنے پہ ہوتی ہے مار مار
جاتے ہین اُس گلی مین کہان ہم مگر کبھو

آنکھین سفید ہو چلی ہین راہ دیکھتے
یارب بھولکا ہوگا ادھر بھی گذر کبھو

مدت ہوئی ہے نامہ کبوتر کو لے گئے
آجاتی ہے کچھ اُڑتے سے ہم ٹک خبر کبھو

ہم جستجو مین اُنکی کیے دست و پا بھی گم
افسوس ہے کہ آئے نہ وہ راہ پر کبھو

غم کو تمھارے دلکی نہایت نہین ہے میر
اس قصے کو کروگے بھی تم مختصر کبھو

یہ سرا سونے کی جاگہ نہین بیدار رہو
ہمنے کردی ہے خبر تم کو خبردار رہو

آپ تو ایسے بنے اب کہ جلے جی سب کا
ہمکو کہتے ہین کہ تم جی کے تئین مار رہو

لاگ اگر دلکو نہین لطف نہین جینے کا
الجھے سلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو

گرچہ وہ گوہر تر ہاتھ نہین لگتا لیک
دم مین دم جب تئین ہے اسکے طلبگار رہو

سارے بازار جہان کا ہے یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

کرنا شعار خوب ہے عجز و نیاز کو
بے قدر جانتے ہین دل بے گداز کو

| | |
|---|---|
| کھینچا کھنچ و تعب کا دوستان عادت کرو | تب کسی نا آشنائی مہر سے الفت کرو |
| روٹھنا نہین وہ شوخ یون کیون کوئی | عذر چاہو دیر تک مدت تلک منت کرو |
| کبتک اے صورتگران حیران پھرن ویے رومے یا | نقش اسکا کھینچ رکھنے کی کوئی صورت کرو |
| انس اگر ان نوخطان شہر سے منظور ہے | اپنی پہ چھائین سے بھی جون خاتمہ تم وحشت کرو |
| کچھ نہ پوچھو صحبت دیروزہ کی کم فرصتی | جون ہی جا بیٹھے لگا کہنے انھین رخصت کرو |
| عشق مین دخل ہے نازک مزاجی کے تئین | کوہکن کے طور سے جی توڑ کر محنت کرو |

پہلے دیوانے ہوئے پھر میر آخر ہو گئے<br>ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

| | |
|---|---|
| بہر فردوس ہو آدم کو الم کاہے کو | وقف اولاد ہے وہ باغ تو غم کاہے کو |
| کہتے ہین آویگا ادھر وہ قیامت رفتار | چلتے پھرتے رہینگے تب تئین ہم کاہے کو |
| یہ بھی اک ڈھب ہے کہ نا ایذا کسو کو راحت | رحم موقوف کیا ہے تو ستم کاہے کو |
| نرگس ان آنکھونکو جو لکھ گئے نابینا تھے | اپنے نزدیک ہین وے دوست قلم کاہے کو |
| اسکی تلوار سے گر جان کو رکھتے نہ عزیز | مرتے اس خوار ایسے تو صید حرم کاہے کو |
| چشم پوشی کا مرے جان تمھین لپکا ہے | کھاتے ہو دیدہ درآئی سے قسم کاہے کو |
| میری آنکھونپہ رکھو پاؤن تو آؤ لیکن | رکھتے ہو ایسی جگہ تم تو قدم کاہے کو |

کیا آنکھ بند کرکے مراقب ہوئے ہو تم
جانتے ہین کیسے ہمین چشم واکرو

موقوف ہرزہ گردی نہین کچھ قلندرے
زنجیر سرا و تار کے زنجیر پا کرو

ہرچند اس متاع کی اب قدر کچھ نہین
پرجیں کسو کے ساتھ رہو تم وفا کرو

تدبیر کو مزاج محبت مین دخل کیا
جان کا اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو

طفلی سے تمنے لطف و غضب مختلط کیے
ٹک میر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہوکے در کعبہ پر فقیر
اس وسیلے یا ہمین بھی کچھ دعا کرو

سر پہ عاشق کے نہ یہ روز سیہ لایا کرو
جی الجھتا ہی بہت مت بال سلجھایا کرو

تاب مہ کی تاب کب ہو ناز کی ہے یار کو
چاندنی مین آفتابی کا مگر سایا کرو

گرچہ شان کفر ارفع ہے و لے اے راہبان
ایک وہم سون کو بھی زنار بندھوایا کرو

شوق سے دیدار کے بھی آنکھو مین کھینچ آیا ہے جی
اس بہین مین دیکھنے ہمکو بہت آیا کرو

کوہکن کی ہے قدم گاہ آخر اے اہل فراق
طوف کرنے بے ستون کا بھی کبھی جایا کرو

فرق یار و غیر مین بھی اے بتان کچھ چاہیے
اتنی ہٹ دھرمی بھی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میر اسکے منھ کا دیکھنا آتا ہے میر
پھول گل سے اپنے دلکو تم بھی بہلایا کرو

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہے کوئی باؤ

برسیگی برف عرصۂ محشر مین دست دست
گر میری سرد آہون کا وان ہوگیا جماؤ

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو مین کہون
خون ہی ہو آگئے ہین مرے لبین سارے جاؤ

آنکھون کے آگے رونیسے ہیر محیط ہے
ابر وسنے جا کے کوئی پانی پیو تو آؤ

بہتے تھے اشک خون مین ڈوبی سب آستین
اس چشم بحر خون کے کبھی دیکھے ہین چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہے ہیر
ٹک بیٹھو تو دکھاوین بھٹین چھپا تو نکے گھاؤ

عاشقونکی آنکھون مین ٹک اے آبدل فریب
ان منظرونسے بھی ہے بہت سو رتک دکھاؤ

صحبت جو اسے رہتی ہے کیا نقل کریئے ہائے
جب آ گئے ہین ہم تو کہا آتے یانسے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف
افسون کیا ہے شانے نے جو اس سے ہے بناؤ

اس ہی زمین مین میر غزل اور ایک لکھ
گو خوش آوے سامعون کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئے جگر ترے پلکونکی گاؤ گاؤ
ہم سینہ خستہ لوگون سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھونکا جھڑ برسنے سے ہتھیا کی کم نہین
پل مدتے ہی پیش نظر ہاتھی کا دباؤ

کشتی چشم ڈوبی سے ہی بحر اشک مین
آئی نہ پار ہوئی نظر عاشقون کی ناؤ

سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا
دل ہی دریائی ہین سب لہو ہو کا بہاؤ

ہمکو تو مار اعشق نے آخر یہ وصیت یاد رہے
دیر رہا نہین تم جو ہو تو کسی سے الفت مت کریو

سیر طرف کی یارون اُس سے بات کوئی کہتے ہو کہو
مانے تمہانے وہ جانے پھر تم بھی منت مت کریو

کیسے سو کیا اب چپکے دیکھو گو مین اُسمین مر جاؤن
تمکو قسم ہے حرف و سخن کی مجھسے مروت مت کریو

ہوش نہین اپنا تو ہمین ٹک میر آئے ہین پرسش کو
جانیسے آگے اونکو ہمارے پیارے رخصت مت کریو

## ردیف ہای ہوز

مین کیا کہون جگر مین لہو میرے کم ہے کچھ
کچھ تو الم ہے دلکی جگہہ اور غم ہے کچھ

پوشیدہ تو نہین ہے کہ ہم ناتوان نہین
کیطرح نہین یون ہی تمکو ہمارا بھرم ہے کچھ

کیا اپنے دل دھڑکنے سے ہو نہین ہی دم بخود
جو دیکھتا ہے میرے تئین سو وہم ہے کچھ

جب سے کھلی ہے نرگس مست اسکی ظلم ہے
کیا آجکل سے یار کو میل ستم ہے کچھ

بلبل مین گل مین کیا خفگی آگئی ہے میر
آمد شد نسیم سحر دمبدم ہے کچھ

کہتے تو ہین کہ ہمکو اوسکی طلب نہین کچھ
پرجی اسیکو اپنا ڈھونڈے ہے ڈھب نہین کچھ

اخلاص و ربط اس سے ہوتا تو شور اٹھاتے
لب تشنہ اپنے تب ہین لب سے جب نہین کچھ

یان اعتبار کریے جو کچھ وہی ہے ظاہر
لیے کائنات اپنی آنکھو نہین سب نہین کچھ

خون مسلم کو تو واجب یہ بتان جانے ہین ۔ ہو جی کافر کہ امان یان نہین ایمان کے ساتھ

آدمیت سے تمھین میر ہو کیونکر بہرہ
جتنے صحبت نہین رکھی کسو انسان کے ساتھ

جانے دیتے اسقدر اب زلف و خط و خال دیکھ ۔ حال کچھ بھی تجھ مین ہے ای میر اپنا حال دیکھ
کیا مری طول پریشانی کی حیرت ہمنفس ۔ آنکھین تو دی ہین خدا نے اوسکے لپٹے بال دیکھ
دامن صحرا مین کیا وسعت ہے جو دلبین نہین ۔ مونڈ کر آنکھین گریبانمین بھی ٹک سر ڈال دیکھ
چشم و دل اس سے لگ جاتا تو تھا جس تس طرح ۔ جی بھی ان باتو مین الجھا اور یہ جنجال دیکھ
گرچہ اُس مہ کی جدائی مین مجھے برسون ہوے ۔ لیکن اے اختر شناس اب کا بھی کیسا حال دیکھ
کب نظر میری پڑیگی اوسکے روے خوب پر ۔ ہمنشین ٹک تو بھی مصحف کھولکر تو فال دیکھ

ٹھوکرین دلکو لگی ہین جب چلے ہے راہ تو
یہ خرام ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھ

آنکھین جو ہون تو عین ہے مقصود ہر جگہ ۔ بالذات ہی جہانمین وہ موجود ہر جگہ
واقف ہو شان بندگی سے قید قبلہ کیا ۔ سر ہر جگہ جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ
سو تن پہ ہم نہ سوختہ جانونکی ہے نمود ۔ ہے سوزش درون سے برون دود ہر جگہ
ہین دلی لکھنو کے خوش اندام خوب لیک ۔ راہ وفا جو ہے سو مسدود ہر جگہ

۳۱۱

اس جور سے شبونکا ملنا گیا سو چپ ہون
جاتا نہین کہا کچھ جون گنگ آب دیدہ

راز محبت اپنا رسوا نہ اس قدر ہو
گر ہو نہ اشک افشان خانہ خراب دیدہ

جب دیکھو لگ رہا ہے ورکیطرف اسی کے
ہر جیسے کیسے ویسی ذلت کا آب دیدہ

دوزخمین میر ہو نہین بار بہشت رودین
جان ہے ستم رسیدہ دل ہے عذاب دیدہ

ادھر مت کر نگاہ تیز جا بیٹھ
یہ تیر رہے تر کش یون چلا بیٹھ

اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا
دعاے صبح سے اب ہاتھ اٹھا بیٹھ

پھرے گا ہم سے کب تک دور ظالم
کبھو تو گھر سے اٹھ کر پاس آ بیٹھ

نہ کر دیوار کا مجلس مین تکیہ
ہمارے مونڈھے سے مونڈھا لگا بیٹھ

بہت پھرتے ہین بڑھے بڑھے دشمن
انھین دو سیدھیان تو بھی سنا بیٹھ

تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا
بہت بین دیکھکر آخر رہا بیٹھ

مخالف سے نہ مل بیٹھا کر اتنا
کہین لے میر صاحب کو جدا بیٹھ

کیا کرین نیچی نظر کر بیسے غصہ کھائے وہ
اور مجلس مین جو ربیے دیکھ تو شرمائے وہ

کسطرح تڑپے ہی کیا کیا جی گھٹا جاتا ہو ہاے
ساتھ اسکے دل لگا ہو جس کسو کا وائے وہ

| | |
|---|---|
| جنگل مین خضر و کعبے کا ہونا مری طرح | دونون کی نارسائی کے اوپر دلیل ہے |
| آگے جنون سے چھانو مین تھے سرو گل کے ہم | سر پر ہمارے سایہ فگن اب کریل ہے |
| کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی | دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے |
| کیا رو دون اشک آتے ہین آنکھون سے سیل سے | پل مارنے مین پیش نظر ایک جھیل ہے |
| آتے نہین نظر مین مرے ہاتھی کے سوار | کانون مین جو فسانۂ اصحاب فیل ہے |
| ہو صبر اس سے جو یوسف ثانی کے ہی جمال | تو مصحف مجید مین صبر جمیل ہے |
| شکر و گلہ سے عشق کے لبریز ہے جہان | کرئیے جہان نگاہ یہی قال و قیل ہے |
| ہم دیر سے ہین منتظر قد کشتی یار | کچھ شامت عمل ہے قیامت مین ڈھیل ہے |

جب دیکھتے ہین میر تھین بیدماغ ہو
کاہیکو ناز عشق مین صاحب دخیل ہے

| | |
|---|---|
| برسون گذرے ہین ملکے بیٹھین بین پیار رہے | دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے |
| وہ مودت کہ جو قلبی ہو اسے سو معلوم | چارون کینے کو اس شوخ سے ہم یار رہے |
| مرگ کے حال جدائی مین جئین لیوین کبتک | جان بیتاب ہی دلکو اک آزار رہے |
| وجہ یہ تھی کہ ترے ساتھ لڑی آنکھ اوسکی | ہم جو صورت سے تھے آئینے کی بیزار رہے |
| دین و دنیا کا زبان کار کھو ہم کو میر | دو جہان داد تحسین ہی مین ہم ہار رہے |

شہرون کے تنگ کوچے کاہیکو گون ہین اپنے / ہم وحشیون کے قابل رہنے کی بادیہ ہے

تادر دمند بلبل نالان ہے بے تہی سے / دل ہمکو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہے

کیا نامہ بر ہمارا ہے صاف بیمروت / خط نانوشتہ ہمکو ادھر سے لادیا ہے

عالم شکار ہے وہ اس سن مین میر اسکو
ڈھب جانے مارنے کا کن نے بتادیا ہے

ہم چمن مین گئے تھے وا نہوئے / نکہت گل سے آشنا نہوئے

سر کسو سے فرو نہین آتا / حیف بندے ہوئے خدا نہوئے

خوار و زار و ذلیل و بے رویت / عاشق اوسکے ہوئے سو کیا نہوئے

کیسا کیسا قفس سے سر مارا / موسم گل مین ہم رہا نہوئے

مین نہ گردن کٹائی جبتک میر
عشق کے مجھ سے حق ادا نہوئے

دیکھیے کیا ہو سانجھہ تلک احوال ہمارا تبر ہے / دل اپنا تو بجھا سا دیا جان چراغ مضطر ہے

خاطر اپنے اتنی آنکھین پھرین ہین اوس بن حیران
کتنے کہا دل چاہے تو بیٹھو دل کیا جانے کیدھر ہے

مین جو لگا دیوانگی کرنے عالم عالم شور اٹھا / کیا کیجے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہے

اُس شکار افگن کے ہم بھی صید ہین
خاک و خون مین کوٹتے چھاتی پھٹے

| | |
|---|---|
| ہم پہ رہتے ہو کیا کمر کستے | اچھے ہوتے نہین جگر خستے |
| ہنستے کھینچا نہ کھینچے تلوار | ہم نہ مرجاکین ہنستے ہی ہنستے |
| شوق لکھتے قلم جو ہاتھ آئے | لکھتے کاغذ کے دستے کے دستے |
| سیر قابل ہین تنگ پوش لیکی | کہنیان پھلتی چولیان چستے |
| رنگ لیتے ہی سب ہوا اوسکا | اس سے باغ و بہار ہین رستے |
| اک نگہ کرکے ان نے مول لیا | بک گئے آہ ہم بھی کیا سستے |

میر جنگل پڑے ہین آج جہان
لوگ کیا کیا نہین تھے کل بستے

| | |
|---|---|
| سب شرم جبین یار سے پانی ہے | ہرچند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے |
| سمجھتے نہ کہ بازیچۂ اطفال ہوئے | لڑکون نے ملاقات ہی نادانی ہے |
| جون آئینہ سامنے کھڑا ہون لیکن | خوبی سے ترے چہرہ کی حیرانی ہے |
| خط لکھتے جو خونفشان تھے ہم ان نے کہا | کاغذ جو لکھے ہے اب سر افشانی ہے |
| دو زخمین ہون جلتی جو رو رہی ہے چھاتی | دل سوختگی عذاب روحانی ہے |

| | |
|---|---|
| اپنا ایسا ہے ذائقہ ہم کو | بوسۂ کنج لب ہی کھاتا ہے |
| آتش عشق جبکے دلکو لگی | شمع سان آپ ہی کو کھاتا ہے |
| دیکھتا ہے تو ہی ہم پردہ | ہے آنکھون کو کب ملاتا ہے |
| میری تو ہے پلک سے چھوٹی نگاہ | اور وہ اسپہ منھ چھپاتا ہے |

میر صناع ہے ملو اوس سے
دیکھو باتین تو کیا بناتا ہے

| | |
|---|---|
| شائستۂ غم وستم یار ہم ہوئے | عاشق کہان ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے |
| کی عرض جو متاع امانت ازل کی بیچ | سب اور لے سکے نہ خریدار ہم ہوئے |
| جی کچھ گیا اسیر قفس کی فغان کے اور | تھی چوٹ اپنے دلکو گرفتار ہم ہوئے |
| پامال یون کیا کہ برابر ہین خاک کے | کیا ظلم ہو گیا جو طلبگار ہم ہوئے |
| ہوتا نہین ہے بیخبری کا مآل خوب | افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے |
| وصل اوس طبیب زاد کا جی چاہتا رہا | آخر اس آرزو ہی مین بیمار ہم ہوئے |

پھل ہے یہ میر عشق کا اس نوبہار کے
آخر جو کشت و خون کے سزاوار ہم ہوئے

| | |
|---|---|
| لگی مین ان لبون کی جانفزائی | یہ بات اک بیخودی مین منھ پہ آئی |

شعلو نکلی ڈانگ گویا لعلون تلے دھرے ہین
پھر ونکے رنگ ہمنے دیکھے ہین کیا چھمکتے

یون بات راہ کی تو سنتا نہین ہے کوئی
جاتے نہین ہم جرس سے اس قافلہ مین تکتے

جاگہ سے لیگئے ہین تازان جب گئے ہین
تو بادہ گان خوبی جون شاخ گل لچکتے

اس حسن سے کہان ہین غلطانی موتیونکی
جس خوبصورتی سے میر اشک ہین ڈھلکتے

غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
عجب مرحلہ ہم کو درپیش ہے

بلا ہے اوسے شوق تیر و کمان
یہین سے یہ پیدا ستم کیش ہے

دلا اوسکے ظاہر پہ مت جائیو
وہ خوش رو تو ہے پر بد اندیش ہے

بہت خوب ہے لعل نوشین یار
ولیکن خط پشت لب نیش ہے

ہمین کیا جو ہے میر بیہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہے درویش ہے

گوش ہر اک کا اسی کی اور ہے
کیا قیامت کا قیامت شور ہے

پوچھنا اس ناتوان کا خوب تھا
پر نہ پوچھا ان نے وہ بھی زور ہے

صندل درد سر جھروقا
عاقبت دیکھا تو خاک گور ہے

رشتۂ الفت تو نازک ہے بہت
کیا سمجھکر خلق اس پر ڈور ہے

چلاہٹ اسطرح کی جبر میر کس سے ہوئے
باور نہ ہو تو دیکھو یہ ہو نہ ہو وہی ہے

کل جوش غم مین آنسو ٹپکے نہ چشم تر سے
کیا ہے نمود مردم جو کہیے دیکھیو تم
ہم سا شکستہ خاطر اس بستی مین نہوگا
معلوم اگلی سی تو جرأت الم کشی مین
آئینہ دار اوسکی پائے ہین شش جہت کو
مت رنج کھینچ مل کر ہشیار مردمان سے
جب گوش زد ہوا اوسکے تنبیہ ماغ ہووہ
ابر سیاہ سے دیکھو تو چاند سا نکل کر

افسوس ہے کہ آکر یون مینہ ٹک نہ برسے
مژگان بہم زدنمین جاتی رہی نظر سے
برسے ہے عشق اپنے دیوار اور در سے
کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے
دیکھیں تو منہ دکھاوے وہ کام جان کدھر سے
اوسکی خبر ملیگی اک آدھ بیخبر سے
بس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے
منہ دیکھنے کو تیرا تا چند کوئی ترسے

چاہت بری بلا ہے کل میر نالہ کش بھی
ہمراہ نے سواران دوڑے پھرے نفر سے

برق و شرار و شعلہ و پروانہ سب ہین بے
لے موی سر سے ناخن پا تک بھری ہو آگ
ہوتا ہو دل کا حال عجب غم سے اوسگھڑی

جون ہم جلا کرے ہین بھلا جلتے کب ہین یے
جلتے ہین دردمند یہ جلتے کڈھب ہین یے
کہتا ہو جب وہ طنز سے ہمکو عجب ہین یے

وجہ ذلت نہین عشق مین کہ میر کو دیکھہ
ذلیل کیسے ہین اونکی ہے گو کہ ذات بڑی

ہے تماشا حسن و خط حیرت بھی ہے
یعنے خط تو خوب ہے صورت بھی ہے

تا دم آخر نہین بولے ہین ہم
کچھ کہینگے یارے اب رخصت بھی ہے

ہے وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف
مارے گالی بھی تو پھر منت بھی ہے

تیغ نے اوسکی ہمین قسمت کیا
خوش نصیبی ہے تو پھر قسمت بھی ہے

وا نسیم صبح سے ہوتا ہے گل
تجکو اے مرغ چمن عبرت بھی ہے

جی ہی دینے کا نہین کڑھنا فقط
اسکے در سے جانیکی حسرت بھی ہے

دور سے باتین کرے ہے یون ہی یار
میر صاحب سے انھین صحبت بھی ہے

چلے ہم اگر تم کو اکراہ ہے
فقیرون کی اللہ اللہ ہے

نہ افسر ہے نے درد سر نے کلہ
کہ یان جیسا سرو ویسا سرواہ ہے

جہان لگ چلے گل ہے ہم داغ ہین
اگرچہ ہوا بھی ہوا خواہ ہے

غم عشق ہے ناگہانی بلا
جہان دل لگا کڑھنا جانکاہ ہے

چراغان گل سے ہے کیا روشنی
گلستان کسو کی قدمگاہ ہے

| | |
|---|---|
| خونریزی کی تولا کو ہوتی نہین یکایک | پہلے تو پوچھتے ہین ظالم گناہ کو بھی |
| جون خاک سے ہے یکسان میرا بہنال قامت | پامال یون نہ ہوتے دیکھا گیاہ کو بھی |
| ہر لحظہ پھیر لینا آنکھون کا ہمسے کیا ہے | منظور رکھیے کچھ تو یارے نباہ کو بھی |

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی
کچھ کم کران دنو مین اے **میر** چاہ کو بھی

| | |
|---|---|
| سنا جاتا ہے اے کہیے ترے مجلس نشینون سے | کہ تو دارو پیے ہے رات کو ملکر کمینون سے |
| گئی گرم اختلاطی کیکی ان سحر آفرینون سے | لگے رہتے ہین داغ ہجر ہی اب اپنے سینون سے |
| گلے لگ کر نہ یک شب کاش وہ مہ سو گیا ہوتا | مری چھاتی جلا کرتی ہو اب کتنے مہینون سے |
| خدا جانے ہوا اپنا تو جگر کا پتا ہی کرتا ہے | چڑھی تیوریسے محبوب نکلے اور ابرو کی چینون سے |
| ہٹے تو وہ دامن ترے شبخون کے پھٹے پائے | کہین نکلے تھے گورے ہاتھ اسکے آستینون سے |
| رہی محو خیال اسکے تو اک وقت ہاتھ آئے | نزاکت اس کمر کی پوچھیے ہم باریک بینون سے |
| برنگ برگ گل ساتھ ایک شادابی ہوتا ہے | عرق چین بھیگتا ہے دلبرونکے جب پسینون سے |
| بہت مین لخت دل دیا مجھے اک خلق نے جانا | ہوا ہی ہین میرا نام ان رنگین نگینون سے |

غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رخنہ رہتا ہے
نکلنا **میر** اب مشکل ہے میرا ان زمینون سے

منہ ادھر کرکے وہ نہین سوتا
خواب مین آوے تو ملطف ہے

یان تو تکلیف سی کھنچی تکلیف
وان وہی اب تلک تکلف ہے

چھیڑ اس شوخ نے رکھی ہمسے
عہد پر عہد ہے تکلف ہے

مرگ کیا منزل مراد ہے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

تسکین دردمندونکو یارب شتاب دے
دلکو ہمارے چین دے آنکھونکو خواب دے

اسکا غضب سے نامہ نہ لکھا تو سہل ہے
لوگون کے پوچھنے کا کیا کوئی جواب دے

گل ہے بہار تب ہی جو آنکھون مین ہو نشہ
جاتی ہے فصل گل کہین ساقی شراب دے

وہ تیغ میری تشنۂ خون ہو گئی ہی کند
کر رحم مجھپہ کاشکے یار اوسکو آب دے

دوچار الم جو ہووین تو ہین بت بتان
کیا درد بیشمار کا کوئی حساب دے

تار نگہ کا سوت نہین سید ھا ضعف سے
بیجان ہے یہ رشتہ دلا اسکو تاب دے

مژگان ترکو یار کے چہرے پہ کھول میر
اس آب خستہ سبزے کو ٹک آفتاب دے

نہ جرأت ہے نہ جذبہ ہے نہ یاری بخت بد سے ہے
یہی بیطاقتی خون گشتہ دلکو میر کد سے ہے

جہان شطرنج بازندہ فلک ہم تم ہین مہرے سب
لبسان شاطر تو ذوق اسکے مہرے نکلے زد سے ہے

تک ان پلکونکو ہو ٹھوکر سے فتنے کو جگانیکی — طرح آئی ہو اس قد کو قیامت سر پہ لانیکی
کسو سے آنکھ کے ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے — نئی یہ رسم ہم جانے ہین چھوٹے دل لگانیکی
جہان ہم آئے چہرے پر بکھیرے بال جا سوئے — ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہم سے منھ چھپانیکی
مسیں بھیگی ہین اسکی سبزۂ خط کی بدایت سے — مسیح و خضر کو پہونچی بشارت زہر کھانیکی
جہان اسکے لیے غربال کر نومید ہو بیٹھے — یہی اجرت ملی ہے کیا ہمارے خاک چھانیکی
کہو ن کیا ایک بوسہ لب کا ویکر خوب گڑایا — رکھی پیسون تلک منت کبھو تلکی بات مانیکی
بگولا کوئی اٹھتا ہو کہ آندھی کوئی آتی ہے — نشان یادگاری ہو ہماری خاک اڑانیکی
کمر سے ہے داغ اسکا عید کو سب سے گلے ملنا — الٹی لی ہے نئی یہ میری چھاتی کے جلانیکی

لڑا کر آنکھیں اس اوباش سے اک پل مین مر گذرا
حکایت بوالعجب ہے میر جی کے مارے جانیکی

کریہ الشکل ہیئت آن کر ایسی نہین دیکھی — کہ صورت آسمانکی دیکھکر مین نے زمین دیکھی
کبھو دیکھوگے تم جو ہر طرح دا اسطرف آیا — طرح ترکیب ایسی ہمنے ابتک تو نہین دیکھی
یہ کیفیت دلکش اسقدر کا ہیکو ہوتا ہے — کہ دن ہون شکر کے سجدے کہ مینے وہ جبین دیکھی
کمان وہ طرز کیا اسکی کمان جین جبین اسکی — لگا کر بارہا اس شوخنے تصویر چین دیکھی
گریبان پھاڑ ڈالین دیکھکر دامن کشان اسکو — پھٹے خرقے بہت جو چاک کی وہ آستین دیکھی

آنکھین ہی لگی جاتی ہین اس جاذبہ کو میر
آتی ہے بہت دیر جو اس منھ پہ نظر جائے

بتونکے جرم و الفت پر ہمین جو ملامت ہے
مسلمان بھی خدا لگتی نہین کہتے قیامت ہے

کھڑا ہوتا نہین وہ رہزن دل پاس عاشق کے
موافق رسم کے اک دور کی صاحب سلامت ہے

جھکی ہی شاخ پر گل تا ترے کیا صحن گلشن مین
نہال قد کی اسکی مدعی تھی سوز ندامت ہے

نکلتا ہے سحر خورشید ہر روز اسکے گھر پر سے
مقابل ہو گیا اس سے تو اس سادہ کی شامت ہے

پیے دارو پڑے پھرتے تھے کل تک میر کوچون مین
انھین کو مسجد جامع کی دیکھی آج خدمت ہے

خدا کرے مرے دلکو ٹک ک قرار آوے
کہ زندگی تو کرون جبتلک کہ یار آوے

کمانین اسکی بھوونکی چڑھی ہی رہتی ہین
نہ جب تلک سر تیر ستم شکار آوے

ہمین تو ایک گھڑی گل بغیر دو بھر ہے
خدا ہی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے

اٹھی بھی گرد رہ اسکی کہین تو لطف ہی کیا
جب انتظار مین آنکھون ہی پر غبار آوے

ہر ایک شے کا ہے موسم بجانے تھا منصور
کہ نخل دار مین حلق بریدہ بار آوے

تمھارے جور و ستم اب حال جا عبرت ہے
کسو سے کیسے تو او سکو نہ اعتبار آوے

نہین ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر
کہ اب جو دیکھون اسے مین بہت نہ پیار آوے

| | |
|---|---|
| رم تمھاری سے ہے رنج قلب سے | اب حساب زندگی بیباق ہے |
| اپنی عزلت رکھتی ہے عالم ہی اور | یہ سیہ رو شہرۂ آفاق ہے |
| فرط خجلت سے گرا جاتا ہے سرو | قد دلکش اسکا بالا چاق ہے |
| دل زدہ کو اوسکے دیکھا نزع مین | تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہے |
| رنگ ہین اوسکے جھمکتے برق کی | سطح کیا رخسار کا براق ہے |
| گو خطا اسکے پشت لب کا زہر ہو | بوسۂ کنج دہن تریاق ہے |
| خشک کر دیتی ہے گرمی عشق کی | بید صحرائی سا مجنون قاق ہے |

مت پڑا رہ دیر کے ٹکڑون پہ میر
اٹھ کے کعبے چل خدا رزاق ہے

| | |
|---|---|
| بات کیا آدمی کی بن آئی | آسمان سے زمین پنوائی |
| چرخ زن اوسکے واسطے ہے مدام | ہوگیا دن تمام رات آئی |
| ماہ و خورشید و ابر و بادہ سبھی | اسکے خاطر ہوئے ہین سودائی |
| کیسے کیسے کیے تردد جب | رنگ رنگ اوسکو چیز پہونچائی |
| اسکو ترجیح سب کے اوپر دے | لطف حق نے کی عزت افزائی |
| حیرت آتی ہے اسکی باتین دیکھ | خودسری خودستائی خودرائی |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیوان چہارم

## ردیف الف

کرتا ہون اللہ اللہ درویش ہون سدا کا
سرمایۂ توکل یان نام ہے خدا کا

بنے نکل جنون سے مشق قلندری کی
زنجیر سر ہوا ہے تھا سلسلہ جو پا کا

یارب ہمارے جانب یہ تنگ کیون ہے عائد
جی ہی سے مارتے ہین جو نام لے وفا کا

کیا فقر مین گذر ہو چشم طمع سے ہین
ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

ابر اور جوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
بے لطف میکدہ ہین وہ چند اس ہوا کا

٣٢٧

| | |
|---|---|
| واعظ کہی سو سمجھ ہے وے میفروش سے | ہم ذکر بھی سنا نہین صوم و صلوات کا |
| جھونکا کرین قیب پڑے کوے یار مین | کسکے تئین دماغ عفف ہے شکات کا |
| ان ہونٹھونکا حریف ہو ظلمات مین گیا | پردہین و سیاہ ہے آب حیات کا |
| عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے | کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا |

گر یار میر اہل ہے تو کام سہل ہے
اندیشہ تجکو یو نہین ہے اپنی حیات کا

۳۲۸

| | |
|---|---|
| تجاہل تغافل تساہل کیا | ہوا کام مشکل توکل کیا |
| نہین تاب لانا دل زار اب | بہت ہم تے صبر و تحمل کیا |
| زمین غزل ملک سی ہوگئی | یہ قطعہ تصرف مین بالکل کیا |
| جنون تھا نہ مجکو نہ چپ رہ سکا | کہ زنجیر ٹوٹی تو مین غل کیا |
| نہ سوز درون فصل گل مین چھپا | سر و سینہ سے داغ نے گل کیا |
| نہین شوق نے صاحب کھو دیا | غلامون سے اوسکے توسل کیا |

حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہم نے تامل کیا

| | |
|---|---|
| رفتہ عشق کیا ہون مین اب کے | جا چکا ہون جہان سے کب کا |

اس شوق نے دل کے بھی کیا بات بڑھائی ہے | رقعہ اسے لکھے تو طومار لکھا جاتا

یہ ہمدمی کہ دعوے اسکے لب خندان سے | بس کچھ نہ چلا ورنہ پستے کو چبا جاتا

اب تو نہ رہا وہ بھی طاقت گئی سب دل کی | جو حال کبھو اپنا میں تم کو سنا جاتا

وسواس نہ کرتا تھا مرجانیسے ہجران میں
تھا میر تو ایسا بھی دل جیسے اٹھا جاتا

مستانہ اگرچہ میں طاعت کو لگا جاتا | پر بعد نماز اٹھ کر میخانہ چلا جاتا

بازار میں ہوجاتا اس مہ کا تماشا تھا | یوسف بھی جو وان ہوتا تو اسپہ بکا جاتا

دیکھا نہ ادھر ورنہ آتا نہ نظر پھر میں | جی سفت مرا جاتا اس شوخ کا کیا جاتا

شب آہ شرر افشان ہونٹھوں سے پھری میرے | سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجھکو جلا جاتا

کیا شوق کی باتوں کی تحریر ہوئی مشکل | تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا

آنکھیں مری کھلتین تو اس چہرے پہ پڑتیں میں | کیا ہوتا کہ یکایک وہ سر پر مرے آجاتا

سبزے کا ہوا دوکش خط رخ جانان کی | جو ہاتھ مرے چڑھتا تو پانون کو کھا جاتا

ہے شوق سبب وے بدنامی و رسوائی | کیون کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

تھی میر بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ دارونکی زنجیر ہلا جاتا

آ دل ضعیف اب کی بچارا سنبھل گیا

چلنے لگے تھے راہ طلب میں ہزار شوق
پہلے قدم ہی پیچ پاؤں ہمارا اُچھل گیا

میں وہ دلاور آئے ہی تھا فرط شوق سے
طور اسکا دیکھ اور بھی کچھ دل دہل گیا

کر اب سے لگے جھکنے بہت عاشقی کی طرف
شاید کہ میر جی کا دماغی خلل گیا

عشق رسوائی طلب نے مجھ کو سرگرداں کیا
کیا خرابی سر پہ لایا صومعہ ویران کیا

ہم کو کیا کہتے ہو کچھ تدبیر میں آتی نہیں
[illegible] درد عشق کا درمان کیا

داخل دیوانگی ہی تھی ہماری عاشقی
[illegible] اس سود میں ہے جان کا نقصان کیا

شکر کیا اوسکی کریمی کا ادا بندے سے ہو
ایسی اک ناچیز مشت خاک کو انسان کیا

تیغ سے بچوں جھکائیں برچھیاں [illegible]
جان کا [illegible] سر و پا کا بلا سامان کیا

| | |
|---|---|
| آک نگہ کرنے میں غارت کر دیا اے واے ہم | دل جو ساری عمر کا اپنا تھا شرمایا گیا |
| کیا العجب ہے جو کوئی دل زدہ ناگہ مرے | اضطراب عشق میں جی تن سے گھبرایا گیا |
| ماہ کہتے تو کہا اُس مُنھ کے خوش کاہے حریف | شہر میں پھر ہم سے اپنا منھ نہ دکھلایا گیا |

جیسے پرچھائیں دکھائی دیکے ہو جاتی ہے محو
میر بھی اُس کام جان دو میں تھا سایا گیا

| | |
|---|---|
| ہم مست عشق جیسے تھے وہ روٹھ کر گیا | دیکھ اوسکو بیدماغ نشہ سب اُتر گیا |
| جان بخشی اسکے ہونٹھوں کی سن اب زندگی | ایسا چھپا کہیں کہ کہا جائے مر گیا |

کہتے ہیں میر کعبہ گیا ترک عشق کر
راہ دل شکستہ کدھر وہ کدھر گیا

| | |
|---|---|
| شاید جگر حرارت عشقی سے جل گیا | کل درد دل کہا سو مرا منھ اُبل گیا |
| بے یار حیف باغ میں دل ٹک بہل گیا | دے گل کو آگ چار طرف میں جل گیا |
| اس آہو رمیدہ کی شوخی کہیں سو کیا | دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا |
| وزرات خون کیا ہے کیے ہم جگر کو پھر | گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا |
| تیور بدلنے سے تو نہیں اسکے بیچ اُس | اندیشہ یہ ہے طور سے اسکا بدل گیا |
| ہر چند میں نے شوق کو پنہاں کیا ولے | اک آدھ حرف پیار کا منھ سے نکل گیا |

کب ہی انداز اس کے خوب ہے مہرے
[illegible] دین بے ایمان کیا

آ کے افغان [illegible] سے ایمان بھی [illegible]
[illegible] بیدل و حیران کیا

دل سنبھالے نہیں [illegible] جاتا تھا
[illegible] کیسا جاتا تھا

حال میر اوبکھے ہی کے سے تامل ہے اوسکو
ظاہر میں جیسے شیشہ ہو وہ نور بین اپنے پنہان ہے
یادین اوسکی قامت کی مین لوہو در دسو کھہ گیا
بعد مرگ چراغ نہ لاوے گور پہ عاشق کی آہ

مجھ پر خود آرائی کا یا بیخودہے خود رائی کا
خالی نہین ہے حسن سے چھپنا ایسے بھی پیدائی کا
آخر یہ خمیازہ کھینچا اس چرخ بالائی کا
جلتے جی بھی داغ ہی تھا مین اسکی بے پروائی کا

چشم وفا اخوان زمان سے سادہ ہو شعر کے میر
قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونون بھائی کا

پھرے ہے وحشی سا لم گشتہ عشق کا تیرا
دریغ دور تجھے کیون سمجھا تو جی ہی
جہان بھرا ہے ترے شور حسن و خوبی سے
نگاہ ایک ادھر ایک تیغ تیز کی اور

سبھو لسے پاتے ہین بیگانہ آشنا تیرا
ہوا ہے ایک نگہ مین زیان کیا تیرا
لبون پہ لوگونکی ہے ذکر جا بجا تیرا
ہمارا خون ہی کرتا ہے مدعا تیرا

نظر کنھون نے نہ کی حال میر پر افسوس
غریب شہر وفا تھا وہ خاکپا تیرا

صورت شیرین کے آگے کام اپنا کر گیا
خانہ آبادی ہمین بھی دل کی یون ہے آرزو
میر سختی کش تھا غافل پر خدا نے خیر کی

عشق مین کس حسن سے فرہاد ظالم مر گیا
جیسے جلوے سے ترے گھر آرسی کا بھر گیا
حادثے کا کیا اوسکے سر پہ پتھر گیا

منہ دکھانا برسون وہ خوشرو نہین / چاہ کا یون کب تلک ناتا رہا

کچھ نہ مین سمجھا جنون و عشق مین / دیر ناصح مجکو سمجھاتا رہا

داغ تھا جو سر پہ میرے شمع سان / پانون تک مجکو وہی کھاتا رہا

کیسے کیسے رک گئے ہین میر ہم / مدتون منہ تک جگر آتا رہا

اوصاف موے شعر سے الجھا اوکھڑ گیا / دانتونکو سلک در جو کہا مین سو لڑ گیا

جیتے جی یہ ملا نہ رہا سو رہا غریب / جو دل شکستہ ساتھ سے اسکو بچھڑ گیا

کیا اوسکے دل جلے کی تمامی مین ہے ہو / جیسے چراغ صبح شتابی بگڑ گیا

فرہاد پہلوان محبت پہاڑ تھا / بیطاقتی جو دل نے بہت کی بچھڑ گیا

گل رنگ تنگ شاخ پہ نکلا بہار مین / آنکھین سی کھل گئی ہین جو مرجھا کے جھڑ گیا

یان حادثے کی باد سے ہر ایک شجر ہجر / کیسا ہی پائدار تھا آخر اکھڑ گیا

شرماوے سرو ہوئے اگر آدمی روش / وصف اسکے قد کا میر سے سنکر اکڑ گیا

جان اپنا جو ہمنے مارا تھا / کچھ ہمارا اسی مین دارا تھا

کون لیتا تھا نام مجنون کا / جب کہ عہد جنون ہمارا تھا

طائر کی بھی رہتی ہی بھر جان چمن ہی مین
گل آئے جہان وہ بھی جون آب وان آیا

خلوت ہی رہا کرتی ہی مجلس مین تو یون اسکی
ہوتا ہی جہان یکجا مین میر جہان آیا

خون ہوا دل چاہیے جیسا گو اب کام ہی جاویگا
آنکھین لگی رہتی ہین اکثر چاک قفس سی اسیر کی
فتنے کتنے جمع ہوئے ہین لعل و خال و خد و قد
عشق مین تیرے کیا کیا سنکر یار کسی گر جاتے ہین
ایک نگہ کی امید بھی اسکی چشم شوخ سے ہمکو نہین
اتبو جوانی کا یہ نقشہ ہی یخود دیکھو رکھے گا

کام اپنے وہ کیا آیا جو کام ہمارے آویگا
جھوکا باد بہاری کا گلبرگ کوئی یان لاویگا
کوئی نہ کوئی عہد مین میری سر انہین سے اٹھاویگا
اپنے غم کھاتے ہین بہت ہم غم بھی ہم کو کھاویگا
ادھر ادھر دیکھے گا یہ ہمسے آنکھ چھپاویگا
ہوش گیا پھر آویگا تو دیر تلک پچھتاویگا

دیر سے اس اندیشے نے ناکام رکھا ہی میر ہمین
پانون چھوئینگے اسکے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگاویگا

بہار آئی چلو چمن مین ہوا کے اوپر بھی رنگ آیا
چلے ہین مونڈھے بھی ہی کھنی جسی ہی چولی بھنسی ہی مہر کی
کہان تلک گل نے ہو کے غنچہ رہا منہ منھ سوتنگ آیا
قیامت اسکی ہی تنگ پوشی ہمارا جی تو بتنگ آیا

وہی ہی رونا وہی ہی کڑھنا وہی ہی سورش جوانی کی سی
بڑھاپا آیا ہی عشق ہی مین یہ میر ہمکو نہ ڈھنگ آیا

بکائے شب و روز اب چھوڑ میر
نواح آنکھوں کا تو ورم کر گیا

یاری کیے کسو کا ہیکو نام نکلا
ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا

ہنگامے سی جہان میں ہمنے جنون کیا ہی
ہم جسطرف سے نکلے ساتھ اژدحام نکلا

پامالی خطر سے نکلا نہ کبک اُٹھ وہر
جیدھر سے ناز کرتا وہ خوشخرام نکلا

جنگ زمانہ میں تو محبت ہی عشق ہی کا
بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

جانا تھا تجکو ہمنے تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا ابھی خام نکلا

نے ہمسے کچھ نہ اُس ستم ایجاد سے ہوا
ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا

شیرین کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان ین
جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا

خوش زمزمہ طیور رہی ہوتے ہین میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا
داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خونبار کیا

جرم ہی ہم اُلفت کے کشتوں کا لگ پڑنے سے شروع ہوا
اب کہتے ہین دل ہی نہ ہمنے اُسکیوں پیار کیا

چاہا ہمنے کیا تھا اپنا چاہا کچھ نہ ہوا
عزت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا

| | |
|---|---|
| رہا افسوس آنکھیں تر ہوئیں تو | کہ آنسو تھا جگر پارا ہمارا |
| نہ یارے یاوری طالع نے کچھ کی | گیا بے یار رب یارا ہمارا |

گلہ لب تک نہ آیا میرؔ ہرگز
کھپا جی ہی میں غم سارا ہمارا

## ردیف بای

| | |
|---|---|
| ہوا جوں خون جی آئی ہر ایک اعضا میں ہے شور آب | حواس گم ہیں دماغ گم ہے رہا سہا بھی گیا شعور اب |
| مرینگے غائب نزار یوں تو نظر میں ہرگز نہ لاوینگا تو | کرینگے ضائع ہم آپ ہی کو نپٹ ہو کر تری حضور اب |

وجوب امکان میں کیا ہے نسبت کہ میر بندے کا ہیچ صاحب
نہیں ہے ہونا ضرور کچھ تو مجھے بھی ہونا ہے کیا ضرور اب

| | |
|---|---|
| گیا گئی جان و دل سے تا شتاب | آنسو آتے ہیں اب شتاب شتاب |
| ہینگی وے پلکیں اور کے رخنے | حال دل ہو گیا خراب شتاب |
| یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی | جوں گیا موسم شباب شتاب |
| پیر ہو کر رہا ہوں یوں غافل | جیسے لڑکوں کو آوے خواب شتاب |
| مرتے ہیں ہو جواب نامہ وہی | آوے خط کا اگر جواب شتاب |
| مہربانی تو دیر میں ہے کبھو | ہو دل آزاری عتاب شتاب |

ہون بیخود تو کوئی پہونچے مجھ تلک
بیخودی نے حال پہونچایا ہی اب

کاشکے ہو جاے سینہ چاک چاک
رکتے رکتے جی بھی گھبرایا ہی اب

راہ پردہ کیونکہ آوے مست ناز
دشمنون نے اسکو بہکایا ہی اب

کیا جیین گے داغ ہوکر خون ہوا
زندگی کا دل جو سرمایا ہی اب

میر شاید کعبے ہی مین رہ پڑے
دیر سے تو یان خدا لایا ہی اب

کیا کرین تدبیر دل مقدور سی باہر ہی اب
ناامید اس زندگانی کرنے سے اکثر ہی اب

جن دنون ہم کافر وسی ربط تھاوے ہو چکے
وہ بت بہیر اپنی اور سے پتھر ہی اب

دور تک رسوا ہوا ہون شہر شہرون ملک ملک
میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہی اب

وہ طبیعت ہی نہین ہی میری ہی مشفق طبیب
کر دوا جو طبع مین آوے ترے بہتر ہی اب

بیخود اس مستانہ وانازین رہتے ہین ہم
عالم اپنا دیکھیے تو عالم دیگر ہی اب

وہ سپاہی پیشہ لوگون ہی مین رہتا ہی کھڑا
گردپیش اُسکے دشمن احباب کے لشکر ہی اب

گفتگو انسان سے محشر مین ہی یعنے کہ میر
سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہی اب

خلاف وعدہ بہت ہوئے ہو کوئی تو وعدہ وفا کرو اب
ملا کے آنکھیں دروغ کہنا کہان تلک کچھ حیا کرو اب

منہ اسکا دیکھ رہیے کہ رفتار ناز کو — سر تا قدم ہے لطف ہی اس شوخ پر کے بیچ

ہر دانۂ سرشک مین تار نگاہ ہے — اس رشتے کی روش کہ جو ہووے گہر کے بیچ

کیا دل کو خون کیا کہ تڑپنے لگا جگر — یکتاے روزگار ہین ہم اس ہنر کے بیچ

ایسا ہوا ہے معتبر اب حساب یک — کہیے جو کچھ بھی باقی ہو اپنے جگر کے بیچ

ہے اپنی خانہ زادی مین اپنا ہی شور میر

بلبل بھی ایک ہی ہو تا ہے گھر کے بیچ

رنج کیا کیا ہمنے کھینچے دوستی یاری کے بیچ — کیا ہوئی تقصیر اسکی ناز برداری کے بیچ

دوش و آغوش و گریبان دامن گلچین ہوئے — گلفشانی کر رہی ہے چشم خونباری کے بیچ

ایک کو اندیشہ کار ایک کو ہے فکر یار — لگ رہے ہین لوگ سب چلنے کی طیاری کے بیچ

منتظر تو رہتے رہتے پھر گئین آنکھین ندان — وہ نہ آیا دیکھنے ہمکو تو بیماری کے بیچ

جان کو قید عناصر سے نہین ہے وارہی — تنگ آگئے ہین بہت اس چار دیواری کے بیچ

روتے ہی گذری ہین ہر شب نشینی یاد کی — اودس سی پڑتی رہی ہے رات ہر کیاری کے بیچ

یاد پڑتا ہے جوانی بھی کر آئی رفتگی — ہو گیا ہون میں تو مست عشق ہشیاری کے بیچ

ایک ہو وین جو زبان دل تو کچھ نکلے بھی کام

یون اثر اے میر کیا ہو گریہ زاری کے بیچ

| | |
|---|---|
| عشق کی کیسے طرح کیا واہن وفرہاد وقیس | یکساں مرگئے وے لوگ سارے اسطرح |

جو عرق تحریک مین اُس رشک مہ کے منھ پہ ہے
میر کب ہوتے ہین گرم جلوہ تارے اسطرح

| | |
|---|---|
| پہونچے ہی ہمکو عشق مین آزار ہر طرح | ہوتے ہین ہم ستم زدہ بیمار ہر طرح |
| ترکیب وطرح ناز وادا سب دل لگے | اُس طرحدار کے ہین گرفتار ہر طرح |
| یوسف کی اس نظیر سے دلکو نہ جمع رکھ | ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح |
| جسطرح مین دکھائی دیا اُس سے لگ پڑے | ہم کشتۂ خون کے ہینگے سزاوار ہر طرح |

چپ لگ کے بام دور گلی کوچے مین سے میر
مین دیکھ لون ہون یار کو اکبار ہر طرح

## ردیف خای

| | |
|---|---|
| ہی میرے جو رشک یادم کا رنگ سرخ | ریزش کا اسکے تختہ ہی سینے کا سنگ سرخ |

## ردیف دال

| | |
|---|---|
| زردی عشق سے ہی تن زار بد نمود | اب مین ہون جیسے دیر کا بیمار بد نمود |
| بے برگی بے نوائی سے ہین عشق مین ہزار | پائیز دیدہ جیسے ہون اشجار بد نمود |
| ہر چند خوب تجکو بنایا خدا نے لیک | اے ناز پیشہ کبر ہی بسیار بد نمود |

خوف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہے دلیل | ہو جہان شمشیر ابرو اسکی خم حد سے زیاد

کچھ بھی نزدیک اسکی ٹھہرا ہو تو دیکھے بہ نظر | قدر ہی عاشق کی ان آنکھوں میں کم حد سے زیاد

پاس اسکے دم بخود بیرون تھے سو طاقت کہان
بات کہتے میر اب کرتے ہیں ہم حد سے زیاد

شعر دیوان کے میرے کر کر یاد | مجنون کہنے لگا کہ ہان استاد
خود کو عشق تھا کہیں اب تھا | متوکل ہو کر خدا کو یاد
سب طرف کرتے ہیں نکو بیان کی | کس سے جا کر کوئی کرے فریاد
وحشی اب گرد باد سے ہم ہیں | عمر افسوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر
خوب جا گہر ہی پر ہی بے بنیاد

## ردیف ذال

درویشی کی ہو سو خستگی ہی سو ہی لذیذ | نان و نمک ہی داغ کا بھی ایک شور دیدہ

## ردیف رای

مت اس چمن میں غنچہ روش بود و باش کر | مانند گل شگفتہ جبین یان معاش کر
دل رکھ قوی فلک کی زبردستی پر نچا | گر کشتی لنگ گئی ہی تو تو بھی تلاش کر

عشق و محبت یار مین کیا لطف کے ہو کر نا ضبط
مانگ پناہ خدا سے بندے دل لگنا اک آفت ہے
گیا سر ہو کے نہ جانے کی بہتران سمجھو کے مصلے سے

چھاتی پہ جو ہو کوہ الم کا تو بھی نالہ و آہ نکر
عشق نکر زنہار نکر واللہ نکر باللہ نکر
پانون رکھ کر سجادے پہ انکے اس جا دیسے راہ نکر

میر نہ ہم کہتے تھے تجھسے حال نہین کچھ رہنے کا
چاہ بلا ہے جان و دل ہر آ جانے دے چاہ نکر

کل سے دل کی کل بگڑی ہے جی مارا بیکل ہو کر
ایک سجود و قلوب لے آہ کیا نہ جوانی مین
جیب دریدہ خاک ملونکی حال سے کیا آگاہی تمھین
ایک تو ہم تو ہوتے نہین ہین سر بہتیرا مار چکے

آج لہو آنکھون مین آیا درد و غم سے رو رو کر
سر مارتے ہین مجرا یونہین یونہین وقت کو اب کھو کر
راہ چلو ہو نازکنان و امن کو لگا کر ٹھوکر
اب بہتیری ستم کی جلد لگا کر تو دو کر

جی ہی ملا جاتا ہے اپنا میر سمان دیکھے ہے
آنکھین ملتے اٹھتے ہین بستر سے لہر جب سو کر

یہ لطف اور پوچھا مجھ سے خطاب کر کر
چھاتی جلی ہی کیسی اڑتی جو یہ سنی ہے
خونریزی سے کچھ آگے تقصیر کر لیا تھا
گنتی مین تو نہ تھا مین پر کل خجل ہوا وہ

کاہے میر کچھ کہین ہم تجکو عتاب کر کر
وان مرغ نامہ بر کا کھا کباب کر کر
اس دل زدہ کو ان نے مارا خراب کر کر
کچھ دوستی کا میرے دل مین حساب کر کر

| | |
|---|---|
| مست و بیخود ہم اسکے در پہ گئے | لوگ اسکو خبر کرین کیون کر |
| سو رہا بال منھ پہ کھول کے وہ | ہم شب اپنی سحر کرین کیون کر |
| مہ فلک پہ ہی وہ زمین پر آہ | انکو زیر و زبر کرین کیون کر |

دل نہین درد مند اپنا میر
اور نالے اثر کرین کیون کر

## ردیف زای

| | |
|---|---|
| ہی زیر خاک لاشۂ عاشق طپان ہنوز | پیدا ہی عشق کشتی کا اسکے نشان ہنوز |
| گردش سے اسکی خاک برابر ہوئی خلق | استادہ روے خاک پہ ہی آسمان ہنوز |
| اس تک پہونچنے کا نہین ہی حال کچھ وئے | جاتے ہین گرتے پڑتے بھی ناتوان ہنوز |
| پروانہ جل کے خاک ہوا پھر اڑا گیا | ای شمع تیری رہتی نہین ہی زبان ہنوز |
| چندی ہزار جانین گئین اسکی راہ مین | ایک آدھ تو بھی مر رہے ہین نیمجان ہنوز |
| مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیون مین مر گئے | قصہ ہمارے عشق کا ہی داستان ہنوز |

لخت جگر کے غم مین کہ تھا لعل پارہ میر
رخسار زرد پر ہی مرے خون وان ہنوز

| | |
|---|---|
| دیوانگی کی ہی زور آوری ہنوز | ہر دم نئی ہی میری گریبان دری ہنوز |

ردیف شین

خاک ہو کر بھی ہیں یہ ہنوز — دل کا جیب نہیں غبار ہنوز
نہ جگر میں ہے خون نہ دل میں ... — در پے خون ہے روزگار ہنوز

دست بر دل ہوں مدتوں سے میر
دل ہی ویسا ہے بیقرار ہنوز

دوستاں حسن و خوبی ہے کیا چیز — ٹھہری ہے جان سے بھی ستے کیا چیز

ردیف سین

مدت ہجر میں کیا کرے بیان یار کے پاس — حال یہ ہی بھی تھی آن کے بیمار کے پاس
حق یہ ہے خواہش دل تو ہے مری آجاتا — جبکہ خونریزی کو ٹھلائیں مجھی دار کے پاس
در اسیری کا کھلا منہ پہ ہمارے کیا تنگ — مر ہی رہیے گا قفس کے در و دیوار کے پاس
آنا اسکا تو دم قتل ضروری ہے ولے — کون آتا ہے کسو خون کے سزاوار کے پاس
پائیے یار اکیلا تو غم دل کہیے — سو تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہیں وچار کے پاس
منہ پہ ناخن کے خراشوں سے لگا دل کہتے — ہم تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہیں اغیار کے پاس

میں تو تلوار تلے اسکے لیے بیٹھا میر
وہ کھڑا ابھی نہ ہوا آکے گنہگار کے پاس

کل ہاتھ جا رہا تھا دل بیقرار پاس — گویا کہ جا رہا کسو سوزندہ یار پاس

احتیاط صراحی مے سے ہمنے سجادہ کے دکھلائے داغ

دیکھے دامن کے نیچے کیسے دیے
میر نے گر تلے چھپائے داغ

## ردیف فای

آج ہمارا سر پھرتا ہے باتین جتنی سب موقوف
حرف و سخن جو باہم یکدگر رہتے تھے سو اب موقوف

کسکو دماغ سے رہا یان آٹھ پہر کی منت کا
ربط اخلاص سے دن گذرے خلط سب موقوف

اسکی گلی مین آمد و شد کی گھات ہی مین ہم رہتے تھے
اب شکستہ پا ہو بیٹھے دھب کر نکلی ڈھب موقوف

وہ جو مانع ہو تو کیا ہے شوق کمال کو پہونچا ہے
وقفہ ہوگا تب ملنے مین ہم بھی کرینگے جب موقوف

حلقے پڑے ہین چشم تر مین سوکھے ایسے تم تھے
رونا کڑھنا عشق مین اسکے میر کروگے کب موقوف

مین آگے نہ تھا دیدۂ پر آب سے واقف
پلکین نہ ہوئی تھیں مری خوناب سے واقف

پتھر تو بہت لڑکو نکلے کھائے ہین ولیکن
ہم اب بھی جنون کے نہین آداب سے واقف

ہم ننگ خلائق یہ عجب ہے کہ نہین ہین
اس عالم اسباب مین اسباب سے واقف

شب آنکھین کھلی رہتی ہین ہم منتظرون کی
جون دیدۂ انجم نہین ہین خواب سے واقف

بل کھاتے نہین بانو کے ہم جاتے ہین ہر میر
ہین پیچ و غم و رنج و تب و تاب سے واقف

## ردیف قاف

کیا چلے جاتے ہین جہان سے لوگ
مگر آتے تھے مہمان سے لوگ

ٹھہر ہر بات بات پر گالی
جان طلب ہین تری زبان سے لوگ

شہر مین گھر خراب ہی اتنا
آتے ہین یان اب اس نشان سے لوگ

ایک گردش مین ہین برابر خاک
کیا جھگڑتے ہین آسمان سے لوگ

درد دل ان نے کب سنا میر
لگے رہتے ہین اسکے کان سے لوگ

یا وے بھی لچاپ بلکہ ہو تحقیق
ہم ہی سنبری دھان پان سے لوگ

شوق مین تیر سے چلے اودھر
ہم خمیدہ قد ان کمان سے لوگ

آدمی اب نہین جہان مین میر
اٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

## ردیف لام

بلبل نے کل کہا کہ بہت ہمنے کھائے گل
لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہواے گل

رعنا جوان شہر کے رہتے ہین گل بسر
سر پر ہمارے داغ جنون کی ہی جاے گل

دل پوشی پہ صبح جیب کی نہ کی نظر
بیدرد گلفروش سبد بھر کے لائے گل

حیف آفتاب مین لب ہوا باغ مین
جون سایہ واکشیدہ ہوئے ہم نہ پائے گل

بوی گل و نواے خوش عندلیب میر
آئے چلے گئے بھی جو کچھ تھی وفاے گل

اے میر اسی ہی نسبت کن حلقہ موسی
بیتاب کچھ ہی گا ہے پرپیچ ہے سگے دل

| | |
|---|---|
| حال تو حال نزار ہی تا حال | دل وہی بیقرار ہی تا حال |
| بڑھتی ہی حال کی خرابی بروز | گرچہ کچھ روزگار ہی تا حال |
| خستہ جانی نے ننگ خلق کیا | پر اُسے مجھ سے عار ہی تا حال |
| حال فکر سخن مین کچھ نہ رہا | شعر میر اشعار ہی تا حال |
| حال مستی جوانی تھی سو گئی | میر اسکا خمار ہی تا حال |
| آنکھین بجا لی سے ٹھہرتی نہین | شوق دیدار یار ہے تا حال |

غم سے حال آنکھ خون دل سوکھا
چشم تر اشکبار ہی تا حال

| | |
|---|---|
| کھچتا ہی اُسطرف ہی کو بے اختیار دل | دیوانہ دل بلا زدہ دل بیقرار دل |
| سمجھا بھی تو کر دل کسو کہتے ہین جل ہی کیا | آتا ہی جوز بانپہ ترے بار بار دل |
| آزردہ خاطری کا ہمارے نہ کر عجب | اک عمر ہم رہا کیے ہین مار مار دل |
| وا شد فسردگی سے ترے اس چمن مین ہی | دل جو کھلا تو جیسے گل بے بہار دل |
| میر اسکے اشتیاق ہم آغوشی مین نہ پوچھ | جاتا ہی اب تو جی ہی رہا در کنار دل |

کیا ظلم ہے کھینچے شمشیر وہ کیے ہے
کم پائی اسقدر ہی منزل ہے دور اتنی
اکثر نڈھال ہین ہم پر یون نہین وہ کتا
یہ جانتے نہ تھے ہم ایسے بری ہوئے ہو

آزردہ ہونگا پھر مین جا کہ سے جو ٹلے تم
طے کسطرح کروگے یا رعیہ چلے تم
کیا ہے کر جاتے ہوگے کچھ اتنی ہی پھلے تم
ہونٹھو نپہ جان آئی تم بن گئے بھلے تم

قربانی اسکی ٹھہری پر یہ طرح نہ چھوڑی
تکتے ہو میر ادھر تلوار کے تلے تم

یارب اُس محبوب کو پھر اک نظر دیکھینگے ہم
مین کیا دیکھوا دھر تک تم تو مین بھی جاون دن
یا نظاہر سے اُسے تو دیکھنا دشوار ہے
یون نہ دینگی دل کسو سیمین بدن سد دست کو
کام کہتے ہین ہماجت سے کبھو لیتے ہین لوگ
راہ تکتے تکتے اپنی آنکھین بھی پتھرا چلین

اپنی آنکھون سے اُسے یان جلوہ گر دیکھینگے ہم
ہنسکے بولے یہ تری باتین ہین پر دیکھینگے ہم
جائینگے مجلس مین تیری ادہر ادہر دیکھینگے ہم
ابتدائے عشق مین اپنا بھی گھر دیکھینگے ہم
ایکدن اسکے کنے جا کر پھر دیکھینگے ہم
یہ نہ جانا تھا کہ سختی اسقدر دیکھینگے ہم

سوزش دیوانگی اسکی نہین جائیگی لیک
ایک دو دن میر کو زنجیر مین دیکھینگے ہم

صبر کیا جاتا نہین ہمسے رہ کے جدا نہ ستاؤ تم
پانون کا رکھنا گرچہ ادھر کو عار سی ہے آؤ تم

کہہ سکے کون ہمسکو ناہموار — اب تو ہین خاک سے برابر ہم
کوفت سے کوفت اپنے دلبر ہی — چھاتی کوٹا کتے ہین اکثر ہم

ابر کرتا ہی اب کمی سی میر
دیکھین ہین سوے دیدۂ تر ہم

تجا ہی غیرت عشقی سے گفتگو کو ہم — خموش دیکھتے رہتے ہین اُسکے رو کو ہم
اگرچہ وصل ہی پر ہین طلب مین سرگردان — پہ وہم کار ہی جاتے ہین جستجو کو ہم
اب اپنی جانسے ہین تنگ دم رکے ہی بہت — ملا ہی دینگے تری تیغ سے گلو کو ہم
جلاکے خاک کرے وہ کہ رکھے داغ کرے — لگادین آگ سے کیا اپنی گرم خو کو ہم

مرید پیر خرابات یون نہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

عشق تبو نے اب کرینگے عہد کیا ہی خدا ہم — آجاوین جو یہ سر جائی تو بھی نجاوین جا ہے ہم
گریہ خونین ٹک بھی ہے تو خاک سی مُنھ پر اُڑتی ہی — شام و سحر رہتے ہین یعنی اپنے لہو کے پیاسے ہم
اسکی نہ پوچھو دوری مین ان نے پرسش حال ہماری کی — ہمکو دیکھو مارے گئے ہین آکر پاس وفا سے ہم
چپکے کیا انواع اذیت عشق مین کھنچی جاتی ہی — دل تو بھرا ہی اپنا تو بھی کچھ نہین کہتے حیا سے ہم
کیا کیا عجز کرین ہین لیکن پیش نہ کچھ جاتا میر — سر رگڑے ہین آنکھین ملے ہین اسکے حنائی پا سے ہم

ردیف نون

دل تو انمین عشقمین ہمین جاتا ہی جی دو دو ہی دیکھیو تم | چاہ رنج گو چاہ نہین ہمالا اسکی گو جان نہین

کبتک وے نکلے نکلے جو روں جگر کے ٹکھون سے
کسب نہین ہی یار سے دوری مین کوئی وصال نہین

ہی وضع کشیدہ کا جو شور اسکے جہان مین | نکلی ہی مگر تازہ کوئی شاخ کمان مین
ہر طور مین ہم حرف و سخن لاگ سے دل کی | کیا کیا کہین مین مرغ چمن اپنی زبان مین
کیا باد نے بھی دست تطاول کو دیا طول | پھیلے پڑے ہین پھول ہی سب اب کی خزان مین
خوشرنگ ہی کس مرتبہ انہار کا پانی | خونناب مرے چشم کا ہی آب روان مین

روئے مرے احوال پہ جون ابر بہت میر
بیطاقتی بجلی کی سی ہی آہ و فغان مین

دل لگے کبھی بیدل کہلائے آگے دیکھیے کیا کیا ہون | محزون ہی وہین مفتون ہی وہین مجنون ہو وہین سوا ہون
عشق کی رہ مین پانو رکھا سو رہنے لگے کچھ رفتہ سے | آگے چلکر دیکھین ہم اب گم ہو دین یا پیدا ہون
خار و خس الجھے ہین آپہی بحث اٹھونسے کیا رکھین | موج زن اپنی طبع روان ہی جب ہم جیسے دریا ہون
ہم بھی گئے جاگہ سے اپنی شوق مین اس ہرجائی کے | عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم زرنون بیجا ہون

کوئی طرف یان ایسی نہین جو خالی ہووے اس سے میر
یہ طرفہ ہی شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہون

احراق اپنے قلب کا رونیسے کب گیا
پانی کی چار بوندین مین کیا احراق ہین

تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول
بیٹنے کتابین رکھین اُٹھا گھر کے طاق ہین

دم تھمین بقول زنان عاشقو نکلے ہین
ہلنا بلا ہی موتی کا اُسکی بلاق ہین

اک نور گرم جلوہ فلک پر ہی ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہی میر اُس رواق ہین

صبح ہوئی گلزار کے طائر دلکو اپنے ٹٹولین ہین
یادین اس خود رو گل ترکے کیسے کیسے بولین ہین

باغین جو ہم دیوانیسے جا نکلین ہین نالہ کنان
غنچے ہوہو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہولین ہین

یا رہا آسان کیا کچھ سینہ کشادہ ہمسے ملا
خون کرین ہین جیب کے لکوے بند قبا کی کھولین ہین

میٹھے تو ہی شد قتے دیکھو اندھیری کیا ہی یہ
سیتے تنگ جو آتے ہین ہم دلکو لگے رو لین ہین

مردہ دھوبی کا کم ملتا ہی میل دل اتنی یہ ہی بہت
کوئی کہے اس سے ملتے ہین تجکو کیا ہم دھو لین ہین

سرو تو ہی سنجیدہ لیکن پیش مصرع قد یار
ناموزون ہی نکلے ہی جب دل مین اپنے تولین ہین

مرگ کا وقفہ اس رستے مین کیا ہی میر سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ کی کم ہین لوگ کوئی ہم سولین ہین

غزل میر کی کب پڑھائی نہین
کہ حالت مجھے غش کی آئی نہین

زبان سے ہماری ہی صیاد خوش
ہمین اب امید رہائی نہین

دیا حسن مین دلکی نہین خریداری — وفا متاع ہی اچھی پہ یان کی تاب نہین

حساب پاک ہو روزِ شمار مین تو عجب — گناہ اتنے ہین میرے کہ کچھ حساب نہین

گذر ہی عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ — دلونکو چین نہین ہی شبونکو خواب نہین

جہانکے باغ کا یہ عیش ہی کہ گل کے رنگ — ہمارے جام مین لوہو ہی سب شراب نہین

تلاش میر کی اب میکدو نمین کاش کرین

کہ مسجدونمین تو وہ خانمان خراب نہین

ہمکو کہنے کے تئین بزم مین جا دیتے ہین — بیٹھنے پاتے نہین ہم کہ اُٹھا دیتے ہین

ان طیورونسے ہو ہمنین بھی اگر آتی ہی صبا — باغ کے چار طرف آگ لگا دیتے ہین

گرچہ ملتے ہین خنک غیرت سے میرؔ بڑے — دل جگر دونونکو اک لخت جلا دیتے ہین

دیر رہتا ہی ہما لاش پہ عمر کشتونکے — استخوان انکے جلے کچھ تو ذرا دیتے ہین

اس شہ حسن کا اقبال کہ ظالم کے تئین — ہر طرف سیکڑون درویش دعا دیتے ہین

دل جگر ہوگئے بیتاب غم عشق جہان — جی بھی ہم شوق کے مارونکو دعا دیتے ہین

کیونکی اس راہ مین کھیے کہ صاحب نظران — پانسے وان تئین آنکھین ہی بچھا دیتے ہین

ملتے ہی آنکھ ملی اسکی تو برہم ہے تہ — خاک مین آپکو فی الفور ملا دیتے ہین

طرفہ صناع ہین ای میرؔ یہ موزون طبعان — بات جاتی ہی بگڑ بھی تو بنا دیتے ہین

## ردیف واو

چاہت میں ہیں ما چانکے مرنیکی شایستہ ہوئے
جا بھی چکی ہی دل کی ہوس اب جینے کا ارمان نہین

شور نہین یان سنتا کوئی میر قفس کے اسیرونکا
گوش نہین دیوار چمن کے گل کے شاید کان نہین

یون ناکام رہینگے کبتک جیمین اک کام کرین
رسوا ہو کر مارے جاوین اسکو بھی بدنام کرین

جسکو خدا دیتا ہی سب کچھ وہی سب کچھ دیتا ہے
ٹوپی لنگوٹی پاس اپنے ہم میر کیا انعام کرین

منھ کھولے تو روز ہی روشن زلف بکھرا ت ہی پھر
ان طورونسے عاشق کیونکر صبح کو اپنی شام کرین

خط و کتابت حرف حکایت صفحہ ورقمین آ جاوے
دستے کے دستے ہو کاغذ جو دل کا حال ارقام کرین

شیخ پڑے محراب حرم مین پہر دو گانہ پڑھتے ہو
سجدہ ایک اس تیغ تلے کا اسسے ہو تو سلام کرین

دل آسودہ ہو تو رہے ٹک دیر حرم سو بار گئے
وہ سو بھی کہ جیتے ہی باہر جاوین اب آرام کرین

میل گدائی طبع کو اپنے کچھ بھی نہین ہی ورنہ میر
دو عالم کو مانگ کے لاوین ہم جو ننگ ابرام کرین

پھرا ہین صورت حوال ہر یک دکھاتا یان
خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنو سے تھا

مروت قحط ہی آنکھین نہین کوئی ملاتا یان
وہین مین کاش مرجاتا سراسیمہ نہ آتا یان

محبت دشمن جان ہی جو مین معلوم یہ کرتا
تو کاہیکو کسو سے میر اپنا دل لگاتا یان

کہا تھا تمنے کہ ہر حرف پر ہی بوسۂ لب | جو باتین کین ہین تو اب قرض کا حساب کرو

## قطعہ

ہوا ہی اہل مساجد پہ کام از بس تنگ | نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو
خدا کریم ہی اُسکے کرم سے رکھکر چشم | دراز کھینچ کسو میکدے مین خواب کرو

جہان مین دیر نہین لگتی آنکھیں مندتی میر
تمھین تو چاہیے ہر کام مین شتاب کرو

وہ گل سارو سرا ہون یا بیجا رمو کو | ترتی ہی کاتش دیتا خالق تک اُسکی خو کو
ان گیسوؤنکے حلقے ہین چشم شوق عاشق | وے آنکھیں دیکھتی ہین حسرت سے اُسکے رو کو
دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہی لیکن | پاتے نہین ہم اسکی کچھ طرز جستجو کو
آلودہ خون دل سے صد حرف منہ پر آئے | مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل میر دلبرون سے چاہا کرے ہی کیا کیا
کچھ انتہا نہین ہی عاشق کی آرزو کو

عجب گر تیری صورت کا نہ کوئی یار عاشق ہو | جو صحن خانہ مین تو ہو در و دیوار عاشق ہو
تجھے اکبار اگر دیکھے کوئی بیجا ہو دل اسکا | خرام ناز پر تیرے لٹا گھر بار عاشق ہو
تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہین لگتا | مبادا اس چہے گل گلے کا ہار عاشق ہو

کوہ کن و مجنون و وامق میر آئے تھے جو تیز
منھ نہ لگایا ہم مین کنھون نے ایسے ہرزہ کار تو

جی رکا رکنے سے پری کچھ تو
جو نہووے نماز کرئے نیاز
طالع و جذب وزاری وزر و زور
جیتا کیا ہو جہان فانی کا

آسمان آگیا وری کچھ تو
آدمی چاہیے کری کچھ تو
عشق مین چاہیے اری کچھ تو
مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو

سہمے سہمے نظر پڑے ہین میر
اسکے اطوار سے ڈرے کچھ تو

رفتن رنگین گلرویا نسے کیا ٹھہراؤ ہو
قد جو خم پیری سے ہو تو سر کا دھنا سچ ہے
خون کے سیلاب مین ڈوبی ہوئی کا کیا شمار
تھی وفا و مہر تو بابت دیار عشق کے

ساتھ انکے چل تماشا کرلے جسکو چاؤ ہو
ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچتاؤ ہو
ٹک یہی ہو وہ جدول شمشیر تو ستھراؤ ہو
دیکھین شہر حسن مین اس جنس کا کیا بھاؤ ہو

گریۂ خونین سے ہین رخسار میر کے لعل تر
دیدۂ خونبار یون ہین جیسے منھ پر گھاؤ ہو

جسکی لاگ بلا ہو کوئی دل جینے اٹھا بیٹھو
ہو کے فقیر گلی مین کسو کے رنج اٹھاؤ جا بیٹھو

وارفتہ ہے گلستان اُس بے چمنی کا — ہے فصل گل یہ گل کا اب نہیں مزا کچھ

وہ آرسی کے آگے پہر دن ہی نے تکلف — مُنھ سے ہمارے اسکو آتی نہیں حیا کچھ

دل ہی کے غم مین گذرے وے دن جو عمر کے تھے — اچھا ہوا اس نگر سے جاتا نہیں جیا کچھ

مُنھ کر کبھی میری جانب تا نہین کہتے کچھ — کیا جانون اُسکے جی مین ہے اسطرفنی کیا کچھ

دل نے فقیر کا بھی ہاتھ نہین دل ہی کر — آجاے ہے جہان مین آگے لیا دیا کچھ

یارو نکی آہ زاری ہووے قبول کیونکر — انکی زبا نمین کچھ ہے دل مین ہے کچھ دعا کچھ

ساری وہی حقیقت ملحوظ سب مین کچھ — کیسے نمود ہووے ہے اسکے ماسوا کچھ

حرف و سخن کی اُس سے اپنی مجال کیا ہے — ان نے کہا ہے کیا کیا مین نے اگر کہا کچھ

کبتک یہ بد شرابی پیری تو میر آئے — جانے کی ہو مہیا اب کر چلو بھلا کچھ

حیرت طلب کو کام نہین ہے کسو کیساتھ — جان عزیز ابھی ہے مری آبرو کیساتھ

یکرنگ آشنا ہین خرابات ہی کے لوگ — سر مے کشونکے پھوٹتے دیکھے سبو کے ساتھ

تمری کا لوہو پانی ہوا ایک عشق مین — آتا ہے اسکا خون جگر آبجو کیساتھ

خالی نہین ہے خواہش دیسے کوئی بشر — جاتے ہین سب حباب نے یک آرزو کیساتھ

دم مین ہے دم جہان تئین گرم تلاش ہون — سو پیچ و تاب ہتے ہین ہر ایک مو کیساتھ

کیا کیا دیدہ درائی سے ہم کرتے رہے اس عالم میں
تم سے آگے سنتو ہو صاحب نہین ہوا ہی کیا کیا کچھ

حسرت وصل اندوہ جدائی خواہش وق و شوق
یون تو چلا ہون اکیلا لیکن ساتھ چلا ہی کیا کیا کچھ

کیا کہیے جب مین نے کہا ہی میر ہو مغرور اس پر تو
اپنی زبان مت کھول تو آلی اور کہا ہی کیا کیا کچھ

## ردیف یای

مین تو تنک صبری تو اپنی رہ نہین سکتا اکدم بھی
ناز و غرور بہت ہی اُسکا لطف نہین ہی کم کم بھی

جامۂ احرام اخر تہ کر دل کی اور توجہ کی
در پہ حرم کے اس لیے تھے ہم کو بھی ملیگا محرم بھی

دیکھ ہوا کو طائر گلشن کس حسرت سے کہتے تھے
گل ہی چلے جاتے نہین یا نہ چلنے کو بیٹھے ہین ہم بھی

کیا کیا مین بیتاب رہا ہون رنج و الم سے محبت کے
ہی عالم کچھ اور ہی میرے دلکے مرض کا عالم بھی

پنبہ و داغ کیا ہی کیا کیا اچھے ہونے والے زخمے
زخمون پر چھاتی کے میرے رکھ دیکھو مرہم بھی

گرم ہوا ہی ہوگا جو ہر میر چمن کی کر لیجیے
پھول بکھرتے جاتے ہین کچھ آخر ہوا ہے موسم بھی

نقل جڑے سینے کو کوٹا چہرے نچی پر خاک ملی
میر کیا ہی مین نے نہایت دل جانیکا ماتم بھی

نقد دل غفلت سے کھو یا راہ کھوئی کر گیے
کاروان جاتا رہا ہم خواب ہی مین مر گیے

کیا کہین ان نے جو پھیرا اپنے در پر سے ہمین
مر گیے غیرت سے ہم بھی پر نہ اسکے گھر گیے

ہی بلا دھوم دل تڑپنے کی
کچھ نہین اور دیکھین ہین کیا کیا
حیف دل جانے پڑ گئی جی کی
حرم کعبہ کا نپایا بھید
خشک نے ساتھا شیخ حیف موا

ایسا ہوتا نہین ہی ادہم بھی
خوابکا سا ہی یان کا عالم بھی
ورنہ غم کرنے لیتے ماتم بھی
نہ ملا دان کا ایک محرم بھی
یون تو یار اسکو دیتے ہم دم بھی

کھپ ہی جاتا ہی آدمی ای میر
آفت جان ہی عشق کا غم بھی

لطف ہی کیا انواع ستم جو اگر کوئی بیان کرے
ہم تو جاہ کر اس پتھر کو سخت اذیت کھینچی ہی
سود یہین انکے نفع جو جانے خام طمع سودائی ہی
حشر کے ہنگامہ مین جانین وا عشق تو حسن نہین
آتش خو مغرور سے کام نہایت مشکل ہی
مین عشق غم افزا سے کام نہایت مشکل ہی

گو شنہ دلگدن ہووین کہین تو بی لطفی سہی ناکرے
جاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے
دارا سارا عشق مین کیا جی کا بھی نقصان کرے
کاشکے یان وہ ظالم اپنے دل سی ہی دیوانہ کرے
اب نہین نومیدی لکو شاید عشق آسان کرے
اب نہین نومیدی لکو شاید عشق آسان کرے

کہنے مین یہ بات آتی نہین ہو سیر خدا کی قدرت کے
موند کر آنکھین میر اگر تو دل کی طرف دھیان کرے

نسبت کیا ان لوگوں سے ہمکو شہری ہیں یہ ودانی ہم
ہی فرہاد اک آدم کو ہی مجنون اک صحرائی ہی

ہم پتھر سا چھاتی میں میر کثرت غم کی حیرت سے
کیا کہیے پہلو سے دلکی سخت اذیت پائی ہی

باغ میں جا کر ہم جو رہی سو اور دماغ آشفتہ
کیا کیا سر پہ ہمارے آ کر بلبل شیب چلائی ہی

کیسا کیسا عجز ہی اپنا کیسے خاک میں ملتے ہیں
کیا کیا ناز و ادا اسکو ہی کیا کیا بی پروائی ہی

قصہ ہم غربت زدگان کا کہنے سے شائستہ نہیں
بیصبری کم پائی ہی پھر دور اسے تنہائی ہی

چشمک چتون نیچی نگاہیں چاہ کے تیرے مشعر ہیں
میر عبث بگڑے ہو ہمسے آنکھ کہیں تو لگائی ہی

دنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی
کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی

کیا ابر رحمت اپنی برستا ہی لطف سے
طاعت گزیں جو ہو سو گنہگار ہو کوئی

کیا ضعف تن میں ہی جگر و دل دماغ بن
پوچھے جو اس قشون میں سردار ہو کوئی

ہم عاشقان زرد و زبون و نزار سے
مت کر ادائیں ایسی کہ بیزار ہو کوئی

چپکے ہیں ہم تو حیرت حالات عشق سے
کرے بیان جو واقف اسرار ہو کوئی

یکسان ہوئے ہیں خاک سے پامال ہو کے ہم
کیا اور اسکی راہ میں ہموار ہو کوئی

وہ رہ سکی ہی دل زدہ کچھ منتظر کھڑا
حیرت سے اسکے در پہ جو دیوار ہو کوئی

یک نسخہ عجیب ہی لڑکا طبیب کا
کچھ غم نہیں ہی اسکو جو بیمار ہو کوئی

ایدھر نہین آتا وہ آوے تو تصدق کر
جی جامہ اٹھاوینگے گھر بار لٹا وینگے

معشوقون کی گرمی بھی اے میر قیامت ہی
چھاتی مین گلے لگ کر ٹک آگ لگا دینگے

جنگل مین چشم کسنے بستی کی راہبری کی
صاحب ہی نے ہماری یہ بندہ پروری کی

شب سنکے شور میرا کچھ کی نہ بیدماغی
اسکی گلی کی سگنے کیا آدمی گری کی

کرتے نہین ہین دل خون اس رنگ سے کسو کا
ہم دل شدونکے ان نے کیا خوب دلبری کی

اللہ رے کیا رنگ ہی آدم کے حسن پر بھی
اچھی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی

ہی اپنی عمر گذری جانکاہ و دلگدازان
اس رنج مین نہین ہی امید بہتری کی

رفتار ناز کا ہی پامال ایک عالم
اس خود نمائی کیسی خودرائی خودسری کی

ایسا شلاب چھوڑے صیاد قیدیون کو
جی ہی ہی مارتی آزادی بے پری کی

اس رشک مہ سے ہر شب غیر سے لڑائی
بخت سیہ نے یاری ان روزون یاوری کی

کہتے ہو کچھ یاں ہی کی ہین عراق کی ہی
پیسی وہی سیرونی کی بہر لگئی کہری کی

گذری نیسان صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میر تمنے کیا سیر سرسری کی

اکثر کی بیدماغی ہر دم کی سرگرانی
اب سب گئی اٹھائی ہی زور ناتوانی

| | |
|---|---|
| کہوں ضبط گریہ سے دلکی عمارت | ہوئی چشم تراس خرابی کی بانی |
| ملا دیتی ہے خاک ہی آدمی کو | محبت ہے کوئی بلاء آسمانی |

گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
دے عشق میں قدر ہمنے نجانی

| | |
|---|---|
| چلتے ہو تو چمن کو چلیے کہتے ہیں کہ بہاراں ہے | پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم باد و باراں ہے |
| رکھوا سے یوں ٹپکے ہے جیسے شراب چھنتے آتے ہیں | آگے ہو میخانے کے نکلو عہد بادہ گساراں ہے |
| عشق کے میدان داروں میں بھی مرنیکا ہے وصف بہت | یعنی مصیبت ایسی اٹھانا کارگزاراں ہے |
| دل ہے داغ جگر ہے ٹکڑے آنسو سارے خون ہوئے | لوہو پانی ایک کرے یہ عشق لالہ عذاراں ہے |

کوہکن و مجنوں کی خاطر دشت و کوہ میں ہم نہ گئے
عشق میں ہمکو میر نہایت پاس عزت داراں ہے

| | |
|---|---|
| ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے | تعب ایسی گذری کہ مر مر گئے |
| نظر اک سپاہی پسر سے لڑی | قریب اسکی تلوار کر کر گئے |
| ہم مہر وزری کے سرگرم تھے | خدا جانے وہ لوگ کیدھر گئے |
| لہو میری آنکھوں میں آتا نہیں | جگر کے مگر زخم سب بھر گئے |
| مربا طاکس میں نہیں میر جی | ہوا جو لگی وے بھی باہر گئے |

قطعہ

نگاہ غور سے کر میر سارے عالم میں
کہ ہووے عین حقیقت ہی تو ساری ہے

نہ خاطر پر الم تیرے نہ دل پر کچھ ستم تیرے
جو تک بھی سایہ گستر ہوگا تو ہن خشک مزرع پر

محل رحم ہیں اسطرح مظلوم ہم تیرے
بہت ہم ہونگے احسانمند اے ابر کرم تیرے

انھیں کے طبع جان ہی میر مائل ہو گی سنبل کی
نہیں دیکھے جنھوں نے گیسوے پر پیچ و خم تیرے

عشق میں کھو ہی جاؤگے تو باتیں تبھی بناؤگے
قدر ہماری کچھ جانوگے دلکو کہیں جو لگاؤگے

صبر کہاں بیتابی دل سے چین کہاں بیخوابی سے
سو سو بار گلے میں تکتے گھر سے باہر آؤگے

شوق کمال کو پہونچا تو ہیں خط و کتابت وقت تحریر
قاصد کے محتاج نہ ہوگے آپ ہی دوڑے جاؤگے

صنعت گریان صاحب دل کی لگی لپٹی کچھ نہیں
ایک نہیں وہ سننے کا تم باتیں بہت بناؤگے

جاہ گئے درویش ہوئے تو آب خورش کی فکر نہیں
لوہو پیوگے اپنا ہر دم غم غصہ ہی کھاؤگے

جور نگ محبت کے ہیں کتنے کوئی متصل پیش آویگا
خون کروگے یاد دلکو یا داغ جگر پہ جلاؤگے

رہتے ہیں بہوت الفت میں گم گشتہ کلفت میں
بھولے بھولے آپ ہی پھروگے کسکو راہ بتاؤگے

اشک تو ہے پانی سے ہیں لیکن جلتے جلتے آوینگے
دل کی لگی یہ جیران صاحب کس صورت سے بجھاؤگے

جاہت میر کبھی کرتے ہیں رنج و تعب میں رہتے ہیں
تم جو آپ ہی بنیاد ہو ایسی جی سے ہاتھ اٹھاؤگے

روز وداع لگا چھاتی سے وہ جو خونبار گیا
گور بغیر آرام کہ اسکو بھی دنیا مین پھر کوئی نہیں
ضعف دماغ جسکو ہوے عشق کے رنج و محنت سے
شور جرس شبگیر کا غافل طیاری کا تکیہ ہے
بالین عاشق کے بعد پہر پہرن مو سے نکلا وہ

دل تڑپے ہے جان کھپے ہے سینہ سارا جلتا ہے
عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہے
جی کبھی سنبھلتا ہے پر بعد از دیر سنبھلتا ہے
جیسے آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہے
جل کر اسکو جلا گیا ہو آپ ہی جلتا بلتا ہے

میر ستم کشتہ کی سماجت ہے مشہور زمانہ کی
جان دیے بن آگے سے اسکے کب وہ ظالم ٹلتا ہے

جیسے ستارا صبح کا نکلا تب سے آنسو جھمکا ہے
آمد و رفت کے اوپر ہمنے بنا زیست کی رکھی
کہ صوفی چل میخانے مین خلعت نہیں اب مسجد مین
کیا امید رہائی رکھے ہم سا رفتہ و وارفتہ

دل تڑپا اس مرد بن سر کو ہمارے دھمکا ہے
دم سو ہوا ہے آوے نہ آوے کس کو بھروسا دم کا ہے
ابر ہے باران ولے تنگ ہے دل مین جھمکا ہے
دل اپنا تو زنجیر مین اس زلف خم در خم کا ہے

دل کی نہیں بیماری ایسی جسمین ہو امید بھی
کیا سنبھلیگا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہے

خواہش دل کی کس سے کہیے محرم تو نا پیدا ہے
ہین متوقع پرسش اسکی ہم جو گرے ہین بستر پر

چپ ہین کچھ کہہ سکتے نہیں جسمین ہمارے گیا کیا ہے
رہنا اس بے حالی ہی سے اپنے حق مین اچھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیوان پنجم

دل رفتۂ جمال ہی اُس ذو الجلال کا — مستجمع جمیع صفات و کمال کا

اور اُس کو ہی ذات مقدس میں دخل کیا — اُودھر نہیں گذار گمان و خیال کا

حیرت سے عارفوں کو نہیں راہ معرفت — حال اور کچھ ہی یان اُنھوں کے حال و قال کا

ہی قسمت زمین و فلک سے غرض نمود — جلوہ گری نہ سب میں ہی اُسکے جمال کا

مرنے کا بھی خیال رہے میر اگر تجھے
ہی اشتیاق جان جہان کے وصال کا

ہی حرف خامہ دل زدہ حُسن قبول کا — یعنی خیال سر میں ہی نعت رسول کا

پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا سو تو میر
کام ہی آخر عشق مین اسکے بیمارون بدحالونکا

اگر ہنستا اسے سیر چمن مین ابکی پاؤنگا — تو بلبل آشیان تیرا ہی مین پھونکے جاؤنگا
مجھے گل اسکے آگے خوش نہین آتا کچھ اسیری بھی — جو تو آزردہ ہوتی ہے گلستان مین نہ آؤنگا
بشارت ای صبا دیجو اسیران قفس کو بھی — تسلی کو تمھاری سر پہ رکھ دو پھول لاؤنگا
دماغ ناز برداری نہین ہے کم دماغی سے — کہانتک ہر گھڑی کے روٹھے کو پھر من مناؤنگا
خشونت بدسلوکی خشمگینی کس لیے آئی — نہ منہ کو پھیریے پھر یان نہ آؤنگا نہ جاؤنگا
ابھی ہون منتظر جاتی ہے چشم شوق ہر جانب — بلند اس تیغ کو ہونے تو دو سر بھی جھکاؤنگا

بلا مین زیر سر ہون کاش افتادہ رہون یونہین
اٹھا کر خاک سے تو میر ہنگامے اٹھاؤنگا

رسوائی شہر ہے یان حرف و سخن ہمارا — کیا خاک مین ملا ہے افسوس فن ہمارا
دل خون ہوگیا تھا غم لکھتے سو ہی ہے — شنگرف کے قلم سا پر خون دہن ہمارا
ظل ریاض مین شب مہتاب کے نہین گل — انگارون سے بھرا ہے اس بن چمن ہمارا
میدان عشق مین تو قیمہ بدن ہوا ہے — تر کرکے خاک ہی مین کھدین کفن ہمارا
میر اسکی آنکھین دیکھین ہم نہ سفر کو جاتے — عین بلا ہوا ہے سواب وطن ہمارا

میر جوان نے منھ کو ادھر کر ہمسے کوئی بات کہی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا انس ہو انسان کا
لاگ جی کی جس سے ہو دشمن ہی اپنی جان کا

عاشق و معشوق کی ہین طرفہ صحبت میر کی
ایک جی مارے ہی مرہون ایک کے احسان کا

ہین خرد گم عشق مین اس کی کے آخر ہوا
یہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا نادان کا

مرنا اسکے عشق مین خالی نہین ہی حسن سے
رشک کی قابل ہی جو کشتہ ہی اس میدان کا

گر پڑینگے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
ہل گیا جو صبح کو گوہر کسی کے کان کا

ہر ورق ہر صفحہ مین اک شعر شور انگیز ہی
عرصۂ محشر کا عرصہ میر کی بھی دیوان کا

کیا ملاوے آنکھ نرگس اسکی چشم شوخ سے
زرد اس غمدیدہ کو آزار ہی یرقان کا

بات کرنی جا ہی ہی منھ تک مخاطب کی جھلک
اس کا لعل لب نہین محتاج رنگ پان کا

کیا کہون سارا زمانہ کشتۂ و مردہ ہی میر
اسکے اک انداز کا کشتۂ ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہی خواب گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہی صبح گیا یا شام گیا

عشق کیا سر بھی گیا ایمان گیا اسلام گیا
دل نے ایسا کام کیا جس سے مین ناکام گیا

کس کس اپنی کل رو دنے ہجراں مین بیکل اسکا
خواب گئی ہی تاب گئی ہی چین گیا آرام گیا

کیسا کیا جگر خون آزار کیسے کھینچے
آسان نہین ہوا دل اندوہگین ہمارا

حرف و سخن تھے اپنے یا داستان جہانین
مذکور بھی نہین ہی یا اب کہین ہمارا

کیا رایگان تیونکو دیکھے ہوئے ہین کافر
اے رنج یاد رجواب تھا یہ کہتے دین ہمارا

لخت جگر بھی اپنا یاقوت ناب سا ہی
قطرہ سرشک کا ہی اب رنگین ہمارا

کیا خاک مین ملایا ہمکو سپہر دون نے
ڈھونڈھا نشان تربت پایا نہین ہمارا

حالت ہی نزع کی یان آ کر جاتے ہین ہم
آنکھونمین منتظر ہی دم واپسین ہمارا

اک عمر جہد ورزی جنکے سبب سے کی تھی
باقی ہین میر انکو سرگرم کین ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہی کوئی ادھر سے آویگا
یا کر نوشتہ ان ہاتھونکا ہی قاصد ہم تک لاویگا

ہم نہین لکھتے اسلیے اسکو شوخ بہت ہے وہ لڑکا
خط کا کاغذ بادی کریگا یا وکا رخ بتلاویگا

رنج بہت کھینچے تھے ہمنے طاقت جسکی تمام ہوئی
اپنے لیے بربادر ہی یہ وہ بھی بہت چھپاویگا

آندھی سی ہم چاہ مین اسکے گوا ناصح سمجھے ہین
سوجھتا کچھ بھی کر آئینگے کیا تو ہمکو سمجھاویگا

عاشق ہوکے وہ بھی یا رب تا کچھ اسکے کہا جاوے
یعنے حال سنیگا دل جو کسی سے لگاویگا

عاشق کی دلجوئی کی بھی راہ و رسم سے واقف ہو
ہو جوا بسا گمشدہ اپنا اسکو تو پھر پاویگا

آنکھین موندے ہی دلبر جو سوتے رہین بہتر ہی
چشمک کرنا ایک انھونکا سو فتنے جگاویگا

ایسا پلید آلودہ دنیا خلق نہ آگے ہوا ہوگا
شیخ شہر ہوا ہے کہتے ہین شہر خدا نے پاک کیا

قدرت حق ہین کیا قدرت جی جل کسو کی فضولی گر
اسکو کیا پرکالۂ آتش مجکو خس و خاشاک کیا

آہ سے تھے زخمی چھاتی ہین پھلنا انکا سیمل تھا
دو دو ہاتھ تڑپ کر دل نے سینۂ عاشق چاک کیا

خوگر ہونا حزن و بکا سے میر ہمارا یونہین نہین
برسون روئے کڑھتے رہے تب ہم دلکو غمناک کیا

بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہوویگا
درد آگین انداز کی باتین اکثر پڑھ پڑھ رووےگا

چشم تماشا وا ہے تو دیکھا بھالی غنیمت ہے
مت موندے آنکھونکو غافل میر تلک بھی سووےگا

جستجو بھی اسکی کرے جسکا نشان کچھ پیدا ہو
پانا اُسکا میر ہی مشکل جی تو یونہین جاویگا

رکھے تھا ہاتھ ہین سے محبت سینے کا
رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا

اے طپش لوہو پیے میرا جو تو جھوٹ کہے
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہے لہو پینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگے کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

عید آئندہ تک رہے کا گلا
ہو گئی عید تو گلے نہ ملا

ڈوبے لوہو مین کھنچے سر خار
حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

مطلب کا سررشتہ گم ہے کوشش کی کوتاہی ہے
جو طالب اس راہ سے آیا خاک بھی ہانکی چھان گیا

خاک سے آدم کر دکھلایا منت کیا تھوڑی ہے
اب سر خاک بھی ہو جاوے تو سر سے کیا احسان گیا

ترک بچے سے عشق کیا تھا ریختے کیا کیا ہیں کہے
رفتہ رفتہ ہندوستان سے شعر مرا ایران گیا

کیونکر جھوٹ ہو دلکو اسے میر مقام حیرت ہے
چاروں اور زمین ہے کوئی یاں ان نے نہیں دھیان کیا

دل تڑپے ہے جان کھپے ہے حال جگر کا کیا ہوگا
مجنون مجنون لوگ کہیں ہیں مجنون کیا ہمسا ہوگا

دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہمنے کیا کیا حفاظت کی
آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا ہوگا

کیا جانیں آشفتہ دلاں کچھ انسے ہمکو بحث نہیں
وہ جانیگا حال ہمارا جسکا دل بیجا ہوگا

پاؤں حنائی اسکے لیے آنکھوں پر اپنے ہمنے رکھے
یہ دیکھا نہ رنگ کفک پر اسکا منہ برپا ہوگا

جا کر سے بے تہ جاتے ہیں دعوی ہے کرتے ہیں
انکو غرور ناز نہ ہوگا جنکو کچھ آتا ہوگا

رو بہ بھی اب لاہی چلے ہیں ہمسے قطع امید کرو
روگ لگا ہے عشق کا جسکو وہ اب کیا اچھا ہوگا

دلکی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپائے اسکو رکھ
یعنے عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہوگا

جاذبہ میرا تھا کامل سو بندے کے واہ گھر آیا
شکر خدا کا کرے کہاں تک عہد فراق بسر آیا

بجلی سادہ چمک گیا آنکھوں سے بھویں پیشانی پر
ابر نمط خفگی سے اس بن جی نہ دل بھر آیا

دل رہے وصل جو مدام رہے
ایک اللہ کا بہت ہی نام

ل گئے اُس سے گاہ گاہ تو کیا
جمع باطل ہون سوا آگ تو کیا

میر کیا ہی فقیر مستغنی
آوے اُس پاس بادشاہ تو کیا

بیتابیون کے جور سے مین جبکہ مر گیا
اے آہ سرد عرصۂ محشر مین یخ جما
مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا

ہو کر فقیر صبر دری گور پر گیا
جلتا ہون مین ستون کہ جہنم ٹھہر گیا
ہجران مین اسکے جی بھی گیا اور زر گیا

تیری ہی رہگذار مین جی جا رہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل مین گذر گیا

دل گیا مفت اور دُکھ پایا
مر گئے پر بھی سنگسار کیا
صحن مین میرے ای گل مہتاب
یہ شب ہجر ہی گھڑی نہ رہے

ہو کے عاشق بہت مین پچھتایا
نخل ماتم ہوا یہ پھل لایا
کیون شگوفہ سے کھلنے کا آیا
ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

جلسے بیخود ہوا ہی اسکو دیکھ
آپ مین میر پھر نہین آیا

بیدلی مین ہی میر خوش اُس سے
دل کے جانے کا حیف غم نہوا

کل تلک داغون سے خون تک دامن پاک تھا
آج تو کشتہ کوئی کیا زینت فتراک تھا

کیا جنون کو رووں تردستی سے اسکے گل نمط
لے گریبان سے تا دامن تلک یک ہی چاک تھا

رو جو آئی رونیکی مژگان ٹھہری یک پل
راہ مین اس و دکے گویا خس و خاشاک تھا

ایک ہی شمع شعلہ خو کی لالچ مین جل بجھا
جب تلک پہونچو کوئی پروانہ عاشق کا تھا

بادشاہ وقت تھا مین تخت تھا میر دماغ
جیکے چار دن ادراک عرش گل تریاک تھا

ڈھال تلوار اُس جوان کے ساتھ اب ہتی نہین
وہ جفا آئین شکلا مین لڑکا ہی بیباک تھا

تنگ پوشی تنگ زری اُسکی جمین کھُب گئی
کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک تھا

بات ہی جی مارنا بازیچہ قتل عام ہی
اتنو ہی صد چند اگر وہ چند وہ سفاک تھا

غنچۂ دل واہوا زبا غون مین پھرا
اب بھی مین ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک تھا

درک کیا اس رس کہ مین میر عقل و فہم کو
کسکے تئین اُن صور تو نمین معنی کا ادراک تھا

جدا اس سیمتن سے کیسا سونا
کہ مٹی کو ملے کا اب ہی بچھونا

بہت کی جستجو اسکی نہ پایا
ہمین دربیش ہی اب جی کا کھونا

۳۷۸

| | |
|---|---|
| جب زمزمہ کرتی ہے صدا پہنچتی ہے چمن | بلبل سے کوئی سیکھ لے انداز سخن کا |
| کب بشت نمک سے ہوئی تسکین جراحت | لب چشم ہو نمکسار مرے زخم کہن کا |

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہو رہ تک
قربان کیا میں اسے چاک کفن کا

| | |
|---|---|
| یہ تو جدائی جون تون کٹتی ملنے کی تو کیسے گا | پاس ہمارا گو نہ کرو تم پاس ہی اپنے بیٹھے گا |

## ردیف بای

| | |
|---|---|
| کیسے صحبت بگڑی سی ہے کیونکر کوئی بنا وے اب | ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا کسکے کہنے لیجا وے اب |
| سوچتے آتے ہیں جسمیں پر بگڑی پرگل رکھی سے | کیسو دماغ رہا ہے اسکی جو حرف خشن اٹھا وے اب |
| تیغ بلند ہوئی ہے اسکی قسمت میں نگے زخم رسا | مرد اگر ہے صید حرم تو کوئی جراحت کھا وے اب |
| داغ سر و سینے کے میرے حسرت آگین چشم ہوئے | دیکھیں کیا کیا عشق ستم کش پہلو کو لو دکھا وے اب |
| آرام دو دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہے تدارک بھی | جیسی چال سے پیدا ہے تئین گھڑی ہی جا وے اب |
| دل کے داغ بھی گل ہین لیکن دل کی تسلی ہوتی نہین | کاش کہ شکلے وہ گلبرگ ادھر سے باد اڑا کر لا وے اب |

اسکی کفک کی پامالی مین دل جو گیا تھا شاید میر
یار ادھر ہو مائل ٹک تو وہ رفتہ ہاتھ آوے اب

| | |
|---|---|
| دل خون ہوا تھا یکسر پانی ہوا جگر سب | خون بستہ تیبان تھیں پلکین سحاب مین تب سے |

ردیف تائے فوقانی

پاؤن پہ سر رکھنے کی مجکو رخصت دی تھی میر نے
کیا پوچھو ہو سر پر میرے منت سے منت ہوا ب

ساکے جلنے نظر آتے ہین دیکھو تو عیارہین سب
زرد و زار و زبون جو ہم ہین جانا بیمار ہین سب

میل سے ہلکے عاشق ہوئین تو جنون و خرد شہر ہین کوچہ
ہر پانی نہین جاتی انکی دریا سے تو دامن آب

ایک پریشان طرفہ جماعت دیکھی جانے والوں کی
جینے کے خواہان نہین ہین مرنیکو طیار ہین سب

کیا کیا خواہش ملنے کی مشتاق یاس سے رکھتے ہین
لیکن دیکھ کے رہ جاتے ہین چپکے سے ناچار ہین سب

عشق جنھونکا پیشہ ہووے سیکڑون ہین تو ایک ہی ہین
کوہکن مجنون وامق میر ہمارے یار ہین سب

کاوش سے ان پلکون کی رہتی ہی خلش جگر مین اب
سیدھی نظر جو اسکی نہین ہی پاس اپنی نظر مین اب

موسم گل کا شاید آیا داغ جنون کے تازہ ہوئے
دل کھنچتا ہی جانب صحرا جی نہین لگتا گھر مین اب

نقش نہین پانی مین ابھرتا یہ تو کوئی اچنبا ہی
صورت خوب اسکی ہی پھرتی اکثر چشم تر مین اب

ایک جگہ پر جیسے بھنور ہین لیکن چکر رہتا ہی
یعنی وطن دریا ہی ہمین جا طرف ہین غربت مین اب

حسرت نے ملنے کی آیا میر تمہارا خون پیا
تیغ و تبر اس ترک بچے ظالم کی نہین ہی کر مین اب

باہم ہوئی ہی ترک ملاقات کیا سبب
اب کم بہت ہی ہمسے عنایات کیا سبب

رات سے تہمت اس بستی میں میر کے اٹھ جانیکی ہے
جنگل میں جو جا کے بسا شاید تھا بیمار بہت

باد صبا نے اہل چمن میں اس چہرے کی چلائی بات
اس لب و لہجے پر بلبل کو اسکے آگے نہ آئی بات

دور تلک قاصد کے پیچھے کہتا میں جاتا تھا
شوق ستمکش ظالم نے کیا رفتہ رفتہ بڑھائی بات

آگ ہوا آتی ہے میرے لال آنکھیں کر گھورنا
کیا جانوں سرگوشی میں کیا غیر نے اس سے لگائی بات

لعل کو نسبت ہونٹوں سے دنیا سب کا تقنیع تھا
کچھ بن آئی جب کسو سے تب ایک بنائی بات

غیر سے کچھ کہتا تھا میں سو سامنے سے میر آیا میں
پھیر لیا منھ میری طرف سے یعنی مجھ سے چھپائی بات

زرد ہیں چہرے سوکھ گئے لیتے ہیں بیمار بہت
عشق کی گرمی دلکو پہنچی کہتے ہیں آزار بہت

نالہ وزاری سے عاشق کی کیا ابر بہاری طرف ہوگا
دل ہے نالاں حد سے زیادہ آنکھیں ہیں خونبار بہت

برسوں ہوئے اب ہملوگوں سے آنکھ انھوں کی پھیر گئی
برسوں تک آپسمیں باہم ہے جنھونکی پیار بہت

ارض و سما کی پستی بلندی اتنو ہمکو برابر ہے
یعنے نشیب فراز جو دیکھے طبع ہوئی ہموار بہت

سو غیروں میں ہو عاشق تو ایک اسی سے شرماویں
اس مستی میں آنکھیں اسکی رہتی ہیں ہشیار بہت

کم ہے ہمیں امید بھی اس سے اتنی زاری ابر اسکے
پچھلے دنوں دیکھا تھا ہمنے عاشق تھے بیمار بہت

میر نہ ایسا ہووے کہیں پر کم ہو پردہ ناموس
ڈر لگتا ہے اس سے ہملو یہ وہ ظاہر دار بہت

رہا تھا زیر دیوار اسکے میں بہانے میں جا کر
گری اس راہ میں سر پر وہی دیوار قیامت

موی ہم تشنہ لب دیدار کے حال آنکھ گریاں ہے
نصیب اپنے کہ سوکھی چشم دریا بار قیامت

در مسجد پہ ہو کر بینوا بیٹھے ہیں یا ہادی
ہمیں تھے ورنہ مینخانے کے تکیہ دار قیامت

نصیبوں میں ہے جنکے عیش وہ ہی سیر کرتے ہیں
جیے ہیں ہم بھی جو مرنے کو تھے تیار قیامت

## ردیف ثای مثلثہ

دلکو اس بے مہر سے ہمنے لگایا ہے عبث
مہر کی رکھ کر توقع جی کھپایا ہے عبث

دیکھکر اسکو گھڑی جی سے ہم عاشق ہوئے
بیٹھے بیٹھے ناگہان یہ رنج اٹھایا ہے عبث

اپنی تو بگڑی ہی کوئی کام کی صورت نہیں
ان نے بے لطفی سے منھ اچھا بنایا ہے عبث

جبکے جاتے وہ جو خط آتا تو بابت بھی تھی
لطف کر مردہ یہ عاشق کی آیا ہے عبث

تب تو خانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی
کیا جو تربت پر مری اب پھول لایا ہے عبث

رات دن سنتا ہے نالے یوں نہیں کہتا کبھو
میر دل آزردہ کو کسنے ستایا ہے عبث

## ردیف جیم

کس تازہ مقتل پہ کشندے ترے ہوا ہے گذار آج
زردہ دامن کی بھری ہے ہو کسکو تونے مار آج

رنگ یہ ہی دیدۂ گریان سے آج
لہو ٹپکتا ہی گریبان سے آج

سر بفلک ہونے کو ہی کسکے خاک
گرد یک اٹھتی ہی بیابان سے آج

کہون سو کیا کہو تجے صبر نے قرار ہی آج
جو اس چمن مین یہ الٹا انتشار ہی آج

سر اپنا عشق مین ہمنے بھی یونہین چھوڑا تھا
پر اسکو کیا کرین اورونکا اعتبار ہی آج

گیا ہی جانب وادی سوار ہوکر یار
غبار گرد پھرے ہی بہت شکار ہی آج

جہان کے لوگونمین جسکی تھی کل تئین عزت
اسے عزیز کو دیکھا ذلیل خوار ہی آج

سحر سوادمین چل زور پھولی ہی سرسون
ہوا ہی عشق ہی کل زرد کیا بہار ہی آج

سواری اسکی ہی سرگرم گشت دشت مگر
کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہی آج

سپہر چھیڑیو نہین کل تک پھرے تھا ساتھ اپنے
عجب ہی سب کا اسی سفلے پر مدار ہی آج

بخار دل کا نکالا تھا درد دل کہہ کر
سو درد سر ہی بدن گرم ہی بخار ہی آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہی کل دلسے
ہمین تو اپنا ہی اے میر انتظار ہی آج

## ردیف جیم فارسی

آج ہمین بیجانی سی ہی جان نہین ہی جانکے بیچ
کیا عاشق ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہی جہان کے بیچ

پایہ اسکی شہادت کا ہی عرش عظیم سے بالاتر
جو مظلوم عشق ہوا ہی ٹکڑے ٹکڑے میدان کے بیچ

کیا کام اُسکو پانکلے نشیب و فراز سے
رکھتا ہی پانون دیکھ کے ہموارہ دردمند

اس کاروان سرا سے کہ ہین لوگ رفتنی
حسرت سے اُنکا کرتے ہین نظارہ دردمند

سو بار حوصلہ سے اگر رنج کش ہو میر
پھر فرو غم سے مر رہے یکبارہ دردمند

ہی عشق کا فسانہ میرا نہ یان زبان زد
ہر شہر مین ہوئی ہی یہ داستان زبان زد

حسرت سے حسنِ گل کی چپکا ہوا ہون ورنہ
طیران باغ مین ہو نہین خوش زبان زبان زد

مذکور عاشقی کا ہر جا رسو ہی باہم
یعنے نہین کہانی میری کہان زبان زد

فرہاد و قیس و وامق ہر اک سے پوچھ لو تم
شہرون مین عشق کے ہو نہین ناتوان زبان زد

کیا جانے میر کسکے غم سے ہی چپ وگرنہ
حرف و سخن مین کیا ہی ہی یہ جوان زبان زد

کیا کہیے ہوئی مملکت ہستی مین وارد
بے یار و دیار اتو ہین اس بستی مین وارد

کچھ ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہمکو
صد شکر کہ مسجد مین ہوئے مستی مین وارد

## ایضاً

کچھ تدبیر بتاؤ ہمکو دل اپنا ہی درد آلود
چہرہ اُڑائے کہانتک پھر یے چہرہ سب گرد آلود

## ردیف راے مہملہ

| | |
|---|---|
| بھری تھی مگر آگ دل میں درون مین | ہوئے اشک سوزش سے اُسکی شرر پر |
| گیا بے جوان آنسوؤن کے تئین مین | سراسر ہین اب داغ سطح جگر پر |
| سر عجز ہر شام تھا خاک پر ہی | تر دل سے کیسے ہی آہ سحر پر |
| پلک اُٹھے آثار اچھے نہ دیکھے | پڑی آنکھ ہرگز نہ ردے اثر پر |
| طرف شاخ گل کے لچک کے نہ دیکھا | نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر |

غزل در غزل صاحبو یہ بھی دیکھو
نہین عیب کرنا نظر اک ہنر پر

| | |
|---|---|
| بھروسا اسیری مین تھا بال و پر پر | سویرا ہوئی نہ قفس کے بھی در پر |
| سواران شایستہ کشتے ہین تیرے | نہ تیغ ستم کر علم ہر نفر پر |
| کھلا پیش دندان نہ اسکا کرو بچہ | کنھون نے بھی تھوکا نہ مسلک گہر پر |
| چلے کیون نہ چھاتی کہ اپنی نظر سے | کسو شوخ پر کار رعنا پسر پر |
| نہ محشر مین چونکا مرا خون خفتہ | وہی تھا یہ خوابیدہ اس شور و شر پر |
| کئی زخم کھا کر تڑپتا رہا دل | تسلی تھی موقوف زخم جگر پر |
| سُنا تھا اُسی پاس لیکن نہ پایا | چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر |
| سر شب سے تھا بانہ طلب وہ | گھڑی ایک رات آئی ہوگی پہر پر |

گل کھائے پیے نہ بلبل نے شور قیامت کا سا کیا
دیکھ چمن میں اس بن سیر چمن کی جی بہلانے پر

سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پر وے
رہ گئے خونریزی میں اپنی اسکے شرمانے پر

گالی مار کے غم پر بیٹھے صبر کیا خاموش رہا
رحم نہ آیا ٹک ظالم کو اسکو میر کے غم کھانے پر

حال پریشاں سن مجنوں کا کیا جلتا ہے جی اپنا
عاشق ہم بھی میر رہے ہیں اس ڈھب کے دیوانے پر

روز دن میں وہ سکینگے ہم بے شراب کیونکر
گذریگا اتقا میں عہد شباب کیونکر

تھوڑے سے پانی میں بھی چل نکلے ہے ابھرتا
بے تہ ہے سر نہ کھینچے اک دم حباب کیونکر

چشمے بکھیرے اب تک ہیں یادگار اسکے
وہ سوکھ سب گئی ہے چشم پر آب کیونکر

دل کے طرف کا پہلو سب متصل چلے ہے
تحمل ہو غش کیوں نہ آویگی خواب کیونکر

اول سحر کہا تا آخر صبوحی کرنا
آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر

اجڑے نگر کو دل کے دیکھوں ہوں جب بھگوں لت
اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر

جرم و ذنوب تو ہیں بے حد و حصر یا رب
روز حساب لینگے مجھ سے حساب کیونکر

بیش از سحر اٹھے ہے آج اسکے منہ کا پردا
نکلے گا اس طرف سے اب آفتاب کیونکر

خط میر آوے سعادے جو نکلے راہ دھر کی
کوئی نہیں ہے قاصد لاوے جواب کیونکر

تڑپے ہے غمزہ وہ دل لاویگا تاب کیونکر
خون بستہ ہینگی آنکھیں آویگی خواب کیونکر

کیا ہی عشق عالم کش نے کیا شہر ادلوگونکا
نکل چل شہر سے باہر نظر کر ٹک ہزار دنیر

ترپکر گرم ٹک جون برق ٹھنڈی ہوتجاتے ہین
بسان ابر رحمت مدہت ہم بیقرار دنیر

بڑی دولت ہی درویشی جو ہمرہ ہو قناعت کے
کہ عرصہ تنگ ہی حرص ہوا سے تاجدار دنیر

سیاحت خوب مجکو یاد ہی پر کی بھی دشت کے
پڑا اپنا پانون پہلے دشت کے سر خار دنیر

گئے فرہاد و مجنون ہو کوئی تو بات بھی پوچھین
یکایک کیا بلا آئی ہمارے غمگسار دنیر

گئے اس ناتوان عشق کے آگے سپیری بھی
سبکو جی مری اے میر بھاری ہی ہزار دنیر

ایک آدھ دن نکل مست امی ابر ادھر سے ہوکر
بیٹھا ہون مین ابھی تک سارا جہان ڈبوکر

اب کل نہین تجکو بے قتل غم کشون کے
کہتے تو تھی کہ ظالم خونریزی سے نہ خوکر

کہتے ہین راہ پائی زاہد نے اس گلی کی
روتا کہین نہ آدے ایمان دین کو کھوکر

ہی نظم کا سلیقہ ہر چند سب کو لیکن
جب جانین کوئی لاوے یون موتی سے پروکر

کیا خوب زندگی کی دنیا مین شیخ جی نے
تعمیر کرتے ہین سب اب انکو مردہ شوکر

گر تیرے ہو نٹھ ظالم آب حیات ہون اب
کیا ہمکو جبکی بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دھوکر

کس کس دل سے فتنے کرتے ہین قصد ادھر کا
جب بید ماغ سے تم اٹھ بیٹھے ہو سوکر

ٹکڑے جگر کے میرے مت چشم کم سے دیکھو
کاڑھے ہین بے جواہر دریا کو ستین ہوکر

## ردیف زای

دل کیا مکان اُسکا کیا صحن لیکن
غالب ہی توسعی ہین میدان لامکان پر

آیا نہ پھر ادھر وہ مست شراب ہوکر — کیا پھول مرگئے ہین اس بن خراب ہوکر
صید زبونین میرے یک قطرہ خون نکلا — خنجر تلے بہا ہین خجلت سے آب ہوکر

وعدہ وصال کا ہی کہتے ہین حشر کے دن — جانا ہوا ولیکن وان سے شتاب ہوکر
وارد ہیے نہ ساتھ آ غیر دنکے بستریان — غیرت سے رہگئے ہین عاشق کباب ہوکر

یک قطرہ آب اس بن پینے اگر پیا ہی
نکلا ہی میر پانی وہ خون ناب ہوکر

ابر سیہ قبلہ سے اُٹھکر آیا ہی میخانے پر — بادہ کشونکا جھرمٹ ہی کچھ شیشہ پیمانے پر
رنگ ہوا سے ٹپکنے لگا سبزہ مین کچی پھول لگا — یعنے چشمک گل کرتا ہی فصل بہار کے آنے پر

شور جنون ہی جوانونکے سرین پانونمین زنجیرین ہین
سنگ زنان لڑکے پھرتے ہین ہر ہر سودیوانے پر

جیتا بانہ شمع پر آیا گرد پھرا پھر جل ہی گیا — اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پروانے پر

قدر جان جو کچھ ہووے تو صرفہ بھی ہم میر کرین
مُنھ موڑین کیا آنے سے اسکے اپنی جان کے جانے پر

راتون پاس گلے لگ سوتے ننگا ہوکر ہی عجب | دنکو بے پردہ نہین ملتے ہمسے شرماتے ہین ہنوز
ساتھ کے پڑھنے والے فارغ تحصیل علم سی ہوئے | چہل سے مکتب کے لڑکو نمین ہم بہلاتے ہین ہنوز

گل صد سنگ چمن مین آئے باد خزانسے بکھر ہی گئے
عشق جنونکی بہار کے عاشق اہ میرجی گل کہاتے ہین ہنوز

کب سے قیدی ہین یہ ہی نالش بسیار ہنوز | دل بہاران چمن کا ہی گرفتار ہنوز
وہ مہِ چاردہ اس شہر سے کب کا نکلا | ہر گلی جھانکتے پھرتے ہین طلبگار ہنوز
بالا بالا ہی بہت عشق مین مارے گئے یار | وہ تہ دل سے کسو کا نہوا یار ہنوز
سال مین ابر بہاری کہین آکر برسا | لوہو برسا رہے ہین دیدہ خونبار ہنوز

ایکی بالیدن گلما تھا بہت دیکھو نہ میر
ہمسر لالہ ہی خار سر دیوار ہنوز

سرکش ہی تندخو ہی عجب ہی زبان دراز | آتش کا ایسا لایحہ کب سے زبان دراز
پروانہ تیری چرب لسان سے ہوا ہلاک | ہی شمع تو تو کوئی غضب ہی زبان دراز

## ردیف سین

یار ہمسے جدا ہوا افسوس | نہ جدا ہوکے پھر ملا افسوس
جب تلک آن کر رہے مجھ پاس | مجھ مین تب تک کچھ رہا افسوس

کیا میر اسیر انکو در باغ جو وا ہو
ہی رنگ ہوا دیکھنے کو چاک قفس بس

آنکھ کھلتے گئی بہار افسوس ۔ گل کو دیکھا ہی نہ ہزار افسوس
جسکی خاطر ہوئے کنارہ گزین ۔ نہوئے اُس سے ہمکنار افسوس
زمصرف نہ آشنا کوئی ۔ ہم ہین بے یار و بے دیار افسوس
بیقراری نے یونہین جی مارا ۔ اسی بے عہد نے قرار افسوس
خون ہوئے دل ہی مین امید وصال ۔ مر رہے جی کو مار مار افسوس
چارۂ اشتیاق کچھ نہوا ۔ وہ نہ ہمسے ہوا دو چار افسوس
اک ہی گردش مین اُسکی آنکھونکی ۔ پھر گیا ہمسے روزگار افسوس
گور اپنی رہی گذرگہ مین ۔ نہ ہوا یار کا گذار افسوس

منتظر ہی ہم اسکے میر گئے
یان تلک آیا کبھو نہ یار افسوس

کیا کیا تمنے ہمسے کہا تھا کچھ نہ کیا افسوس افسوس ۔ کیا کیا کڑھایا جی ہی مارا لوہو پیا افسوس افسوس
نور چراغ جہان تھا کچھ تو نہین آیا دہ لیکن ۔ گل مو ہی گیا آخر کو بجھیا سا دیا افسوس افسوس
رخصت مین پاؤس کی کسکی جی جاتا تھا سو آنکھ ۔ ہاتھ مین عاشق وارفتہ کے دل نہ لیا افسوس افسوس

ردیف شین

۳۹۲

ردیف صاد

ردیف ضاد

ردیف طا

(۳۹۳)

کیسا خود گم سر پھیرے میر ہی بازار مین
ایسا اب پیدا نہین ہنگامہ آرا دلفروش

ادھر آتا کبھی وہ سوار ای کاش
زیر دیوار خانہ باغ اُس کے
کب تلک بیقرار رہیے گا
راہ تکتے تو پھٹ گئین آنکھین
اسکی پامالی سرفرازی ہی
پھول گل کچھ نہ تھے کھلے جب چشم

اُسکا ہو جاتا دل شکار ای کاش
ہملو جا ملتے خانہ دار ای کاش
کچھ تو ملنے کا ہو قرار ای کاش
اُسکا کرتے نہ انتظار ای کاش
راہ مین ہو مرا مزار ای کاش
اور بھی رہتی اب بہار ای کاش

اب وہی میر جی کھپاتا ہی
ہملو ہوتا نہ اُس سے پیار ای کاش

غصہ مین ناخنون نے مری کی ہی کیا تلاش
صحبت مین اُسکی کیونکہ رہے مرد آدمی
بیرحم تجکو ایک نظر کرنے تھی ادھر
آباد اُجڑا لکھنؤ چغدون سے اب ہوا
عمر عزیز یاس ہی مین جاتی ہی چلی

تلوار کا سا گھاؤ ہی برچھی کا ہی خراش
وہ شوخ و تنگ و بے تہ و اوباش و بدمعاش
کشتی کی تیری ٹکڑے ہوئے لگ گئے بھی لاش
مشکل ہی اس خرابی مین آدم کی بود و باش
امیدوار اسکے نہ ہم ہوتے میر کاش

| | | |
|---|---|---|
| خبث یارون کا کر فسانون مین | | عیب کرنے کو بھی ہنر ہی شرط |

لعل پارے ہین میر لخت جگر
دیکھ کر خون رو نظر ہی شرط

| | | |
|---|---|---|
| رکھتا ہی میرے دے تمھارا غم اختلاط<br>ہم دے ملے ہی رہتے مردم کی شکل کیا | | ہر لمحہ لحظہ آن و زبان ہر دم اختلاط<br>ان صورتون مین ہوتا نہین باہم اختلاط |

شیرین لبان جہان کے نہین چھوٹ جاتا ہی
ہون گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط

## ردیف عین

| | | |
|---|---|---|
| لطف جوانی کے ساتھ گئے پیری کیا ہی کیا محظوظ<br>رنج کڑھنے کو عیش کہو ہو ہم تو تمھارے دعا گو ہین | | کیونکہ حسین یارب حیرت ہی ہر ذرہ ایسی نا محظوظ<br>یونہین ہمیشہ عشق مین اسکے رکھے ایسا خدا محظوظ |

زردی منھ کی اشک کی سرخی دونون اپنے رنگ پہ ہین
شاید میر بہت ہی ہو اس سے ہو کے جدا محظوظ

## ردیف عین

| | | |
|---|---|---|
| لیے داغ سر پہ جو آتی تھی شمع<br>پتنگے کے حق مین تو بہتر ہوئی | | سحر تک سب ان نے ہی کھائی تھی شمع<br>اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع |

هرگز طرف نہ ہو سکے رخسار یار کے | پھیلے ہی اسکے سامنے گلزار کی طرف

کچھ گل صبا کا لاگو نہیں اس چمن میں میر
کرتے ہیں سب ہی اپنی طرفدار کی طرف

نظر کیوں گئی رود موی کی طرف | کھچا جاے ہی دل کسو کیطرف
نہ دیکھو کبھو موتیوں کی لڑی | جو دیکھو مری گفتگو کی طرف
اگر آرسی میں صفائی ہی لیک | نہیں کرتی منھ اسکی رو کی طرف
جھڑے نہ کہیں کو دیدہ مغز میں | نکر شانہ تو گل کی بو کی طرف

اسے ڈھونڈھتے میر کھوے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہنستے مار رکھے جو ہم ظریف | ہی یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

## ایضاً

بہار و باغ و گل و لالہ دلربا ہیں حیف | بھرے ہیں پھولوں سے جیب و کنار لیکن حیف

## ایضاً

اے کچھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف | گل سے چمن بھرے ہوں نہو تو ہزار حیف

## ردیف قاف

## ردیف کاف

رہتا جہاں جہاں تو میں آزردہ ہی لیکن — روتا ہوں رویا جاوے میسر کسے جہاں تک

اکثر فراغ مجکو رہتا ہی عاشقی میں — تصدیع درد و غمسے کھنچے کوئی کہاں تک

آوارہ ہی ہوئے ہم سر مارمار یعنے — تو پڑ نکل گئے ہیں اپنے سب آشنا تک

ای وای بدنصیبی سر بھی گذری لیکن — پیشانی تک نہ پہونچی اس خاک آستا تک

نفع کثیر اٹھایا کر عشق کی تجارت
راضی ہیں میر اب تو ہم جانکے زیاں تک

دلکی تڑپنے بلاک کیا ہو دھڑکنے اسکی اڑائی خاک — خشک ہوا خون اشک کے بدلے رنگ ہماری سو آئی خاک

صورت یکہ ہم آئینہ کی سے ظاہر فقر نہیں کرتے — ہوتے ہمارے روتے پیٹتے اُن منہ کو لگائی خاک

پیچ و تاب سے خاک بھی میری جیسے بگولا پھرنے لگا — سر میں ہوا ہوا اسکے بہت بھی تب تو ہوئی ہوائی خاک

اور غبار کسو کے دلکا کس انداز سے نکلے آہ — روئے فلک پر بدلی ہی تو ساری ہمارے چھائی خاک

نعمت رنگا رنگ حق سے ہر بحث سیہ کو نہیں — سانپ کا گو گنج کے اوپر کہانی کو تو کھائی خاک

اپنے تئیں گم جیسا کیا تھا یاں سر کھینچ کے لوگوں نے — عالم خاک میں پوشیدہ ہی اب ڈھونڈھے ان نے پائی خاک

انس نہیں انسان سے اچھا عشق جنوں کی آفت ہی — فرق ہو کیا چھوڑی ہی ہم آدم میں اسکی جدائی خاک

ہو کے فقیر گلی میں اُسکی چین بہت سا پایا ہم — لیکے سرہانے پتھر رکھا جائے فرش بچھائی خاک

فلک کیا ہیں جنکے دے بھی مٹی سونا کرتے ہیں — میر اکثیر بنائی انھوں نے جنکی جہاں نے اٹھائی خاک

جی میرے نے دیا نہ ہوا ایک وصل یار
افسوس ہے کہ مفت ہوا یہ جوان ہلاک

جب کبھی نوبت تنے تو گوش ہوش تک پہونچا لک
اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہے شکایت کا

چپکے چپکے کسو کو چاہا پوچھنے آئے نہ لوگ تک
صبر کرو کیا ہوتا ہے یوں پھوڑیں لگے پھپھولے تک

آنکھیں کھولیں حال کے کہتے دیر ہوئی ہے بس لیجے
ساری رات کہانی کہی ہے میر اب جا کر سوئے تک

## ردیف کاف فارسی

راہ کی بات کہیں ہم کیسے بے تہ یاں کتنے ہیں لوگ
بد تر آپ ہے پا کسو کو تو ہیں اسکا عیب جو ہیں

سر گرم بے راہ روی ہیں خود گم بے تہ ہیں لوگ
خوب تامل کرتا ہوں تو سب سے بھی بدتر ہیں لوگ

دیوانے ہیں شہر وفا کے راہ و رسم سے کہ ہم تو
دل کی کیسے جی دینے والے قاطبتاً گمرہ ہیں لوگ

رہتے ہیں اسی لاگ پہ ہم بیقرار الگ
تھا گرد بوئے گل سے بھی دامن ہوا کا پاک
پاس اسکا بعد مرگ ہے آداب عشق سے
ناگاہ اس نگاہ سے میں بھی ہوا نشان

کرتے ہیں وہ زینت ہی تماشائی یار الگ
کیا ابھی اس چمن سے گئی ہے بہار الگ
بیٹھا ہے میری خاک سے اٹھکر غبار الگ
جاتا ہے جوں نکلے کسو کا شکار الگ

عشق ہمارے درپئے جان ہے آئے گھر سے نکلکر ہم
باہر پڑ دیکھا ہی فلک سے جاوین کدھر چلکر ہم

بل کھائے ان بالون سے کب عہد برا ہوتے ہین رنج
نکلے گا سانپ نکالا ہی ٹک جو چلے تھے ملکر ہم

مست ہو چھبو کچھ پچھتاتے ہین کیا کیا کھیلگی آتے ہین
جی تو لیا ہے پاس بغل مین ان بیٹھے ہین ٹلکر ہم

بے تکلف دیکھو کیون پھرتے ہو دیدار کے ہم تشنہ لب
پانی بھی پی سکتے نہین ٹک اپنی جگہ سے ٹلکر ہم

عشق جو ہوتا واقع مین تو جیسے جلتے شمع تلے
راہ ہوس کی پھر لی ہمنے لینے چلے ہین ملکر ہم

ہوا ہے جوانی شور کنان یادوں کو اسکے پھر دیتے
اب چپ بیٹھے رہتے ہین یکسو ہاتھ سے ملکر ہم

آگے تو کچھ اسکی آہین گرم شعلہ فشانی تھین
اب تو ہوئے ہین میر اک ڈھیر خاکستر کی جلکر ہم

ڈول لگائے بہتیرے پر ڈھب کچھ بھی نہ آئے تم
آنا یکسو کبھی دیکھو ہوا دھر آتے جاتے تم

ہر صورت کو دیکھ رہو ہو ہر کوچے کو جی کو جلاکو
آگے عشق کیا ہوتا تو پھر بے جی نہ کہلاتے تم

چاہت آفت کلفت کلفت مہر و وفا و رنج و بلا
عشق ہی کے سب نام ہین دل کاش کہین نہ لگاتے تم

شایق ہو مرغان قفس کے آگے گھر صبا دو نکلے
پھول اک دو تسکین کو انکے کاش چمن سے لاتے تم

دونون طرف کشش رہتی تھی نیا نیا تھا عشق اپنا
دھوپ مین داغ ہوئی تو گرمی سے گل کھاتے تم

کدھر اب وہ بیکلی جو یکدم نہ سکتے دل تنگی
رکتے پاتے ٹک جو ہمین تو دیر تلک گھبراتے تم

کیا کیا شکلین محبوبونکی پردہ غیب سے نکلی ہین
منصف ہو ٹک لے ہے نقاشان ایسی پہر بناتے تم

سر نہ بالیں سے اٹھا دیں کاشکے بیمار عشق
ہوگا یک ہنگامہ برپا فتنہ زیر سر ہیں ہم

سو طرف لیجاتی ہی ہمکو پریشان خاطری
یاں کسے ڈھونڈھو ہو تم کیا جانیے کیدھر ہیں ہم

گر نہ روئیں کیا کریں ہر چار سو ہی بیکسی
بیدل و بیطاقت و بیدین و بے دلبر ہیں ہم

وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بد اختر ہیں ہم

کہا سنتے تو کاہیکو کسو سے دل لگاتے تم
نجاتے اسطرف تو ہاتھ سے اپنے نجاتے تم

شکیبائی کہاں جو اب ہی جاتی ہوئی عزت
کدھر وہ نار خس سے سرخرو ہرگز نہ لاتے تم

حسن خلق تم میں عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گھڑیکے روٹھے کو دو دو پہر تک کب مناتے تم

نظر دزدیدہ کرتے ہو جھکی رکھتے ہو پلکوں کو
لگیں ہیں تیغ انکھیں تو نہ انکھوں کو چھپاتے تم

یہ ساری خوبیاں دل لگنے کی ہیں مت برا مانو
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اٹھاتے تم

پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آگے
کسو سے دل لگا جو پوچھتے ہو آتے جاتے تم

جو ہوتے میر سو سر کے نکرتے اک سخن اسنے
بہت تو پان کھاتے ہو نہ غصے سے چباتے تم

اسکی گلی میں غش جو کیا آسکے نہ ہم
پھر ہو چلے وہیں کہیں گھر جا سکے نہ ہم

سوئے تو غنچہ ہو کسو گلخن کے آس پاس
اس تنگنا میں پاؤں بھی پھیلا سکے نہ ہم

باتین کدھب رقیب کی ساری ہوئین قبول
مجلس مین تو خفیف ہوئے اسکے واسطے
عالم کے ساتھ جائین چلے کسطرح نہ ہم

تجکو جو اسنے عشق تھا میری نمانیان
پھر اور ہمسے اٹھتی نہین سرگرانیان
عالم تو کاروان ہی ہم کاروانیان

سررفتہ سن نہ میر کا گر قصد خواب ہو
نیندین اچٹتیان ہین سنے یہ کہانیان

رسائی ہو آتے ہوا اہل ہوس ہین
درا ہین کہان شور ایسا دھرا تھا
ہمین عشق مین بیبسی بیکسی ہے
مزہ سلطنت بستہ باز فلک سے
بہت روئے پڑے ہین جیسے بیدوتر
تن زار و لاغرین ظاہر رنگین ہین
محبت وفا مہر کرتی تھی باہم
تمھین ربط لوگونسے ہر قسم کی ہے

فرارس ہین ہی لوگو کیا تمکو رس ہین
کسو کا نگہ دل رکھا تھا جرس ہین
نہ دشمن کبھی ہو دوستی کے تو بس ہین
وفا سے یہ بہتو نکی کھینچے ہی قسمین
ہوئی اچھی برسات تب ابن برس ہین
بھرا ہی مگر عشق ایک ایک نس ہین
اٹھا دی ہین وے تمنے اسباری رسمین
نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمین

ہوا ہی کو دیکھے ہین اے میر اسیران
لگا دین مگر آنکھین چاک قفس ہین

| | |
|---|---|
| رونا روز شمار کا مجکو اٹھہرا ہے ہنسا ہی<br>رنگ ہی شکستہ دل ہی شکستہ سر ہی شکستہ مستی مین | یعنی میرے گناہونکو کچھ حصر و حد حساب نہین<br>حال کسو کا اپنا سا اس میخانے مین خراب نہین |

ٹھہرین نہ میر کسو جاگہ ہم دلکو قرار جو ٹک آوے
ہوکے فقیر اس در پر بیٹھین اسکی بھی اب تاب نہین

| | |
|---|---|
| آنکھین سفید دل بھی جلا انتظار مین | کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چکے ہجر یار مین |
| دنیا مین ایک دم نہین کرتا کوئی قیام | جو ہی سو رہ روی ہی مین ہر اس دیار مین |
| دیکھین تھین ایک روز تری مست انکھڑیان | انگڑائیان ہی لیتے ہین اب تک خمار مین |
| اخگر تھا دل نہ تھا مرا جسے تہ زمین | آگ لگ اٹھی ہی آگ کفن کو مزار مین |
| بیدم ہین رہ اس گاہ مین الکدم تو چلکے دیکھ | سنتے ہین دم نہین کسی تیرے شکار مین |
| محمل کے تیرے گرد ہین محمل کیسے ہزار | ناقہ ہی ایک لیلی کا سو کس قطار مین |

شور اب چمن مین میری نغرخوانی کا ہی میر
ایک عندلیب کیا ہو کہون مین ہزار مین

| | |
|---|---|
| طلب ہی کام دلکی اسکے بالونکی اسیری مین | گدائی کشت کرون ہو نہین خجالت سے فقیری مین |
| نگہ غفلت مین اس ابرو کمان کی ہی ادھر یعنی | لگا تیر اسکا چھاتی مین ہماری گوشہ گیری مین |
| نظیر اسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو | سیاحت دو رنگ کی ایک ہی وہ بینظیری مین |

حشم و خطات حسین پر جبین تو حسن ہی گا خسارہ ہو | وہ محبوب جو شک ہوتا ہی حسین نہ عتاب نہو

مین نے جو کچھ کہا کیا ہی حد و حساب افزون ہی | روز و شمار مین یارب میرے گنہ کیے کا حساب نہو

صبر بلا ہی عشق پر جو حوصلہ والے کرتے ہین | رحمت ہی اس خستہ جگر کی دل جسکا بیتاب نہو

جس شب گل دیکھا ہی ہمنے صبح کو اسکا دیکھا | خواب ہمارا ہو ہے ہو لوگون کا سا خواب نہو

نہر چمن کی بھر رکھین ہین گہیا وہ لعل مست | بے عکس گل و لالہ بھی ان جو یون مین آب نہو

اس دن بین تو مستانہ ہوتا ہو گی کو چہ گرد | حسیدن کا سٗہ جو مین بین میرے کبھو بھی شراب نہو

تہ داری کچھ دیدۂ تر کی میر نہین کم دریا سے
جوشان شور کنان آجاوے یہ شعاع سیلاب نہو

تمکو ہمسے آگ لگی ہی رونے مین تو ہنستے ہو | ہمنے کمر کھول رکھی ہی اپنی کمر تم کستے ہو

درج گوہر مال نہین کچھ درج رستہ مگر | تو بھی ایسی قیمت پر تم آگے ہمارے سستے ہو

رستے راہ مین جو کچھ لیا ہی بستی مین سے نکلے تھے | کیا جانین ہم روز و شب تم کدھر رہتے بستے ہو

ابر کرم کی راہ تکو اب رحمت حق پر نظر رکھو | گو کہ اے مستان مجرم اس غم سے دل خستے ہو

پیری مین بھی جوان رکھا ہی دختر تاک کی صحبت نے
یعنی پی پی مے انگوری میر ہوئے کٹ مستے ہو

راہ میر کی یہ اس سے ملاقات ہو تو ہو | خاموش ان لبون سے کوئی بات ہو تو ہو

روونے سے سب پرانی خاک ہمارے پر پیر
مدت میں ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اسکی دیوار کے ساتھ

اب کچھ مزے پہ آیا شاید وہ شوخ دیدہ — اب اسکے پوست میں ہے جوں میوہ رسیدہ
آنکھیں ملا کبھو تو کب تک کیا کرو ہیں — دنبالہ گرد تیرے اے آہوئے رمیدہ
پانی بھر آیا منھ میں دیکھے جنھوں نکے یارب — دے کس مزے کے ہونگے لبہائے ناگزیدہ
سائے کو اس پری کے لگتا نہ تھا چمن بیز — مغرور کاہے پر ہے شمشاد قد کشیدہ
آنکھیں ہیں کچھ رہی ہیں اہل نظر کی یکسر — جلتی ہوئی زمین پر رکھ پاؤں دیدہ دیدہ
چل سیر کرتے تو بھی تا صبح آنکھیں کھولیں — منھ پر ترے چمن میں گلہائے نودمیدہ
محراب میں رہو نہ سجدہ کیا کرو نہ — بیوقت کیا ہے طاعت قد اب ہوا خمیدہ
پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا ولیکن — خاموش رات کو تھی شمع زبان بریدہ
دیکھا ہے مجھے شب گل بلبل نے جو چمن میں — بولا کہ میرے منھ پر کیا کیا دہن دریدہ
قلب و کبد تو دونوں تیرونسے چھن رہے ہیں — وہ اس ستم کشی پر ہم سے ہوئے کبیدہ

اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ لیے ہیں
رکھیں گے یاد ہم بھی کچھ بیتیں چیدہ چیدہ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ — لیجاتے دلکو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

خواہش نہ ہووے دلکی جو حاصل تو موت ہی
احوال میر دیکھ نہیں جی تو مار دیکھ

پیدا ہی یا خدا نہیں اس دلربا کے ساتھ
دیر و حرم مین جو کہیں ہو ہو خدا کے ساتھ

مختار ہا کشادہ جبین خوب و زشت ہی
کیا آئینہ کری ہی بسر یان حیا کے ساتھ

گو دست لطف سر سے اٹھالی کوئی شفیق
دل کا لگاؤ اپنا ہی دست دعا کے ساتھ

تدبیر دوستان سے ہی بالعکس فائدہ
ہی درد عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ

کی کشتی اسکی پاک زبردست عشق نے
جن نے لڑائی ہاتھ ٹک ایک اس بلا کے ساتھ

اوباش لڑکون سے تو بہت کر چکے معاش
اب عمر کاٹیے گا کسو میرزا کے ساتھ

کیا جانون بین چمن کو ولیکن قفس پہ میر
آتا ہی برگ گل کبھو کوئی صبا کے ساتھ

غرور قار کیا ہی کسو خود نما کے ہاتھ
ہی آبرو فقیر کی شاہ ولا کے ہاتھ

سنبھلا دیا فلک نے ہمین نقش پا کے رنگ
اٹھنا ہمارا خاک سے ہی اب خدا کے ہاتھ

آنکھ نہیں آشنا تھا مگر دیکھا تھا کہین
تو گل کل ایک دیکھا ہی مین نے صبا کے ہاتھ

دیکھ اسکو مجکو یارون نے حیران ہو کہا
کس ڈھب سے لگ گیا ہی یہ گوہر گدا کے ہاتھ

دلکی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلی
عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

وہ جو کہنا تھا تو ہی کر یو قتل
میر کا سو کہا کیا تو نے

آنکھون کی طرف گوش کی دریردہ نظر ہی
کچھ یار کے آنے کی مگر گرم خبر ہی

یہ راہ و روش سرو گلستان مین ہو گی
اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہی

یہ بادیۂ عشق ہی البتہ ادھر سے
تو سامنے ہو ہمدم اگر تجکو جگر ہی

وہ ناوک دل دوز ہی لاگو مرے جی کا
بچکر نکل اے سیل کہ یان سیر کا ڈر ہی

کیا جھیل پڑی مدت ہجران کی نہ پوچھو
ہر سال ہوا ایک گھڑی ہمکو پہر ہی

کہ جان کے جسکے لیے منھ موڑ لیے تمسے
تم آؤ چلے داعیہ کچھ تمکو اگر ہی

سمجھا تو سوا ایک بھی محبوب نہ نکلا
جس دلبر خود کام کو دیکھا سو نفر ہی

شب شور و فغان کرتے کٹے تجکو تو اب تو
دلکش ہو ٹک اے مرغ چمن وقت سحر ہی

سوچے تھے کہ سودائے محبت مین ہی کچھ سود
اب دیکھتے ہین آمین جی ہی کا ضرر ہی

شانے پہ لکھا ہار جو پھولونکا تو سمجھے
کیا ساتھ نزاکت کے رگ گل سی کمر ہی

کر کام کسو دل مین گئے عرش پہ تو کیا
اے آہ سحرگاہ اگر تجھ مین اثر ہی

پیغام بھی کیا کرئیے کہ اوباش ہی ظالم
ہر حرف میان دار پہ شمشیر و سپر ہی

ہر بیت مین کیا میر تری باتین گٹھی ہین
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلک گہر ہی

جمہور راہ اسکی دیکھا کرے ہی اکثر
محفوظ رکھ الٰہی اسکو نظر گذر سے

وحش اور طیر آنکھین ہر سو لگا ہی ہین
گر دیدہ اسکی دیکھین لٹھ چلتی ہو کدھر سے

شاید کہ وصل اسکا ہووے تو جی بھی ٹھہرے
ہوتی نہین ہے اب تو تسکین دل خبر سے

مدت سے چشم بستر بیٹھا رہا ہون لیکن
وہ روے خوب ہرگز جاتا نہین نظر سے

گو ہاتھ وہ نہ آوے دل غم سے خون کرتا
ہے لاگ میرے جی کو اس شوخ کی کمر سے

یہ گل نیا کھلا ہے بے بال تو قفس مین
کوئی کلی نہ نکلی مرغ چمن کے پر سے

دیکھو نہ چشم کم سے یہ آنکھ ڈبڈبا ہے
سیراب ابر ہوتے دیکھین ہین چشم تر سے

گلشن سے لے قفس تک آوازا ایک سی ہی
کیا طائر گلستان ہین نالہ کش اثر سے

ہر ایک خراش ناخن مجھی سے صدر تک ہے
رنجیدہ ہو تو پوچھے کوئی ہمین ہنر سے

یہ عاشقی ہی اتنے جیو گے یا کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہی گردون دون پرور ردی
ہووے پیوند زمین یہ رفتنی

بزم مین سے اٹھ چلا ای رشک صبح
شمع کے اوپر پھری ہی مردنی

مین چراغ صبح گاہے ہون نسیم
مجھے اکدم کے لیے کیا دشمنی

مجسا محنت کش محبت مین نہین
ہر زمان کرتا رہا ہون جان کنی

| | |
|---|---|
| آتا ادھر اس بت کا کیا میری کشش سے ہے | ہو موم جو پتھر تو تائید خدا کی ہے |

داماں دراز اسکا جو صبح نہیں کھینچا
ای میر یہ کوتاہی شب دست دعا کی ہے

| | |
|---|---|
| ملو ان دنون ہمسے اک رات جانی | کہان ہم کہان تم کہان پھر جوانی |
| شکایت کرون ہون تو سونے لگے ہو | مری سرگذشت اب ہوئی ہی کہانی |
| ادا کھینچ سکتا ہی بہزاد اسکی | کھچی صورت ایسی تو یہ ہمنے مانی |
| ملاقات ہوتی ہی تو کشمکش سے | یہی ہمسے ہے جب نہ تب اینچا تانی |

بسنتی قبا پر ترے مر گیا ہو
کفن میر کو دیجیو زعفرانی

| | |
|---|---|
| بے اسکے تیرے حق مین کوئی کیا دعا کرے | عاشق کہیں شباب تو ہو وے خدا کرے |
| ای سرو جو کوئی مری رہ تو گرفتار | پرسش کسو سے حال کی تیری بلا کرے |
| دامن بہت وسیع ہی آنکھوں سکا ای سحاب | لازم ہی تجھکو ان ہی کا پانی بھرا کرے |
| آکر بکھیرے پھول مری مشت خاک پر | مرغ چمن اگر حق صبح ادا کرے |

پتھر کی چھاتی چاہیے ہے میر عشق مین
جی جاتا ہے اسکا جو کوئی وفا کرے

صورتیں بگڑ بگڑ گئی ہیں کیوں نہ اسکو تو دیکھ ہے وہ
سامنے رکھے آئینہ مصروف طرحداری ہے

میر کوئی اس صورت میں بھی کیا رکھے
ایک جراحت میں نے کی میر ہر زخم کاری ہے

دل بھی بھرا رہتا ہے میر جی کبھی نہ یہاں کچھ جاتا ہے
کیا جانوں میں وہ نگا کیا دریا چڑھتا آتا ہے

سچ ہے وہ جو کہا کرتا ہے کون ہے تو کیا سمجھے ہیں
نہ بیگانے تو ہمیں ہیں ہم وہ یگانوں کا جانا ہے

تو بلبل آزردہ نہ ہو گل پھر ایسے باغ بہار نہیں
رنج کش الفت ہے عاشق جی اپنا بہلاتا ہے

عشق و محبت کیا جانوں ہیں لیکن اتنا جانوں ہوں
اندر ہی اندر سینے میں میرے دلکو کوئی کھاتا ہے

عاشق اپنا جان لیا ہے اوسنے شاید میر ہمیں
دیکھ بھری مجلس میں اپنے ہم ہی سے شرماتا ہے

اس مغرور کو کیا ہوتا ہے حال شکستہ دکھانے سے
جسکو تنبہ ہووے نہ ہرگز جیکے ہمارے جانے سے

کیسا کیسا ہو کے جدا پہلو سے اس بن تڑپا ہے
کیا پوچھو ہو آئے قیامت سر پہ دلکو لگانے سے

ہمن تجرد میں اپنی روز جہاں سے گذرتا ہوں
وحشت ہے خورشید نمط اپنی بھی مجکو سائے سے

ہر کوئی دہر برن میں یا پھر پھر وہ یان تھا
یا اب ننگ ہے آتا ہے پاس ہمارے آنے سے

ایک جراحت کیا تسکین دے موتی بھوکی صید ین
شاید دل ہو تسلی اسکا زخم دگر کے کھانے سے

رنج و عنا بر درد و بلا پر صبر کیے ہم بیٹھے ہیں
کلفت جاتی رہی کیا جور و ستم کے اٹھانے سے

دلکی لاگ بری ہوتی ہے رہ نہ سکے ٹک جا بھی — آئے بیٹھے اٹھ بھی گئے بیتاب نے پھر آئے بھی
آنکھ نہ ٹک میلی ہوتی اپنی مطلق جل ہیجانہو — دلکی مصیبت کیسی کیسی کیا کیا رنج اٹھائے بھی
ٹھنڈی ہی ہوتی دیکھے ہرگز ویسے ہی جلتے رہتے میر — تلووں حنائی ہمنے آنکھوں سے سہلائے بھی
رنگ نہیں ہے منھ کسکے باد خزان سے گلستان میں — برگ و بار گھر سے بکھرے ہیں گل غنچے مرجھائے بھی
نفع کبھو دیکھا ہمنے ایسے خرچ کے اٹھانے پر — دلکے گداز سے لوہو روئے داغ جگر پہ جلائے بھی
عشق میں اسکے جان مری مشتاق میر گئی ہنسی ہو — شوق اگر ہے ایسا ہی تو ہیں کہاں مر جائے بھی

تا جر ترک فقیر ہوئے اب شاعر عالم کامل ہیں
بیش گئی میر نہ اپنے سوانگ بہت سے لائے بھی

کوئی نام انکا نہ پوچھے ہی — کہ بیتاب دل کی بنا صبر ہی
نہ سوز جگر خاک میں بھی گیا — موئے پر بھی آتش مری قبر ہی
گلستان کے ہیں دونوں پتے بھرے — بہار اسطرف اس طرف ابر ہی
جو درویش پہنے ہی چرمی لباس — تو پھر جیسے شیر ہی ببر ہی

در کعبہ پر کفر بکتا ہی میر
مسلمان نہیں وہ کہیں گبر ہی

ظلم سے ہیں داغ ہوئے ہیں رنج اٹھے ہیں دیکھئے — اب وہ دل میں تاب نہیں جو کہ آ مر دیکھئے

چلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے
اس قافلے مین ہم بھی تھے افسوس رہ گئے

کیا کیا مکان شاہ نشین تھے وزیر کے
وہ اٹھ گیا تو پڑے بھی گرے بیٹھے رہ گئے

اس کجروش سے ملنا خرابات مین تھا
بے طور ہم بھی جا کے ملے بے جگہ گئے

دے زور در جوان جنھین کہیے پہاڑ تھے
جب آئے موج خیاو رنگی سے بہ گئے

دو بار تو نتھا یہ دل سے کسو کے امیر
ناچار اسکے جور و ستم ہم بھی سہ گئے

ہا جوانی وصل مین اسکے کیا کیا لذت پاتے تھے
بوسہ کنج لب سے پھر بھی ذائقے اپنے بناتے تھے

کیا کیا تمنے فریب کیے ہین سادگی مین لینے کو
ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے ہم نا خوردہ پاتے تھے

ہای جدائی ایسی جا کر مار کے ہمکو توڑ رکھا
دے دن یاد آتے ہین جب جھلا نکلے آتے جاتے تھے

غیر دنکی تم سنتے رہے سو غیرت ہم سہتے ہے
دے تو تمکو لگا جاتے تھے تم آ ہمکو جلا جاتے تھے

رنج و الم غم عشق ہی کا اعجاز سے کھینچے تھو نر
حوصلہ کتنا اپنا جسمین بے آواز سماتے تھے

وے دن کیسے سالتے ہین جب آ کر سو تی پاتے تھو
آنکھوں کو ہم سہلا سہلا نا دے اسکو جگاتے تھے

چاہت روگ برا ہی جسکا میرا سے پرہیز بھلا
اگلے لوگ سنا ہی ہمنے دل نہ کسو سے لگاتے تھے

بات ہماری یاد رہے جی بھولا بھولا جاتا ہے
وحشت پر جب آتا ہی تو جیسے بگولا جاتا ہی

تھوڑے سے پانی مین سر کیسے کے ہی جیسے حباب
کہتے مین لینا مجکو کیا ابھرا بھولا جاتا ہے

| | |
|---|---|
| برسون مین پہچان ہوئی تھی سو تم صورت گئے | یہ بھی شرارت یاد رہیگی ہمکو نکلنا جانے سے |
| سنی سنائی بات دانکی کب بھتے ہین ہم عاقل | دونون کان بھرے ہین اپنے دنیا کے افسانے سے |
| میر کی تیزی کیا سلجھے گی حرف سخن مین گنجلک سے | کوئی بھی عاقل الجھے ہے ایسے ناصح دیوانے سے |

| | |
|---|---|
| کئی روز اب دید وادید ہی | گلے سے ہمارے ملو عید ہی |
| گریزان رسائی سے خورشید سان | جہان جیسے ہی مجکو تجرید ہی |
| تصرف مین جب ڈال دیتے ہین بات | خدا رس کہین ہین یہ توحید ہی |
| جو آوین بتان جذب سے یان تو یہ | خدا کی طرف ہی کی تائید ہی |
| لپیٹا ہی مین بوریاے نماز | یہی میر جانے کی تمہید ہی |

| | |
|---|---|
| ہجر مین خون ہوا تھا سب غم سے | دل نے پہلو تہی کیا ہم سے |
| عالم حسن ہی عجب عالم | جا ہیے عشق بھی اس عالم سے |
| طرح چھریون کی پلکون سے ڈالے | نکلے تلوار ابرو کے خم سے |
| نسبت اُن بالون کی درست ہوے | دیر مین میرے حال درہم سے |

در پے خون میر کے ورنہ
ہو بھی جاتا ہی جرم آدم سے

| | |
|---|---|
| اٹکھیلیون سے چلنے طفلی مین جان ماری | نام خدا ہوا ہی اب وہ جوان باری |

دیکھیں کب تک رہے ہے یہ صحبت
گالیاں کھائیے دعا کریے

کچھ کہیں گر تو وہ کہے نہ کہو
کیونکر اظہار مدعا کریے

اتفاق انکا مار ڈالے ہے
ناز و انداز کو جدا کریے

عید ہی کاش کے رہے ہر روز
صبح اسکے گلے لگا کریے

راہ تکنے کو بھی نہایت ہے
منتظر کب تلک رہا کریے

ہستی موہوم و یک سر و گردن
سیکڑوں کیونکہ حق ادا کریے

وہ نہیں سرگذشت سنتا میر
یوں کہانی سی کیا کہا کریے

مترتب ہو نفع جو کچھ بھی
دل کی بیماری کی دوا کریے

سو تو ہر روز ہے بترا احوال
متحیر ہیں آہ کیا کریے

دو چار روز آگے چھائی گئی تھی کوئی
ہجران کا غم تھا سختی سے جان ٹوٹی

کلیاں جھڑی ہیں اپنی بکھری ہیں بال سارے
پائیزی چمن میں کیا کیا بہار ٹوٹی

سیر چمن میں کچھ تو جیسے ہوس نکلتے
موسم میں گل کے بلبل افسوس ہے یہ چھوٹی

کب شب عدم کی رات نہ آئی جو میں لڑائی ہوئی
آخر اس دبائش نے مارا کب بہتر آئی ہوئی

داے وہ طائر بے بال ہوس ناک جسے
شوق گلگشت گلستان مین گرفتاری ہی

ظلم ہے کھینچے نہین رہتی ہو جسکی شمشیر
اس ستمگار جفا جو سے ہمین یاری ہی

آنکھ مستی مین کسو پر نہین پڑتی اسکی
یہ بھی اُس سادہ و پرکار کی ہشیاری ہی

وان سے جز ناز و تبختر نہین کچھ پاتے میر
عجز ہی دوستی ہی عشق ہی غمخواری ہی

درد و غم سے دل کبھو فرصت نپائے
یہ صعوبت کب تلک کوئی اٹھائے

طفل بازار کا عاشق ہون مین
دل فروشی کوئی مجھسے سیکھ جائے

زار روتا چشم کا لب دیکھتے
دیکھیے ہین لیکن خدا جو کچھ دکھائے

کب تلک چاک کفن سے جھانکیے
برگ گل یان بھی صبا کوئی تو لائے

کب سے ہمکو ہی تلاش دست غیب
تا کمر بیچ اسکا اپنے ہاتھ آئے

اسکی اپنی بنتی ہی ہرگز نہین
بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے

جو لکھی قسمت مین ذلت ہو سو ہو
خط پیشانی کوئی کیونکر مٹائے

داغ ہی مرغ چمن پائیز سے
دل نہ ہو جلتا جو اسکا گل نہ کھائے

زخم سینہ پیر اسکے ہاتھ کا
ہو کوئی چھوا تو اسکو رجھائے

میر اکثر عمر کے افسوس مین
زیر لب بالائے لب ہی ہائے ہائے

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہین ہم تمھارے
موقوف رحم پر ہین دشوار کام سارے

ہو ملتفت کبھی جیتون ہین آ دین چندے
یہ عشق بے محابا تا چند جان مارے

آشوب بحر ہستی کیا جانیے ہی کب سے
موج و حباب تھککر لگ جاتے ہین کنارے

کوئی تو تھا طرف پر آواز دی نہ ہمکو
ہم بیقرار ہوکر چارون طرف پکارے

بیطاقتی سے کیونکر سر مارتے رہین نہ
صبر و قرار دونون یکبارگی سدھارے

کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق مین ہی
چشمک کرین ہین ہر شب اسکی طرف ستارے

دُنیا مین میر اگر کھولا ہی بار رہنے
اس رہگذر مین دیکھین کیا پیش آوی بارے

عشق ہمارا درپے جان ہی کیسی خصومت کرتا ہی
چین نہین دیتا ہی ظالم جبتک عاشق مرتا ہی

شاید اپنے بال اس سر کے بکھر گئے تھے باد چلے
دل تو پریشان تھا ہی میر اب کے جی بھی بکھرتا ہی

صورت اسکی دیدۂ تر مین پھرتی ہی روز و شب
ہی نہ اچنبھا یہ بھی کہین پانی مین نقش اُبھرتا ہی

کیا دشوار گذر ہی طریق عشق مسافر کشتن ہم
جی سے اپنے گذر جاتا ہی جو اس راہ گذرتا ہی

حال کسو بےتہ کا یان مانا ہی حباب دریا سے
ٹک جو ہوا دُنیا کی لگی تو یہ کم ظرف اُبھرتا ہی

یاد خدا کو کرے کھوٹا یان ہمارے ہو جاوے
صد سالہ غم دیکھے اس خش خشم درد کی بستا ہی

دامن دیدۂ تر کی وسعت دیکھی ہی بن آ دیکھی
ابر سیاہ سفید جو ہو سو پانی انکا بھرتا ہی

| | |
|---|---|
| سچ ہی راحت تو بعد مرنے کے | پر برا واقعہ یہ حائل ہی |
| تیغ اگر درمیان رہی تو رہی | یار میرا جوان جاہل ہی |
| رو نہین چشم ترسے اب رکھیے | سیل اسی در کا کب سے سائل ہی |
| حال ہم ڈوبتون کا کیا جانے | جسکو دریا پہ سیل ساحل ہی |

میر کب تک بحال مرگ جئین
کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہی

| | |
|---|---|
| بیکسان عشق تجھے ہم غم مین کھپارے گئے | یا زخواہ خون نہ تھا مارے گئے مارے گئے |
| بار گل تک نا توانون کو نہ تھا مین دم میت | گرتے پڑتے ہم بھی عاجز آج دالان رے گئے |
| چھاتی میری سرد آہونسے ہوئی تھی کر حسرت | استخوان اب اسکی اشک گرم سو دہارے گئے |
| سخت جانی ہی نہ ٹک جو ہو خبر گھر ملے سے | صبح تلک ہم رات دیوارونسے مارے گئے |

میر قیس و کوہ کن نا چار گذرے جان سے
دو جہان حسرت لیے ہمراہ بیچارے گئے

| | |
|---|---|
| بے یار مین بیکس ہون آگاہ نہین کوئی | بیغم کرد خونریزی خونخواہ نہین کوئی |
| کیا تنگ مخوف ہی اس نیستی کا رستا | تنہا پڑا ہی جانا ہمراہ نہین کوئی |
| موہوم ہی ہستی تو کیا معتبری اسکی | ہرگاہ اگر کوئی بیگاہ نہین کوئی |

کیا شکایت کریے اُس خورشید چہرہ یار کی
وصل کی دولت گئی ہون تنگ فقر ہجر مین

مہر وه برسون نہین کرتا ستم فی الفور ہی
یا الٰہی فضل کر یہ جور بعد الکور ہی

اسکے دیوانے کے سر پر داغ سودا ہی ہلیر
وه محیط عاشقون کا اس سبب سرمور ہی

گردن کش زمانہ تو تیرا اسیر ہی
چشمک کرے ہی سیر بطیرت تو نگاه کر
تنکا سا ہو رہا ہی تن آگی ہی سو کر
جھڑ باندھ دی ہی ... جو لگتا ہی ضیح کو
اک واصل رسیده جو صید آمکب ہیجا
جون جون بڑھاپا آتا ہی جاتی ہین اینٹھے
اس خوبصورتی سے نہ صورت نظر پڑی
پر جوہر اسکی تیغ ہی نامہ برائے قتل
پوچھو اسی سے مضطرب الحال دلکی کچھ
جو طفل شوخ و شنگ جوان بلند طرح
فریاد سب کی سن کے کہا بید ماغ ہو

سلطان عصر تیری گلی کا فقیر ہی
وه طفل شوخ چشم قیامت شریر ہی
اب تنگ کیا فقیر جو سب مین حقیر ہی
ہی چشم ترکہ غیرت ابر مطیر ہی
پُر پیچ جال گیسوٴن کا جر گیر ہی
کس مٹی کا بناےٴ اپنا خمیر ہی
صورت تلک تو سیر کی دلنے نظیر ہی
پیغام مرگ عاشقون کو اسکا تیر ہی
آه آفتاب چہره روشن ضمیر ہی
شائستۂ فلک ہی اگرچہ صغیر ہی
دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہی

٤٢٣

بھیر جن ملتی ہین اُسکے ابرو ہلے
لڑکا عطار کا ہی کیا معجون

چلی تلوار تو صفائی سے
ہمکو ترکیب اُسکی بھائی ہی

کجروی یار کی نہین جاتی
یہی بے طور بے ادائی ہی

آنے کہتا ہی پھر نہین آتا
یہی بد عہدی بے وفائی ہی

کر چلو نیکی اتو جس تس سے
شاید اسھی مین کچھ بھلائی ہی

برسون مین میر سے ملے تو کہا
اس سے پوچھو کہ یہ کہانی ہی

یارک کوئی دیوانہ بے ڈھنگ سا آجاوے
اغلال و سلاسل ٹک پنی بھی بلا جاوے

خاموش رہین کبتک زندان جہان مین ہم
ہنگامہ قیامت کا شورش سے اٹھا جاوے

کب عشق کی وادی ہی سر کھینچنے کی جاگہ
ہو سیل بھلا سا تو منھ موڑ چلا جاوے

عاشق ہی ہین اور نہین نسبت سے اُنہو کی
جون جوان ہو شیدہ وہ تو نہ لگا جاوے

افسوس کی جگہ ہی یان باز نسین و ہم
ہو روبرو آئینہ وہ منھ کو چھپا جاوے

ان نو خطون سے میری قسمت مین تو تھی خواری
کسطرح لکھا میرا کوئی آکے مٹا جاوے

دیکھ اُسکو ٹھہر رہتا ثابت قدم ہوتے ہو
اس راہ سے آوے تو ہمسے نہ رہا جاوے

کیسے جہان کرتا تاثیر سخن کچھ بھی
وہ بات نہین سنتا کیا اُس سے کہا جاوے

پری اسکے سایہ کو بھی لگ سکے نہ — وہ اس جنس کو کیا بلا جانتا ہی

جہان میر عاشق ہوا خوار ہی تھا
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہی

یہی عشق ہی جی کھپا جانتا ہی — کہ جانان سے جی بھی ملا جانتا ہی
بری ہین بھی کچھ خوبی ہووےگی تب تو — برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہی
مرا شعر اچھا بھی دانستہ ضد سے — کسو اور ہی کا کہا جانتا ہی
زمانے کے اکثر ستمگار دیکھے — وہی خوب طرز جفا جانتا ہی
نہین جانتا حرف خط کیا ہین لکھے — لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہی
نہ جاوے جو بیگانہ تو بات پوچھے — سو مغرور کب آشنا جانتا ہی

نہین اتحاد تن و جان سے واقف
ہمین یار سے جو جدا جانتا ہی

تمام شد دیوان پنجم میر تقی میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دیوان ششم

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا | نظر میں اسکی میں تو بھی نہ آیا

زمانے میں مرے شور جنون نے | قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا

بلا تھی کوفت کچھ سوز جگر سے | ہمیں تو کوٹ اُن نے ہو جلایا

تمامی عمر جسکی جستجو کی | اُسے پاس اپنے اکدم بھی نہ پایا

نہ تھی بیگانگی معلوم اُسکی | نہ سمجھے ہم اُسی سے دل لگایا

قریب دیر خضر آیا تھا لیکن | ہمیں رستا نہ کعبے کا بتایا

ذرات اسکو ڈھونڈھتی دل شوقسے مجھے
نایاب کس گہر کا طلبگار کر دیا

دور اُس سے زار زار جو روتا رہا ہون مین
لوگون کو میری زاری نے بیزار کردیا

خوبی سے بخت کی ہوا اُسے عشق سے مرے
یارون نے رفتہ رفتہ خبردار کردیا

جسکے لگا ئی جبین نہ اُسکی ہوس رہے
یعنی کہ ایک وار ہی مین پار کردیا

پہلو مین دل نے ٹوٹکے آتش سے شوق کے
پا یان کار آنکھون کو خونبار کردیا

کیا جانون عشق جان سے کیا چاہتا ہی میر
خونریزی کا مجھے تو سزاوار کردیا

موئے ہم جسکی خاطر بیوفا تھا
نہ جانا اُن نے تو یون بھی کہ کیا تھا

معالج کی نہین تقصیر ہرگز
مرض ہی عاشقی کا لا دوا تھا

نہ خودسر کیون کہ ہم ہون یار اپنا
خود آرا خود پسند و خود ثنا تھا

رکھا تھا مُنھ کبھو اُس کنج لب پر
ہمارے ذوق مین ابتک مزا تھا

نہ ملیو چاہنے والے سے اپنے
نہ جانا تجسے یہ کن نے کہا تھا

پریشان کر گئی فریاد بلبل
کسو سے دل ہمارا پھر لگا تھا

ملے برسون رہی بیگانگی تھی
ہمارے زعم مین وہ آشنا تھا

نہ دیوانے تھے ہمسے قیس و فرہاد
ہمارا طور عشق ان سے جدا تھا

۴۲۷

کیا تم از آنے میر اس اوقات کی
جب کہ تو بھر آب سا جسم ہو گیا

وہ دیکھنے ہمیں ٹک بیماری میں تو آیا — سو بار آنکھیں کھولیں بالیں سے سر اٹھایا
گلشن کے طائروں نے کیا بے تہی کی — یک یک گل قفس میں ہم تک نہ کوئی لایا
بے ہیچ اسکا غصہ یارو بلائے جان ہے — ہرگز منا نہ ہمسے ہر چند اسے منایا
قد بلند اگرچہ ہے لطف کچھ نہیں ہے — سرو چمن میں لیکن انداز وہ نہ پایا
انگڑائی کو جو وہ یاں جسر نسیمیں پیا ہے — انیڈا پھرے ہے ہر سو جب اس کو یکا سایا
نقشہ عجیب ہے اسکا نقاش نے ازل کے — مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا
شب کو نشے میں باہم تھی گفتگوئے درہم — اس مست نے جھنکایا یعنی بہت جھکایا
دل بستگی میں کھلنا اسکا نہ اس سے دیکھا — بخت نگوں کو ہمنے سو بار آزمایا

عاشق جہاں ہوا ہے ڈھنگیاں ہی کی ہیں
اس میر بے تمیز نے کب ڈھب سے دل لگایا

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سنیے گا — پڑھتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا
سعی و تلاش بہت سی رہیگی اس انداز کے کہنے کی — صحبت میں علما فضلا کی جاکر پڑھیے گنیے گا
دل کی تسلی جسکے ہوگی گفت و شنود سے لوگوں کی — آگ پھنکے گی بدن میں اسمیں جلیے بھنیے گا

| | |
|---|---|
| گھر سے وہ معمار کا جو اٹھ گیا | حال ابتر ہو گیا گھر بار کا |
| نقل اسکی بیوفائی کی ہی اصل | کب وفاداری ہی شیوہ یار کا |
| سر کو دیدے مارتے سیلاب بہار | رنگ دیگر ہی در و دیوار کا |
| اک گدائی در ہی سیلاب بہار | غم کشون کے دیدۂ خونبار کا |
| دلبران دل ہنس ہو گنجائشی | اس مین کچھ نقصان نہین سرکار کا |

عشق کا مارا ہی کیا جیتے گا میر
حال ہی بدحال اس بیمار کا

| | |
|---|---|
| جو تو ہی صنم ہمسے بیزار ہوگا | تو جینا ہمین اپنا دشوار ہوگا |
| غم ہجر رکھیگا بیتاب دل کو | ہمین کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا |
| جو افراط الفت ہی ایسا تو عاشق | کوئی دن مین پرسون کا بیمار ہوگا |
| اچٹتی ملاقات کب تک رہیگی | کبھو تو تہ دل سے بھی یار ہوگا |
| تجھے دیکھ کر لگ گیا دل نجانا | کہ اس سنگدل سے ہمین پیار ہوگا |
| لگا کرنے ہجران سختی سی سختی | خدا جانے کیا آخرش کار ہوگا |

یہی ہوگا کیا ہوگا میر اہی نہ ہونگے
جو تو ہوگا بے یارہ غمخوار ہوگا

دھوپ میں آگے کھڑا اسکے جلا کرتا ہوں میں
چاہ کر اسکے شہیں میں تو گنہگار ہوا

ہوش میں کچھ جنکے سروں میں تھا شتابی چلئے
حیف صد حیف کہ میں نہ پر خبردار ہوا

ہو نہ جو دل کو کسو کو ڈھونڈھ نکالے کوئی
وہی خود گم ہوا جو اسکا طلبگار ہوا

مرغ دل کبھی رہائی سے مراد اب جیتے
پر شکن بالوں میں وہ اسکے گرفتار ہوا

پیار کی دیکھی جو چتون کسو کی میں جانا
کہ یہ اب سادہ و پرکار مرا یار ہوا

تکیہ اسپر جو کیا تھا سو گرا بستر پر
یعنی میں شوق کی افراط سے بیمار ہوا

کیونکہ سب عمر صعوبت میں کٹی تیری میر
اپنا جینا تو کوئی دن ہمیں دشوار ہوا

آج اُس خوش پرکار جوان مطلوب جس میں لطف
پیر فقیر اس نے زندانکو ان نے زندان [illegible]

آنسو کی بوند آنکھوں سے دونوں تو نکلتے ایک نہیں
دل کی طپیدن روز و شب نے خوب جگر کا لوہو [illegible]

مرتے جیسے صبر کیا تھا ویسی ہی بے صبری کی
ہائے دریغ افسوس کوئی دل دینہ یہ جیا [illegible]

ہاتھ رکھے رہتا ہوں دلبر برسوں گذرے ہجراں میں
ایکدن اُن نے گلے سے ملکر ہاتھ میں میرا دل لیا

اب بارِ دہر کو کھو تک جسے بیان رہا
حیرت سے آفتاب جہاں کا تہاں رہا

جو قافلے گئے تھے انھوں کی اٹھی بھی گرد
کیا جانیے غبار ہمارا کہاں رہا

بغرض ملاتے ہوویں چلک اس کی کی دلیر — عاشق سے جو بندہے نکر تو ہی کیا عجب

ترک وطن کیا ہی عزیزون نے جا ہ مین — کر جاے کوئی رفتہ سفر تو ہی کیا عجب

برسون سے ہاتھ مارتے ہین سر یہ اہل خیر — ہووے ہر تیسے دست بسر تو ہی کیا عجب

معلوم سود مندی مشتاق عشق مین — پہونچے ہی اُس سے ہمکو ضرر تو ہی کیا عجب

گھر بار مین لٹا کے گیا گھر سے بھی نکل — اب آوے وہ میرے گھر تو ہی کیا عجب

ملتی نہین ہی آنکھ اُس آئینہ رو کی پہر
وہ دل جو لیکے ہووے نکر تو ہی کیا عجب

آیا ہی شیب سر پہ گیا ہی شباب اب — کرنا جو کچھ ہو تمکو سو کر لو شتاب اب

بگڑا بنا ہون عشق سے سو بار عاقبت — پایا قرار یہ کہ رہون ہین خراب اب

خونریزی عاشقون کی ہی ظالم اگر ثواب — تو تو ہوا ہی مجکو بہت سا ثواب اب

بھڑکی درون مین آتش سوزندہ عشق کی — دل رہگیا ہی پہلو مین ہو کر کباب اب

ہون اُس بہشتی رو سے جدا مین جحیم مین — رہتا ہی میری خاک کو ہر دم عذاب اب

قاصد جو آیا چپ ہی نشان خط کا کچھ نہیں — دیکھین جو لاوے باد کوئی کیا جواب اب

کیا رنج و غم کو آگے ترے مین کرون شمار — یا ان خود حسابی میرے تو ہی بیحساب اب

جھپکے ہین آنکھین اور جھپکی آتی ہین بہت — نزدیک شاید آیا ہی ہنگام خواب اب

تک ٹھہرتا بھی تو لیتے تھا کسو بجلی کی تاب
یا کہ نکہت گل کی تھا آیا گیا عہد شباب

کی نماز صبح کو کھو کر نماز اشراق کی
ہو گیا مجھ پر ستم اچھتانا مستی میں خواب

دیکھنا منھ یار کا اسوجہ سے ہوتا نہیں
یا الٰہی دے زمانے سے اٹھا رسم نقاب

ضعف ہی اسکے مرض اور اسکے غم ہی الغرض
دل بدن میں آدمی کے ایک ہی خانہ خراب

یار میں ہم میں بڑا پردہ جو ہی ہستی ہی یہ
بیچ سے اٹھ جاے تو ہو وے ابھی رفع حجاب

صورت دیوار سے مدت کھڑے در پر رہے
پر کبھو صحبت میں اسکی ہم ہوے نہ باریاب

مے سے توبہ کرتے ہی معقول اگر ہم جانتے
ہمسے شیخ شہر برسوں سے کرے ہی اجتناب

جمع تھے خوبان بہت لیکن پسند اسکو کیا
کیا غلط میں نے کیا ای میر وقت انتخاب

اس مغل زاسے نبھی ہر بات کی تکرار خوب
بذر بانی کی بھی اسنے تو کہا بسیار خوب

لگ نہیں پڑتے ہیں لیکر ہاتھ میں شمشیر تیز
بیکسو نکے قتل میں اتنا نہیں اصرار خوب

آخران خوبان نے عاشق جان کر مارا مجھے
چاہ کا اپنی مکرنا اسنے تھا اظہار خوب

آج کل سے مجھ کو بیتابی و بدحالی ہی کیا
تجھ مریض عشق کے کب تھے نہ تھے آثار خوب

کیا کریں اسکی کہیے جنبت دربستہ دے
ورنہ مفلس غمزدہ کچھ نہ تھے گردار خوب

مخترع جور و ستم میں بھی ہوا وہ نوجوان
ظلم تک کرتا ہی جیسے کوئی منت دار خوب

| | |
|---|---|
| تو ہر گے سے بہار ہین نہ کرون | گو کرے شیخ احتساب بہت |
| اس عفیلے سے کیا کسو کی نبھے | مہربانی ہی کم عتاب بہت |
| کشتن دردمان اگر ہی ثواب | تو ہوا ہی اسے ثواب بہت |

دیر تک کعبے مین تھے شب بیہوش
پیگئے میر جی شراب بہت

| | |
|---|---|
| کیا کہین ہی حال دل درہم بہت | کڑھتے ہین دن رات اسیر ہم بہت |
| رہتا ہی ہجران مین غم غصہ سے کام | اور وے بھی سنکے ہین برہم بہت |
| اضطراب اسکا نہین ہوتا ہی کم | ہاتھ بھی رکھتے ہین دل پر ہم بہت |
| اُس گلی سے جی اُٹھتا ٹک نہین | دل جگر کرتے ہین پتھر ہم بہت |

میر کی بدحالی شب مذکور تھی
کڑھ گئے یہ حال سنکر ہم بہت

| | |
|---|---|
| باہر چلتے ہین آگ بلدی سے کرتے تغافل یار بہت | دشت سے جوش و طرب آئے ہین نے تیرے سکار بہت |
| دعوی عاشق بیچاریکا کون سنیگا محشر مین | خیل ملائک وان بھی ہونگے اسکے خاطر دار بہت |
| خشکی لب کی زردی رخکی تنکی دوا آنکھونکی | جو دیکھے ہی کہے ہی ان نے کھینچا ہی آزار بہت |
| جسم کی حالت جی کی طاقت نبض سے کر معلوم طبیب | کہنے لگا جائز کیا ہوگا یہ تو ہی بیمار بہت |

ہو جفا عاشق پہ ہی سو اور لوگوں پر نہیں
اس سے پیدا ہے کہ میں بھی ہوں گنہگاروں کے بیچ

مر گئے ہو تیرے صاحب دل ہوس کس کو ہوئی
ایسے مرنے جینے کی آئی عشق کے ماروں کے بیچ

رو دیا کرتا عشق میں یکجا مر جینے لگا
کیا جیے گا یہ ستم دیدہ ان آزادوں کے بیچ

منتظر برسوں ہی افسوس آخر مر گئے
دیدنی تھے لوگ اس ظالم کے بیماروں کے بیچ

خاک تربت کیوں نہ اپنی دلبر از اٹھ چلے
ہم بھی تھے اس نازنین کے ناز برداروں کے بیچ

صاف میدان لامکاں سا ہو تو میرا دل لگے
تنگ ہوں معمورۂ دنیا کے دیواروں کے بیچ

باغ میں تھے شب گل مہتاب میرے آس پاس
یار بن بیٹھے رہا میں میر انگاروں کے بیچ

دل بھی اک ہے جسکو کہ دل کہتے ہیں سب عالم کے بیچ
کاش یہ آفت نہ ہوتی قالب آدم کے بیچ

چھاتی کٹتی سنگ سے ہی دل کے جاتے ہیں نہیں
لعل سینوں پر چڑھے جاتے ہیں اس ماتم کے بیچ

نقشہ اسکا رہ گیا ہے دیدہ میں میرے نقش ہے
یعنی صورت اسی کی پھرتی ہے چشم نم کے بیچ

شادی جواب آن تازہ ہوئے ہیں شہر میں
دل زدہ ہم سب میں بستے ہیں اک عالم کے بیچ

دل نہ ایسا چشم کر کے بستہ وہ ناوک کرے
سو بلائیں ہیں یہاں ان ابروؤں کے خم کے بیچ

حد سے افزوں اس گلی میں شور ہے عشاق کا
کون سنتا ہے کسو کی بات اس اودھم کے بیچ

رونق آبادی ملک سخن ہے اس تلک
ہوں نہ ہرا دہم والی میر کے اکدم کے بیچ

بے سدھ پڑا ہوں میں بستر پہ یا تدن میں
کیا آفت آ گئی ہے اس نیم جان کے اوپر

عشق و ہوس میں کچھ تو آخر تمیز ہوگی
آئی طبیعت اسکی گر امتحان کے اوپر

الفت کی کلفتوں میں معلوم ہے ہوئے وہ
تھا اعتماد کچھی تاب و توان کے اوپر

محو دعا تھا اکثر غیرت سے لیک گاہے
آیا نہ نام اُسکا میری زبان کے اوپر

ایمان دل کی خواہش آتا نہیں حیا نہیں
آتی ہے اک قیامت اہل جہان کے اوپر

کیا لوگ ہیں محبان سودائے عاشقی میں
اغماض کرتی ہیں سب جیسے مہمان کے اوپر

سیرت سے اسکے رو سے چپ لگ گئی ہے ایسی
گویا کہ مہر کی ہے میری دہان کے اوپر

جو راہ دوستی میں اے میر مر گئے ہیں
سر دینگے لوگ انکے پا کے نشان کے اوپر

آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھا کر
کی بات اُن نے کوئی سو کیا چبا چبا کر

شاید کہ منھ پھرا ہے بندوں سے کچھ خدا کا
نکلے ہے کام اپنا کوئی خدا خدا کر

کان اُسطرف نہ رکھی اس حرف ناشنو نے
کہتے رہے بہت ہم اسکو سنا سنا کر

کہتے تھے ہم کہ اسکو دیکھا کرو نہ اتنا
دل خون کیا نہ اپنا آنکھیں لڑا لڑا کر

آ گئی ہی مر رہے ہیں ہم عشق میں بتا نکے
تلوار کھینچتے ہیں ہمکو دکھا دکھا کر

وہ بیوفا نہ آیا بالیں پہ وقت رفتن
سو بار ہمنے دیکھا سر کو اٹھا اٹھا کر

۴۳۷

زانو پہ سر ہی اکثر مت فکر اسقدر کر
دل کو کوئی لے گیا ہی تو میر ٹک جگر کر

خورشید ماہ دونو آخر نہ دلسے نکلے
آنکھوں مین پھر نہ آئی جی سے بسر ہو اکثر

یوسف عزیز دلہا جا مصر مین ہوا تھا
ذلت جو ہو وطن مین تو کوئی دن سفر کر

اے ہمنشین غشی ہی مین ہوش مین نہین ہون
مجھکو ڈرے زبانی سو بار اب خبر کر

کیا حال زار عاشق کریے بیان نہ پوچھو
کرتا ہی بات کوئی دل کی تو چشم تر کر

دیتے نہین ہین سونے ٹک آہ نالے اسکے
یارب شب جدائی عاشق کی بھی سحر کر

اتنا ہی منھ چھپایا شوخ اسکے محرمون نے
جو بچھ گئی ہین زلفین اس چہرے پر بکھر کر

کیا پھیر پھیر گردن باتین کری ہین سب مین
جاتی ہین عشق تے ہم مشتاق منھ ادھر کر

جن دیکھے تیری مین تو بیمار ہو گیا ہون
حال تبہ مین میرے تو بھی تو ٹک نظر کر

رخنے کیے جو تونے پتھر کی سل مین تو کیا
اے آہ اس صنم کے دلمین بھی ٹک اثر کر

مارے سے غل کیے سے جاتا نہین ہی ہرگز
نکلے گا اس گلی سے شاید کہ میر مرکر

باندھی کمر سحر گہ آیا ہی میرے کین پر
جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمین پر

اقرار مین کہان ہی انکار کی سے خوبی
ہوتا ہی شوق غالب اسکے نہین نہین پر

کنج قفس مین جو ن تیون نکالینگے ہم اسیران
سیر چمن کے شایان اپنی رہی نہین پر

ردیف کاف

آنکھیں جو کھولیں سو تو جان ہی کھو چکا کیا — ساری رات لمانی کی ہی تو بھی تھا سو ملک

مشکل ہی دلداری عاشق وہ برسون بیتاب ہے — بیطاقت اس دل کو میرے ہاتھ مین اپنے تو لے ٹک

ایسی درد دل کر سنکو میر کہانسے جگر آوے — گرم سخن لوگو نہین کوئی بات کرے تو رو ٹک

رہے ہی غش و درد دو دو پہر تک — سر زخم پہونچا ہی شاید جگر تک

ہوئے ہین حواس اور ہوش و خرد گم — خبر کچھ تو آئی ہی اس بیخبر تک

زمین گرد اس مہ کی میرے ہین عاشق — ستارے فلک کے رہے ہین ادھر تک

قیامت ہی مشتاق لوگونسے کثرت — پہونچنا ہی مشکل ہین اسکے گھر تک

کہان تک اسے سر کار اکرو نہین — نہ پہونچا مرا ہاتھ اسکے کمر تک

بہار آئی پر ایک پتے ہی گل کے — نہ آئے اسیران بے بال و پر تک

بہت میر برہم جہان مین رہین گے
اگر رہ گئے آج کی شب سحر تک

وہ تو نہین کہ ادھر رہتا تھا آشیان تک — آشوب نالہ اپنا پہونچا ہی آسمان تک

لبریز جلوہ اسکا سارا جہان ہی لیکن — ساری ہی وہ حقیقت جاوے نظر جہانتک

ہجران کے سختیون سے پتھر دل و جگر ہین — صبر اسکے عاشقی مین کوئی کرے کہانتک

سودا کے عاشقی مین نقصان ہی جیکا لیکن — ہم راضی ہو رہے ہین اپنی زبان جان تک

ردیف لام

یک توجہ مین یہی ہی سیر اسکے عرش پر ۔۔۔ عقل مین آتی نہین ہین طرفہ کار دل
باغ سے دشت تک رکھتی ہی اک شور عجب ۔۔۔ ہم اسیران قفس کے نالہاے زار دل
اس سکر وحی پہ جون باد سحر در بدر پھرے ۔۔۔ زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہی بار دل

تنگی و وسعت سے اسکی اہی عبارت نارسا تم
میر کچھ سمجھے گئے نہ معنے اسرار دل

زنہار گلستان مین نکر منہ کو سوے گل ۔۔۔ بڑھ جاے مغز مین نہ کہین گردبوے گل
موسم گئے نشان بھی کہین تھے کا نہ تھا ۔۔۔ کی شوق کشتگان نے بہت جستجوے گل
تڑپے خزان مین اتنے کہ مر گئے طیور ۔۔۔ جا دیگی ساتھ جسکے مگر آرزوے گل
آئی نظر بہار مین پائیز مین گئے ۔۔۔ ہی بیوفائی کرنیکے ہر سال خوے گل

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیر چمن مین میر
پھرتا ہی اب تلک مری آنکھون مین روے گل

طریق عشق مین ہی رہنما دل ۔۔۔ پیمبر دل ہی قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل ۔۔۔ موئے پر بھی مرا اسمین رہا دل
رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا ۔۔۔ کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل
جسے مارا اُسے پھر کر نہ دیکھا ۔۔۔ ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل

عشق کیا ہی اُس گل کا یا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اُسکو ساتھ صبا کے صبح پھریں ہیں گھر گھر ہم

روز و شب کو اپنی یارب کیونکر کرینگے روز و شب
ہاتھ رکھے رہتے ہین دل پر بیتابی سے اکثر ہم

پوچھتے راہ شگفتہ دل کی جا نکلے تھے کعبے مین
سوچ وہان تو گذرا جی مین آئے کدھر کدھر ہم

شام سے کرتا منزل آکر گھر کو ہمارے صدر نشین
رکھتے ستارہ اُس مہوش کی جا مین کر بد اختر ہم

برسون خس و خاشاک سوئی مت گلخن تابی کو
بخت نجاگی جو اُس سے ہون یا کبھی شبنم بستر ہم

روز تبہ ہی حالت عشقی جیسے ہون بیمار اجل
ہی نہ دوائی کوئی معالج کیونکر ہونگے بہتر ہم

اسکی جناب سے رحمت ہو تو جی بچتا ہی دنیا مین
اس جانب سے تو بیٹھے ہین مرنا کر کے مقرر ہم

اب ہمارے طرف سے اتنا دل کو تو قہر مت کریو
سختی سے ایام کے جیتے رہے ہین درہم ہم

آہ معیشت روز و شب کے ساتھ اندوہ کے ٹھہری ہے
روتے کڑھتے رہا کرتے ہین غم ہی سے ہین خوگر ہم

شعلہ ایک اُٹھا تھا دل سے آہ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہی خاکستر کی جیسے شب مین جلکر ہم

کڑھتے جو رہے ہجر مین بیمار ہوئے ہم
بستر پہ گرے رہتے ہین ناچار ہوئے ہم

بہلانے کو دل باغ مین آئے تھے سو بلبل
چلانے لگی ایسی کہ بیزار ہوئے ہم

جلتے مین کھڑے دھوپ مین جاتے ہین اُدھر
عاشق نہوئے اسکے گنہگار ہوئے ہم

اک عمر دعا کرتی رہے یار کو دن رات
دشنام کی اب اسکے سزاوار ہوئے ہم

دھوپ مین جلتے ہین یہ زن آگے اسکے میر جی
رفتگی سے دلکی ٹھہرے ہین گنہگارون مین ہم

## ردیف نون

سر سے ایسی ہی لگی اب کہ چلے جاتے ہین
متصل شمع سے روتے ہین گھلے جاتے ہین

اس گلستان مین نمود اپنے ہی جی بر روان
دم بدم مرتبے سے اپنے چلے جاتے ہین

تن بدن ہجر مین کیا کہیے کہ کیسا سوکھا
جلتے بھی پاؤن نہین تنگی سے جلے جاتے ہین

رہتے دکھلائی نہین دیتی بلاکش انکی
جی کھپے جاتے ہین دل اپنے دبے جاتے ہین

پھر بخود آئی نہ حال مین بیخود جو ہوئے
آپ سے جاتے ہین ہم بھی تو بھلے جاتے ہین

خاک پا اسکی ہی شاید کسو کا سرمہ چشم
خاک مین اہل نظر اس سے رلے جاتے ہین

گرم ہین اسکی طرف جانیکو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعف محبت سے ڈھلے جاتے ہین

ایسے دیکھے ہین اندھے لوگ کہین
پھوٹے سہتے ہین آنکھیں سہتے ہین

مر گئے نا امید ہم مہجور
خواہشین جسکی اپنی جبین رہین

دیر دریا کنارا کرتا رہا
عشق مین آنکھین اپنی زور رہین

مرتے تھے اس گلی مین لاکھو جان
ہم بھی مارے گئے ندان رہین

یک بیابان ہی مری بے کسی بینوائی — مثل آواز جرس سب سے جدا جاتا ہون

تنگ آویگا کہانتک نہ مرا قلب سلیم — بگڑی صحبت کی تئین وزبنا جاتا ہون

گرمی عشق ہی ہلکی بھی جو ہمدم دل مین
روز و شب شام و سحر مین تو جلا جاتا ہون

تری راہ مین گرچہ ہمراہ ہون — پہ یہ غم ہی مین بھی سر راہ ہون

مرے دیدکی خون ناحق ہی اتبک — نہ خون خوار ہو مین نہ خونخواہ ہون

تری دوستی سی جو دشمن ہین سب — انھونکے بھی خون تک مین ہمراہ ہون

سمجھو مجھے بے خبر اسقدر — نہ دل سے لوگونکی آگاہ ہون

مری کجروی سادگی سے ہی میر
بہت اس روئیہ پہ گمراہ ہون

بہار آئی مزاج انکی بھی تدبیر کرتے ہین — جو انکو انھین ایام مین زنجیر کرتے ہین

برہمن زادگان ہند کیا پرکار سادے ہین — مسلمانونکو بھی بادرانی ہی مین تکفیر کرتے ہین

موئے پر اور بھی کچھ بڑھگئی رسوائی عاشق کی — کہ اسکی نعش کو اب شہر مین تشہیر کرتے ہین

ہماری حیرت عشقی سے چپ ہو جائینگے اسسے — مخالف مدعی کس کس طرح تقریر کرتے ہین

تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیرون سے — کہ جنکی خاک کو لے ہاتھ مین اکسیر کرتے ہین

اظہار فرخی ہی اس دم کی بے دماغی
ان روزون میر صاحب کچھ میرزا ہوئے ہین

بیکار مجھکو مت کہ مین کار آمدہ ہون
بیگانہ وضع تو ہون پر آشنا زدہ ہون

مین منھ نہین لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوان صالح اب پیر میکدہ ہون

اسرار دلکے کہتے ہین پیر و جوان مین
مدت ہین ہی بند ہماری زبان مین

رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ
سو رنگ ملے جاتے ہین یان ایک آن مین

شاید بہار آئی ہی دیوانہ ہی جوان
زنجیر کی سی آتی ہی جھنکار کان مین

بے وقفہ اس ضعیف پہ جور و ستم نہ کر
طاقت تعب کی کم ہی بہت میری جان مین

اسکے لبونکی آگے کنھون نے نبات کی
آئی ہی کثر شند مصفا کی شان مین

چہرہ ہی یار کا ہی جبت چڑھا سدا
خورشید و ماہ آتے ہین کب یہ دھیان مین

اب میرے اس عہد مین شاید کہ اٹھ گئی
آگے جو رسم دوستی کی تھی جہان مین

تارے تو نہین مری آہون سے راتکے
سوراخ پڑ گئے ہین تمام آسمان مین

ابرو کی طرح اسکی چڑھی ہی رہی ہی میر
نکلی ہی شاخ کیا کوئی تازہ کمان مین

شوخ چشمی تری پردے میں ہے جبتک تب تک
ہم نظر باز بھی آنکھوں کی حیا کرتے ہین

نفع بیماری عشق کو کرے نسو معلوم
یار مقدور تلک اپنی دوا کرتے ہین

آگ کا لائحہ ظاہر نہین کچھ لیکن ہم
شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہین

اُسکے قربانیونکی سب سے جدا ہے وہ رسم
اوّل وعدۂ دل و جان فدا کرتے ہین

رشک ایک آدھے کا جی مارتا ہے عاشق کا
ہر طرف اسکو تو دو چار دعا کرتے ہین

بند بند انکی جدا دیکھون الٰہی مین بھی
میرے صاحب کو جو بندے سے جدا کرتے ہین

دلکو جانا تھا گیا رہ گیا ہے افسانہ
روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہین

وا لئے یکحرف و حکایت بھی نہین لایا کوئی
یا نئے طومار کے طومار جلا کرتے ہین

بود و باش ایسے زمانے مین کوئی کیونکہ کرے
اپنی بدخواہی جو کرتے ہین بھلا کرتے ہین

حوصلہ چاہیے جو عشق کے آزار کھینچین
ہر ستم ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہین

میر کیا جانے کسے کہتے ہین واشد ہی تو
غنچۂ خاطر سے گلستا مین رہا کرتے ہین

نا آشنا کے اپنے جیسے ہم آشنا ہین
اس طور اس طرح کے ایسے کم آشنا ہین

باہم جو یاریان ہین اور آشنائیان ہین
سب ہین اپنی ہم عالم آشنا ہین

ماتم کدہ ہے تکیہ کیا تازہ کچھ ہمارا
یکجا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہین

| | |
|---|---|
| شمہ چاہیے جو کوئی کسو سے حساب ہے | تاکس سے گفتگو نہیں روز شمار مین |

گنتی کے لوگونکی وہان صف ہو ویگی کھڑی
تو میر کس شمار مین ہی کس قطار مین

| | |
|---|---|
| گو کر تیجا لے جا رہا ہون مین | بخدا باخدا رہا ہون مین |
| سب گئے دل دماغ تاب توان | مین رہا ہون سو کیا رہا ہون مین |
| برق تو مین نہ تھا کہ جل بجھتا | ابر تر ہون کہ جا رہا ہون مین |
| اسکی بیگانہ وضع ہی معلوم | برسون تک آشنا رہا ہون مین |
| دیکھو کب تیغ اسکی آ بیٹھے | دیر سے سر اٹھا رہا ہون مین |
| اسکے گرد سمند کا مشتاق | آنکھین ہر سو لگا رہا ہون مین |
| وو ٹکے لوگ جن نے مارے تیر | اسکے ہمسائے آ رہا ہون مین |
| مجھکو بدحال رہنے دین لیکاش | بے دوا کچھ بھلا رہا ہون مین |
| دل جلون کو خدا جہان مین رکھے | باشقایق ہی بار رہا ہون مین |

کچھ رہا ہو نہیں ہی مجھ مین میر
جب سے اسنے جدا رہا ہون مین

## ردیف واو

کیونکر نہ نیچے ہاتھ کے رکھا دل بیتاب کو
وہ جو تڑپانے گیا آسودگی خواب کو

کم نہیں ہے سحر سے یہ بھی تصرف عشق کا
پانی کر آنکھوں میں لایا دل کی خوناب کو

تھا یہی سر پا یہ بحر بہا پچھلے دنوں
چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پر آب کو

تو کہے بھی برق تھا طفل ناگہان آ کر کوئی
اک نگہ سے مار رکھا اس شیخ و شاب کو

کیا سفیدی یکبیک آئی آستین کی جاک سے
جسکے آگے رونا تھا کچھ پرتو مہتاب کو

چاہتا ہے جب سبب آپ ہی ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کو

ورد مجنون رہتا ہوں اکثر سر رکھا زانو پہ میر
حال کہکر کیا کروں آزردہ اور احباب کو

چھوڑا جنون کے دور میں ہم وہ اسلام کو
ترک کر صنم خانے چلا ہوں جامۂ احرام کو

مرتا مرو جیتا جیو آؤ کوئی جاؤ کوئی
ہے کام لوگوں نے کیا اس بے خود کام کو

جس کو دنیا تک جاؤں ہوں اس سے سنو ہوں دور
کیا منہ لگاوے کوئی ایسے رسیہ بدنام کو

بے چین بستر پر رہا بیخواب خاکستر پہ ہوں
صبر و سکون جیسے گئے پایا نہیں آرام کو

آسایش و راحت سے جو پوچھے کوئی تو کیا کہوں
میں عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتداے عشق کو روتا ہے تو
کر فکر جو پاوے بھی اس آغاز کے انجام کو

فرصت بود باش یان کم ہی
کام جو کچھ کرو شتاب کرو

محو صورت نہ آرسی مین رہو
اہل معنی سے ٹک حجاب کرو

جھوٹھ اسکا نشان نہ ویار دو
ہم خرابونکو مت خراب کرو

منہ کھلے اسکے چاندنی جھٹکے
دوستو سیر ماہتاب کرو

میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

بس اب بن چکی رو دموی سمن بو
گری ہوکے بیہوش مشاطہ یکسو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہمسے
کیا اسکو بد خوبنا کر نکو رو

نہ دلگیر کیون کر ہوا بین صحبت
کرین بوریا پوش وہ آتشین خو

ہوا ابر و سبزہ مین جشک ہو گل کے
کرین ساز ہم برگ عیش لب جو

بہار آئی گل پھول سر جوڑے نکلے
رہین باغین کاش اس رنگ ہم تو

رہے آبرو میر تو ہی غنیمت
کہ غارت مین دل کی ہر ایمائے ابرو

لکھی ہی کچھ تو کج کر چشم و ابرو
برات عاشقان بر شاخ آہو

گیا وہ ساتھ سوتے لیکے کروٹ
لگا بستر سے پھر اپنا نہ پہلو

ردیف ہای

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہی عشق کا | جو خستہ جان پارہ جگر سو داغ دل ہے کھائے وہ

مشکل عجائب امیر ہی دیدار جوئی یار کی
دیکھے کوئی کیا اُسکو جو آنکھیں لڑی شرمائے وہ

اب دل خرابیں ہتا ہی جلوہ رکن کے ساتھ | جاتا ہی تھا ہمیں بھی بہار چمن کے ساتھ
اب تک خراب شہر ہیں اسکے پھرا کرین | اب جاوے یان سے کوئی غریب الوطن کے ساتھ
ہم باغ سے خرابیں گئے پر بنرار حیف | جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ
لکنت سے کیا نکلتی نہیں اسکے منہ سے بات | چپکا ہی صرف یار کے شیرین سخن کے ساتھ
جی خواب گہ لیگئے حسرت ہی ہین ندان | اک شب ملئی سو ہم کسو گل پیرہن کے ساتھ
جی پھٹ گیا ہی رشک سے چسپان لباس کے | کیا تنگ جامہ لپٹا ہی اسکے بدن کے ساتھ

کیا جانیں لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اس سے ہوگئی دو دو بچن کے ساتھ

مرتے ہین ہم تو اس صنم خود نما کے ساتھ | جیتے ہیں وی ہی لوگ جو تھے کچھ خدا کے ساتھ
دیکھیں تو کار بستہ کی کبتک کھلے گرہ | دل بستگی ہی یار کی بند قبا کے ساتھ
ایکاش فصل گل ہین گئی ہوتی اپنی جان | مل جاتی یہ ہوا کوئی دن اس ہوا کے ساتھ
مدت ہوگئی گئے ہوئے ہمکو پر اب تلک | اڑتی پھری ہی خاک ہماری صبا کے ساتھ

## ردیف یای

ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی ٹھہرے اپنا
اقرار ہی ہمیشہ انکار ہی ہمیشہ

آمادہ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہی
جی مفت دینے کو وہ تیار ہی ہمیشہ

دل ہی میری بغل میں صد پارہ
اور ہر پارہ اُسکا آوارہ

عرق شرم روسے دلبر کے
رفتہ ثابت گذشتہ سیپارہ

خواری عشق اپنی غربت ہی
کی ہی ہوار سپہنے ہموارہ

کام اس سے پکڑ کمر نہ لیا
ہیچ کارہ بھی ہی وہ ناکارہ

ٹوٹتے پھوٹتین نہ کاش آنکھین
کرتے ان رخنون سے ہی نظارہ

گو مسیحا فراج آوے طبیب
عشق مین مرگ بن نہین چارہ

کیا نہی اُس سے میر مین مسکین
وہ جفا پیشہ کو ستم کارہ

مکتوب دیر پہونچا ہر دو طرف سادہ
کیا شوخ طبع ہی وہ پرکار سادہ

جب میکدے گئے ہین پابوس ہی کیا ہی
ہی مغبچہ ہمارا گو یا کہ پیر زادہ

سائے مین تاک کے ہم خوش بیٹھے ہین اب اپنا
اس سلسلے مین بیعت کرنے کا ہی ارادہ

دل اسقدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اپنا
چھاتی لگا جو رہتا وہ سینہ کشادہ

اس پریشان کو نشانہ کر — یار نے جمع اگلنی کی ہی
کر دیا خاک آسمان نے ہمین — یہ بھی ہمت اسی دنی کی ہی
تکیہ ویران فقیر کا بھی ہو — یان خرابی بہت غنی کی ہی

قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے میر رہزنی کی ہی

مین ہون تو ہی درمیان شمشیر ہی — سفاک دم مین مری اب کیا دیر ہی
خضر دشت عشق مین مت جا کہ وان — ہر قدم مجذوم خوف شیر ہی
راہ تک آکر ہوئے ہین جان بلب — پردہ ہی ابتک بھی یان دیر ہی
جو گرسنہ دل تھا اس دیدار کا — اپنے جینے ہی سے وہ اب سیر ہی
کچھ نہین جان انکی پیش نار مو — گھر مین شمعی رنگونکے اندھیر ہی
پاک ہی ہوتی رہے کشتی خلق — ہر زبردست اس جوان کا زیر ہی
طائرون نے گل فشان کی میری گور — سامنے پھولون کا گویا ڈھیر ہی
آشنا ڈوبی بہت اس ورطہ مین — گرچہ جامہ یار کا کم گیر ہی

آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہین
میر دریا کا سا اسکا پھیر ہی

اب صبر میسر ہو نہین سکتا فراق مین
یک عمر جا و دل کی فریبندگی ہوئی

یار نے ہمسے بے ادائی کی
وصل کی رات مین لڑائی کی

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
اب توقع نہین رہائی کی

کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی
مین دوا کی بہت شفائی کی

طرفہ رفتار کے مین رفتہ سب
دھوم ہے اسکی رہگرائی کی

حدۂ یار سے طرف ہوکر
برق نے اپنی جگ ہنسائی کی

کچھ طراوت تھی ان آنکھون مین
دیکھ کر کیا یہ آشنائی کی

وصل کے دن کو کار جان کھنچا
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

منھ لگایا نہ دختر رز کو
مین جوانی مین پارسائی کی

جور اس سنگدل کے سب نہ کھنچے
عمر نے سخت بیوفائی کی

کوہکن کیا پہاڑ توڑے گا
عشق نے زور آزمائی کی

چیلے اسکی گلی مین پھرتے ہے
دیر وان ہم نے بینوائی کی

اک نگہ مین ہزار دل مارے
ساحری کی کہ دلربائی کی

نسبت اس آستان سے کچھ نہ ہوئی
برسون تک ہمنے جبہ سائی کی

جس آنکھ سے دیا تھا اُن نے فریب دل کو
اُس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہین ہے

جب دیکھو آئینے کو تب روبرو ہو اسکے
بے چشم دردہ اُس سے کچھ شرم و حیا نہین ہے

مین برگ بند اگرچہ زیر شجر رہا ہون
نشو نما سے لیکن برگ و نوا نہین ہے

شیرین نمک لبون مین اسکی نہین حلاوت
اس تلخ زندگی مین اب کچھ مزا نہین ہے

اعضا گداز ہوکر سب بہگئے ہین میرے
پنجر نہین اسکی جیبہ مین اب کچھ رہا نہین ہے

اس سہل نجات عشقی ہنس کیون نہ دون پیارے
کیا جانو تم کسو سے دل ٹک لگا نہین ہے

دل خون جگر کے ٹکڑے جب میر دیکھتا ہون
ابتک زبان سے اپنی مین کچھ کہا نہین ہے

لاکھون فلک کی آنکھین مندبند گئین ادھر سے
نکلی نہ ناامیدی کیونکر دری نظر سے

برسے ہے عشق یان تو دیوار اور در سے
روتا گیا ہے ہر ایک جون ابر میر سگھر سے

جو لوگ چلتے پھرتے یان چھوڑ کر گئے تھے
دیکھا نہ ابکی انکو آئے جو ہم سفر سے

قاصد کسو نے مارا خط راہ مین سے پایا
جب سے سنا ہے ہمنے وحشت ہے اس خبر سے

سو بار ہم تو تم بن گھر چھوڑ چھوڑ نکلے
تم ایکبار یان تک آئے نہ اپنے گھر سے

چھاتی کے جلنے کی شاید کہ آگ سلگے
اُٹھنے لگا دھوان اب میر دل جگر سے

نکلا سو سطلا ہے نومید ہی چلا ہے
اپنا نہال خواہش برگ و گل و ثمر سے

یارب نسیم لطف سے تیرے کہیں کھلے
دل اس چمن مین غنچہ نسا کبتک ہا کرے

مین نے کہا کہ آتش غم مین جلے ہے دل
وہ سرو مہر گرم ہو بولا جلا کرے

رکنے سے میرے اتنکے سارا جہان کا
آئے نسیم صبح کو اک دم ہوا کرے

برسون کیا کرے مری تربت کو گلفشان
مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

عارف ہی میر اُس سے ملا بیشتر کرو
شاید کہ وقت خاص مین تمکو دعا کرے

مدت سے تو دلونکی ملاقات بھی گئی
ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

کتنے دنون مین آئی تھی اُسکی شب وصال
باہم رہی لڑائی سو وہ رات بھی گئی

کچھ کہتے آکے ہمتو سنا کرتے دی خموش
اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بھی گئی

نکلے جو تھے تو بنت عنب عاصمہ ہی تھی
اب تو خراب ہوکے خرابات بھی گئی

عامہ جانماز گئے پیلکے سب مغبچے
واعظ کی اب لباس کرامات بھی گئی

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

گل نے بہت کہا کہ چمن سے نجائیے
گلگشت کو جو آئیے آنکھون پہ آئیے

مین بیدماغ کرکے تغافل چلا گیا
وہ دل کہان کہ ناز کسو کے اٹھائیے

کڑھا کرین مین ہو آہ و بکا ہمارے دلمین جہان بنا ہی
غم جدائی جہان جا بجا ہمارے دلمین جہان بنا ہی

نہین چمن دیکھا ہی ہمنے اسکو ہوا ہی نقصان جان اپنا
ادھر ندیکھے ہی وہ کبھو تو نگہ کا اسکی مگر زیان ہی

بجا بھی ہی جو نہ ہووے مائل نگار سیر چمن کا ہرگز
گلو نہین ہمدم ہو کوئی اسکا سو کسکا ایسا نصیب دوران ہی

کسی ہی رنج و غم و الم سے دماغ کسکو اٹھانے کا اب
مصیبت اسکی زمانے میں تو ہمارا دیرینہ مان ہی

نہین ہی اب میسر پیر آتا جو ذکر حق سے تو منھ چھپاوے
یگاہ نعرہ زنی کیا کرا ابھی تو نام خدا جوان ہی

سر راہ چند انتظاری رہے
بھلا کب تلک بیقرار رہے

رہا ہی کبھی آنسو پلکون پہ سب
کہان تک ستارہ شماری رہے

کہا بوسہ دیکر سفر جب چلا
کہ میری بھی یہ یادگاری رہے

کہین خشک ہو چشمہ چشم بھی
لہو منھ پہ تا چند جاری رہے

بس اب رہ چلی جان غمناک بھی
جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے

تسلی نہو دل اگر یار سے
ہمین سا لہا ہمکنار حق رہے

تری ہی دعا گو سنا خوب ہی
فقیرونکی گز گوش زاری رہے

شب وصل تھی یا شب تیغ تھی
کہ لڑتے ہی وہ رات ساری رہے

کرین خوب ہمسائے کیونکر کہ یان
بلا شور و فریاد و زاری رہے

۴۵۵

پیام اُس گل کو پہونچا پھر نہ آسکے — نہ خوش آئی میان گیری صبا کی
سبب حیرت کا ہی اسکا توقف — سبکپا دان یہ ابتک کیا کیا کی
جفائیں سہے گا کہتے تھے اکثر — ہماری عمر نے پھر گر وفا کی
جوان ہونے کی اسکی آرزو تھی — سو اب باری ہمیں سے یہ جفا کی
گیا تھا رات دروازے پر اسکے — فقیرانہ دعا کر جو صدا کی
لگا کہنے کہ یہ تو ہمنشینان — صدا ہی دل خراش اس ہی گدا کی
ملا اب تو نہ وہ ملنا تھا اُسکا — نہ ہے دیر آنکھ اُسکی ملا کی

ق

رہا تھا دیکھ پہلے جو نگہ کر
ہمارے میر دلمیں اُن نے جا کی

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے — جی مین ہی کہون حال غریبانہ کہینگے
سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ — اب لوگ ہمیں عشق مین کیا کیا نہ کہینگے
دیکھے سو کہے کوئی نہیں جرم کسھو کا — کہتے ہین بجا لوگ کبھی بیجا نہ کہینگے
ہون در بدر و خاک بسر چاک گریبان — اس طور سے کیونکر مجھے رسوا نہ کہینگے
ویرانے کو مدت کی کوئی کیا کرے تعمیر — اُجڑی ہوئی آبادی کو ویرانہ کہینگے
مین رو یا کر رہا کرتا ہون تراحجے در دیش — پس بعد مرے تکیے کو غمخانہ کہینگے

نہووے ہم نظیری سے یوں تو | شعر کے فن میں بے نظیر ہوئے

بات کا ہم سے آنکو کب ہی دماغ
میر درویشی میں امیر ہوئے

آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے | کرنا سلوک خوب ہے اہل نیاز سے
پھرتے ہو کیا درختوں کے سائے میں دور دور | کر لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے
ہجراں میں اسکی زندگی کرنا بھلا نہ تھا | کوتاہی یہ نہووے یہ عمر دراز سے
مانند سبحہ عقدے نہ دلکے کبھو کھلے | جی اپنا کیونکہ اچٹے نہ روزے نماز سے
کرتا ہے چھید چھید ہمارا جگر تمام | وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے
دلبر ہوا ختیار تو ہرگز نہ کریے عشق | پرہیز کریے اس مرض جانگداز سے
آگے بچھا کے نطع کو لاتے تھے تیغ و طشت | کرتے تھے خون یعنے تو اک امتیاز سے
مانع ہوں کیونکہ گریۂ خونیں کے عشق میں | ہے ربط خاص چشم کو افشاے راز سے

شاید شراب خانے میں شب کو رہے تھے میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

رشک شمشیر ابرو کا خم ہے | تیر نشتر سے کیا ملک کم ہے
غم کروں شاد زندگی کر مجھے | دل کے خون ہونیکا بہت غم ہے

۴۵۷

گیا زمانہ تھا وہ جو گذرا میر
ہمدگر لوگ چاہ کرتے تھے

| | |
|---|---|
| دے سیہ ہوئی و گرفتاری | وزد غمزہ نکی وسیی عیاری |
| ابکی دل انسے بچ گیا تو گیا | چور جاتی رہی کہ اندھیاری |
| اچھا ہونا نہین مرض عشق | ساتھ چلے ہی دل کی بیماری |
| کیون نہ ابر بہار پہ ہو رنگ | برسون دیکھی ہی میری خونباری |
| شور و فریاد و زاری شب سے | شہریونکی ہی مجھسے بیزاری |
| چلے جاتے ہین رات آنسو | دیدۂ ترکی خبر ہی جاری |
| مر رہین اسمین یا رہین جیسے | شیوہ اپنا تو ہی وفاداری |
| کیونکہ راہ فنا مین بیٹھے گا | جرم بیحد سے ہی گران بھاری |
| وا انسے ختم خطاب ناز و عتاب | یا ان سے اخلاص دوستی یاری |

میر چلنے سے کیون ہو غافل تم
سب کی یہان ہو رہی ہی تیاری

| | |
|---|---|
| جمع افگنی سے ان نے ترکش کیے ہین خالی | کس مرتبے مین ہوگئی سینونکی خستہ حالی |
| دلگیر کیونکہ ہوگئے اس سفلہ خو سے صحبت | دیوانگی یہ آئی وہ اتنا لاأوبالی |

۴۵۸

فخر سے ہمتو کلہ اپنے فلک پر پھینکیں
مغبچے لیگئے سجادہ وعمامہ اچک

دھجیاں جامہ کی کردونگا جنونمیں انکی
خاک کا پتلا ہی آدم جو کوئی اچھی کہے

بات واعظ کی موثر ہو لوگوں میں کیونکر
سکے سنگ سے جو ملاقات مساوات ہے

شیخ کے میکدے میں کیونکہ کرامات ہے
گر گریبان دریکا کام مرے ہاتھ ہے

عالم خاک میں سو تیرہ وہ بات ہے
دن کو طاعات ہے شب کو مناجات ہے

تنگ ہوں میر جی بیطاقتی دل سے بہت
کیونکہ یہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات ہے

کیا عشق بے محابا ستھراو کر رہا ہی
میدان نبرد کہونکے کشتوں سے بھر رہا ہی

غیرت سے دلبری کی ڈر چاندنی نہ دیکھے
مہتابی ہی رخ اسکا پیش نظر رہا ہی

خونریز ناتواں میں اتنا نہ کوئی بولا
کیا مارتا ہی اسکو یہ آپہی مر رہا ہی

یا نیر کب کرے ہی افسردہ خستہ اتنا
تو بھی جدا کسو سے ای گل نگر رہا ہی

خجلت سے آج کل کیا ان نے کنارا
دریا ہمیشہ میری کریئے سے تر رہا ہی

میں اک نگاہ گاہے خوشرو کوئی نہ دیکھا
الفت ہی ہی جس سے آہی کا ڈر رہا ہی

رہتا نہیں ہی رکھے تھمتا نہیں تھمائے
دل اب تڑپ تڑپ کر اب ظلم کر رہا ہی

یہ کاروان سراتو ہیے کی گونج نکلے
ہر صبح یا نسے ہمکو عزم سفر رہا ہی

۴۵۹

گیسو و رخسار یار آنکھون ہی مین پھرتے ہین
میر یہ لیل و نہار دیکھئے کب تک رہے

فلک کرنے کے قابل آسمان ہے — کہ یہ پیرانہ سر جاہل جوان ہے
گئے ان قافلون سے بھی اُٹھی گرد — ہماری خاک کیا جانین کہان ہے
بہت نامہربان رہتا ہے یعنے — ہمارے حال پر کچھ مہربان ہے
ہمین جس جا پہ کل غش آگیا تھا — وہین شاید کہ اُسکا آستان ہے
مژہ ہر اک ہے اسکے تیز ناوک — خمیدہ بھون جو ہے زورین کمان ہے
اسے جبتک ہے تیر اندازی کا شوق — زبونی پر مری خاطر نشان ہے
چلی جاتی ہے دھڑکون ہی مین جان بھی — یہین سے کہتے ہین جان کو روان ہے
اسی کا دم بھرا کرتے رہینگے — بدن مین اپنے جبتک نیم جان ہے

بڑا ہے پھول گھر مین کاہیکو میر
چمک ہے گل کی برق آشیان ہے

ہم رہین بادہ جامہ احرام کر چکے — مستی کے دیر مین قسم اقسام کر چکے
جامہ ہی وجہ مے مین ہمارا نہین گیا — دستار و رخت سب گرو جام کر چکے
زنار پہنا سبحہ کے رشتے کے تار توڑ — ترک نماز و روزہ و اسلام کر چکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فردیات

| | | | |
|---|---|---|---|
| کیا کہیے عشق حسن کی آپہی طرف ہوا | ولہ | دل نام قطرہ خون یہ ناحق تلف ہوا | ولہ |
| مے گلگون کے بوسے بسکہ مینخانہ جھلتا تھا | ولہ | لب ساغر پہ منھ رکھ کر شیشہ ہلکتا تھا | ولہ |
| جب کہ تابوت مرا جائے شہادت سے اٹھا | ولہ | شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا | ولہ |
| گرچہ امید اسیری پہ یہ نا شاد آیا | ولہ | دام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا | ولہ |
| یکبارہ جیب کا بھی پھٹا میں نہیں سیا | ولہ | وحشت میں جو سیا سو کہیں کا کہیں سیا | ولہ |

خاک سے میر کیون نہ یکسان ہو | ولہ | مجھپہ تو آسمان ٹوٹا ہی
سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہی | ولہ | بتان دلون مین تمہارے خدا کا ڈر بھی ہی
ترے فراق مین کچھ کھا کے سو رہونگا مین | ولہ | تو کس خیال مین ہی تجھکو کچھ خبر بھی ہی
ہنس سے ہم دیکھتے ہی کہ کیا خوب آدمی ہی | ولہ | معشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہی
انسان ہو جو کچھ ہی ادراک سے سوا لاک | ولہ | نادان زمین زمان سے مطلوب آدمی ہی
ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے | ولہ | جی مین ہی کبھو حال غریبانہ کہینگے

موقوف غم میر کہ شب ہو چکے ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہینگے

وصل کی جبسے گئی ہی چھوڑ دلداری مجھے | ولہ | ہجر کی کرنی پڑی ہی نازبرداری مجھے

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر
خوش نہین آتی نصیحت گو کی غمخواری مجھے

حیران اُس جھبوکے کی سب دو رو غش ہو گئے | ولہ | شمع و چراغ بزم مین خاموش ہو گئے
عمر گذری کہ ترے کوچے آنسے گئے | ولہ | دور سے ایک نظر دیکھتے جانسے گئے
کیون گردن ہلال بھی سے ڈھلک چلے | | ابرو تو اکطرف پلک اُسکی نہین ہلے
ہمت دے باد تند کو ایسی کہ بعد مرگ | | مشتِ غبار میر کخفیف ہو سکے یا علی

پیر کنعان سے گیا کب درد عشق | گو شفا ہوا آنکھ پھوٹی پیر گئی
والبستہ دلبرونکی خاموش ہین ہمیشہ | ان ساحرون نے اپنے منہ عاشقونکے باندھے
سنتے گا فغان مری کبھی پر تو | مین ترے کان کھول رکھتا ہون
آرے آرے وہ ہو وہ ہے | پر نہ منہ دیکھنے کی سی مین نے کہی
بخت دشمن بلند تھے ورنہ | کوہکن نے بھی سر کو پھوڑا تھا
جو ترے لب سے کار رکھتے ہین | مے کو وے نام رکھتے ہین
دل تاب تک بھی لاتا تو کہتے ہین کیا گیا | اس تشنہ کام نے تو پانی بھی پھر نہ مانگا
لائق نہین ہمارے گھر کا تخت شہ نگاہان | تجھ رحم دلکو میرے کا شو نہین گھسیٹو
غم مین دل صبر و ہوش اے پیارے | ہاتھ کانون مین رکھ گئے سارے
لٹ گئی اسکو دیکھ گل کی فصل | سارے گلبن تھے تو کہے بے اصل
کر نظر اک ورستے مجھ داغ مین | آنکھین نیچی کر گیا گل باغ مین
ان نے دیکھا جو اٹھ کے سوتے سے | اڑ گئے آئینے کے توتے سے
کیسہ پر زر ہو تو جفا جویان | تم سے کتنے ہمارے جیب مین ہین

دیکھتا ہون تو کام میر اسیر
اول عشق ہی مین آخر ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## رباعیات

دامن عزلت کا اب لیا ہی مین نے
دل مرگ سے آشنا کیا ہی مین نے
تھا چشمۂ آب زندگانی نزدیک
پر خاک سے اسکو بھر دیا ہی مین نے

## رباعی

اے تازہ نہال عاشق یا مارے
یہ تونے طرح ناز کی کیسے ڈالے
سب تجھسے جہان بھرا ہی لٹکے اوپر
دیکھین ہین جا ہر گی تیری خالے

ولہ

افسوس ہی عمر ہم نے یونہین کھوئی
دل جسکو دیا اُن نے نہ کی دلجوئی
جھنجھلا کے گلا چھری سے کاٹا آخر
جھل ایسی بھی عشق مین کرے ہی کوئی

ولہ

طاعت مین جوان ہوتے تو کرتے تقصیر
وہ سر مین نشہ نہین ہوئے ہین اب پیر
ابکی روزہ دن مین یون سنا ہی ہمنے
میخانے مین بیٹھے معتکف ہو کر میر

| | | |
|---|---|---|
| آزار بہت کھینچے ہین اس بن دل نے | | ہجران ہی شاید کہ وصال اپنا ہی |
| دل جان جگر آہ جلا دے کیا کیا | ولہ | درد و غم و آزار کھنچا دے کیا کیا |
| ان آنکھون نے کی ہی ترک مردم داری | | دیکھین تو ہمین عشق دکھاے کیا کیا |
| چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے | ولہ | کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے |
| آخر کو رکے رہتے خیون ہوتا ہی | | ای میر کوئی بات کیا کر ہم سے |
| کیا کہیے ادا یتون سے کیا ہوتی ہی | ولہ | جو دل زدگان پر یہ جفا ہوتی ہی |
| یہ کیا کہ سجود مین نہ دیکھا بگڑے | | اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہی |
| اب وقت عزیز کو تو یون کھوؤ گے | ولہ | یہ سوچ کے غفلت کے تئین روؤ گے |

کیا خواب گران یہ سیل روز و شب ہی
جاگو ٹک میر پھر بہت سوؤ گے

| | | |
|---|---|---|
| پرپیچ بہت ہی شکن زلف سیاہ | ولہ | وارفتہ نہ رہ اسکا دلا بیگہ وگاہ |
| دیوانگی کرنے کی جگہ بھی ٹک دیکھ | | جا ملتے ہی یہ کوچۂ زنجیر مین راہ |
| جانان نے ہمین کھو نچانا افسوس | ولہ | جو ہمنے کہا سو وہ نہ مانا افسوس |
| تب آنے مین دیر کی قیامت اب سو | | آیا نزدیک جی کا جانا افسوس |
| ہر لحظہ رلاتا ہی کڑھاتا ہی مجھے | ولہ | ہر آن ستاتا ہی کھپاتا ہی مجھے |

ہر چند کہ اے مہ اب تمامی ہو گی
بندے ہین ترے کیونکہ کرین سرتابی

ولہ

پر ہم جو گلہ کرین تو خامی ہو گی
خدمت تری ہمین غلامی ہو گی

زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا
آنکھون کی بصارت مین تفاوت آیا

ولہ

جاے دندان کو ہمنے خالی پایا
پیری نے عجب سمان ہمین دکھلایا

اوقات جوانی کے گئے عشرت مین
پیری مین بجز افسوس کیا کیا جانے

ولہ

ایام لڑکپن کے گئے غفلت مین
یکبارہ کمی ہو آگئی طاقت مین

ولہ

تا چند تلطف میر حیا سے ہوگا
شایستہ صد ستم جفا سے ہوگا

کر ترک ملاقات بتان کعبے چل

ولہ

اسنے ہوگا ثواب خدا سے ہوگا

وہ عہد گیا کہ جور اسکے سہیے
جب جی ہی چلا تو صرفہ کیا ہو

ولہ

وہ بات نہین رہی کہ چپکے رہیے
بیصرفہ جو کچھ کہ منہ مین آئے کہیے

حسن ظاہر بھی ہو ہمارا دلخواہ
باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھ

ولہ

محو صورت بھی ہو ہین معنی آگاہ
کیا کیا ہین رنگ یہان بھی ماشاءاللہ

جسوقت شروع یہ حکایت ہو گی
احوال وفا کا اپنے ہرگز مجھسے

ولہ

رنجیدگی یکدگر نہایت ہو گی
مت پوچھ کہ کتنے مین شکایت ہو گی

۴۷۱

ولہ

پھر عشق مین پانون دھرتا ہیگا
جی اور منغص اپنا کرتا ہیگا

سب ملکے چلو بلا سے سمجھاوین — افسوس کہ وہ جوان مرتا ہیگا

ولہ

دل تجھپہ چلے نہ کیونکر میرا بیتاب — یان تجکو توقع ہو کہ لاتا ہی جواب
وان ان نے شراب پی کے مستی مین میر
کر کھائے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب

ولہ

کہتا ہی یہ ایسی آنکھون دیکھینگے فقیر — نیشن نہین رکھتے کیا جوان ہون کیا پیر
آندھی ہین جہان کے لوگ سارے ای میر
سوجھے نہ جسے اسے یہ کہتے ہین بصیر

ولہ

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اوسکا — معراج ہی کمترین پایا اوسکا

ولہ

سایہ اوسکے نہ تھا یہ باعث ہیگا — کل حشر کو سب پہ ہوگا سایا اوسکا
چپکے رہنا نہ میر دل مین ٹھانون
بولو چالو کہا ہمارا مانون

اک حرف نہ کہسکوگے وقت رفتن — چلنے کو زبان کے غنیمت جانون

ولہ

کی حسن نے تجھسے بیوفائی آخر — خوبی نہ رہی نہ میرزائی آخر

رباعی ازغزل — ازغزل مربع

ہی علیؑ مدعا علیؑ مقصود — وہی مشہود وہی وہی موجود
ہی علیؑ وہ کہ سارے صاحبدل — لیتے نام اُسکا بھیجتے ہین درود
کیا زمین کیا سپہر کیا مہ و مہر — کی علیؑ کے لیے سبھون نے نمود
جمع رکھ دل علیؑ سبب ہوگا — کیا ہی اسباب اگر ہوئے مفقود
بندگی نکے مقام مین معلوم — ہی یہ صاحب ہمارا تو معبود
مصطفےٰ مرتضےٰ خدا ہی ایک — لیک آگاہ راز ہین معدود
جھک ہی جاتے ہین سُن اسکا نام — یعنے سب اُسکو جانتے ہین مسجود
حشر ہوگا علیؑ کے ساتھ اپنا — کیا ہی وان کا ہمین غم بہبود
عندیہ اپنا اپنا ہی اے شیخ — گوش کر اُسکو تو اچھل یا کود

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

گاہ بیگاہ کر علیؑ خوانی — ہی علی وانی ہی خدا دانی
میر کا اُسکے رہ سر آشفتہ — ہی ولائے علیؑ مسلمانی
فرش راہ علیؑ کر آنکھون کو — یون بچھا تو بساط ایمانی
مور بے زور ہو علیؑ کا تو — کر جہان مین کرے سلیمانی

خاک در ہو شہ ولایت کا
یونہیں ذرہ دست جود اُسکا
صاحب ایسا ہی ہو تو صاحب ہے
ہمسے بندون کی ورنہ کیونکہ نبھے
کچھ محبون کا معتقد مت پوچھ
شان سے کہتے ہین محیط کل
تو موالی علیؑ پرست نصیر

شاہیان لگئے یا نسے فقیر
جیسے برسے ہے کوئی ابر مطیر
گنہ آمرزا ور عذر پذیر
دمبدم جس سے ہوتی ہے تقصیر
ہے علی ہی ہو العلی کبیر
قدر سے قادر و خداے قدیر
چاہے سو ہمکو کہہ لے اب ہے امیر

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

## مخمس در منقبت

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ
یاور علیؑ محمدؐ علیؑ آشنا علیؑ
مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا علیؑ
جو کچھ کہو سو اپنی تو ہا مرتضی علیؑ

نور یقین علیؑ سے ہمین اقتباس ہے
یوم التناد مین بھی علیؑ ہی کی آس ہے
ایمان کے علی کے دلا پر اساس ہے
بیگاہ و گاہ نادعلی اپنے پاس ہے

خواہش مدد کی غیر سے ہی یہ خیال خام
کرتا ہی کب قبول اُسے عاقل تمام
کافی ہی دو جہا نمین مولے میرے نام
لاریب اُسپہ آتش دوزخ ہوئی حرام

اکبار بھی زبان سے جس نے کہا علی

ٹہرا قدم ثبات دل جملگی ادب
صورت پکڑ کے سامنے آیا تھا لطف رب
ظاہر ہو سکے ظہور جنا نمین عجیب عجب
محراب مین نہ گرم بکا تھا کدام شب

ہنستا رہا نہ کونسے روز غزا علی

عنتر کو نار خشم نے اُسکی جلا دیا
اژدر کو چیر ایک ہی دم مین کھپا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکھا دیا
ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا

تھا جانشین ختم رسُل کا بجا علی

گو چشم دل کھلے نہ کسی روسیاہ کی
اُس تک مجال کب ہی کسو کی نگاہ کی
اللہ ری بلندی تری قدر و جاہ کی
مر مر کے جبرئیل نے دربان سے راہ کی

شاہا ملک سپاہ جہان صفا علی

دشمن کو آگہی ہی کمان کھینچنے کمان
قدرت سہی اُسکی قدرت حق ہوئی ہی عیان
زور آوری مزاج مین آوے تو الامان
کچھ بھی نہین ہی پھر یہ جو کچھ ہو درمیان

بہت ہی گرچہ ہنگامہ دلے زین عبا بس ہی

دلا باقر کی فرمن عین ہی حیدر پرستی مین — جبا کر نام کو اسکے تو ہشیاری دستی مین

غرض رہ محو اسکا دشت مین ہو تو کہ بستی مین — عجب ہی نونہال اسکا یہ اراس بالا ہستی مین

کرم اسکا پئے ہر شخص بے برگ و نوا بس ہی

محبت چاہیے صادق جناب پاک جعفر مین — اسی کا شوق دل مین ہو اسیکا شور سر مین

وہی ہان بھی ہی تشنہ تھا جو کچھ ساقی کوثر مین — عنایت کی اسی سے چشم رکھو آشوب محشر مین

بلا صد رنگ ہوئے کیون نہ ایک اسکی ولا بس ہی

رکھے کاظم کو جو سر پر غم و غصے سے کیا اسکو — نہ دیکھے یہ امام دین بلا مین مبتلا اسکو

بیک چشمک زدن حاصل ہوا ایسا مرتبہ اسکو — کہ رکھے کفش جسکے سر پہ دیکھو بادشا اسکو

توجہ گو نہ موے پئے ہر مدعا بس ہی

جسے اس مجلس کرایان دین بہرہ ہو ایمان سے — اسے اک بندگی خاص ہی شاہ خراسان سے

نگہ سان چشم سے آتی ہی خلق ایران و توران سے — گذر جانے مین اسکے نام پہ حقبس جان سے

جو سودا اس سے بن جائے تو راضی رضا بس ہی

جو وہ دن ہو کہ نکلے آفتاب اس غرچشم سے — مو کل درمیان لاوین بحکم جنت جہنم سے

کرین پرسش بد و نیک عمل کی خلق عالم سے — مخاطب ہم کسو سے ہون یا رب کوئی ہم سے

یکتا ہی عرصۂ دو جہان مرتضے علی

ہرچند کام ایسی جگہ کیا کرے سمجھ
اس راز کو سمجھ جو سکے تو ارے سمجھ
یعنے نہ ذات پاک سے آشنا در سمجھ
عقل نخست سے بھی اسے کچھ پرے سمجھ

ہی آنسوئے خیال و گمان مرتضے علی

موجود اسکے ہونے سے روشن جہان ہوا
اس پردے مین جو تھا پس پردہ عیان ہوا
فرمان شاہ بحر و بر اُسپر روان ہوا
پیر زمانہ دیدۂ عالم جوان ہوا

چشم و چراغ کون و مکان مرتضی علی

شخصیت ایسی کسکی تھی کسکو تھا یہ شرف
اسقدر ساتھ کون بغیر از شہ نجف
اللہ رے زور کوئی نہ اسکا ہوا طرف
دریاے موج خیز تھا اسکے کرم کا کف

ابن عم رسول زمان مرتضے علی

ہرچند ہو یہ عرصہ ہمیشہ سے پر غبار
یاران رفتہ کی بھی تردد ہین یادگار
لیکن کہان یہ حرب کہان ایسے مرد کار
نکلے نہ ویسی تیغ کہ جیسی تھی ذوالفقار

دیکھا نہ تھا وہ جیسا جوان مرتضی علی

پامال راہ اسکے ہین سرہاے پر غرور
نزدیک اہل عقل کے رتبہ ہی اسکا دور
شایستۂ سجود سمجھتے ہین ذی شعور
ہی جملہ تن منزہ و سرتا قدم ہی نور

| | |
|---|---|
| اس زمانہ میں آہ کچھ ہی عظیم | ہی مری جان پہ عذاب الیم |
| ہے مستحق کرم ہوں میں تو کریم | ملتفت ہو بہت ہی حال سقیم |

میرے ہر درد کی دوا ہے تو

| | |
|---|---|
| فرصتِ وقت جوں حباب ہی کم | حال مانند موج ہی درہم |
| ڈوب جاتا ہی جی مرا ہر دم | جوش زن گو کہ ہو محیطِ غم |

غم نہیں کچھ جو آشنا ہی تو

| | |
|---|---|
| تجھ سے ظاہر ہوئے چھپے سب بھید | جلوہ تیرے ظہور کا جاوید |
| ذرّے ذرّے کو تجھ سے ہی امید | دن ہی طالع ہوا جہان خورشید |

سب پہ روشن ہی کیا چھپا ہی تو

| | |
|---|---|
| میر کو کب تلک یہ رنج و غم | اس بھی اندوہگیں کو کر خرم |
| منبسط ہی ترا سحاب کرم | یعنی سایے میں ہی ترے عالم |

سارے عالم میں چھپ رہا ہی تو

## مخمس در منقبت

| | |
|---|---|
| ہی حقیقت سے تو اگر آگہ | یاد میں روز و شب علی کی رہ |
| کعبہ اسکا ہی در ہوا ے ابلہ | میر مولے کی ذات پاک ہی وہ |

| | |
|---|---|
| ہے وہ امید گاہ خلق خدا | روز محشر اُسی سے سبکو رجا |
| وہ مروت شعار و جملہ حیا | بحر ذخار جود و کان عطا |

اُس سے نفع گدا تمتع شہ

| | |
|---|---|
| مرتبہ کچھ نہ پوچھو اس گھر کا | بندگی یاں کی فخر قیصر کا |
| شاہ چین پیش دست قنبر کا | آسمان ہے گدا اسی در کا |

دیکھتے ہین ادھر ہی مہر و مہ

| | |
|---|---|
| اُسکی ہمت اسی کو بن آوے | دولت اُسکی جہانسے سب کھاوے |
| بار اس در پہ جو گدا پاوے | ایک آواز کرکے لیجاوے |

مال و اسباب و ملک و تاج و کلہ

| | |
|---|---|
| میر عازم ہوئے ہو کدھر کے | جو تلاشی ہو یار و یاور کے |
| رہگرا دوستی حیدر کے | نہین محتاج ہوتے رہبر کے |

ہے اسی راہ مین خدا ہمراہ

## مخمس در منقبت

| | |
|---|---|
| قدر کو میری بہت ہے برتری | کب مری خورشید سے ہو ہمسری |
| حکم بزرگے ہے یان شیرتری | گر مخالف سوچ کر ٹک از دری |

| | |
|---|---|
| اے مخالف بحث مت کرنا بکار | بات ایسی سے ہی مجکو ننگ و عار |
| بس کہا اس آستان کا ہون غبار | کیا کہا تجھ سے کر دن مین بار بار |
| حیدری ہون حیدری ہون حیدری | |
| شیخ کو نسبت نہین تجرید سے | ہی یہ خر جکڑا ہوا تقلید سے |
| بے عقائد ہوتے ہین تائید سے | گو کہا ان نے مری تقلید سے |
| حیدری ہون حیدری ہون حیدری | |
| اس عقیدے ہی پہ اپنے مین رہون | گو خوارج کے ستم اسمین سہون |
| بے ولا حیدر کے ہونئین تو نہون | لب ہین جبتک بس یہی تب تک کہون |
| حیدری ہون حیدری ہون حیدری | |
| اب ہوا پیری سے ٹک مین مضمحل | ورنہ تھا یہ شور تا چین و چگل |
| شوق میرا کچھ نہ تھا بے صدق دل | رات دن رہتا تھا کہتا متصل |
| حیدری ہون حیدری ہون حیدری | |
| اے مرے سرمایۂ ہر دو جہان | عشق تیرا ہی مرے ہمراہ جان |
| ہوا گر تن پر مرے ہر موزبان | بیگمان سرزد ہوے یہی ہر زمان |
| حیدری ہون حیدری ہون حیدی | |

جو را نواع دشمنون کے سہ
دوستی مین علی کے بیخود رہ

پر نہ کر یار گفتگو بے تہ
بات یہ ہی گی اور کچھ مت کہہ

یا علی یا علی کہا کر تو

اسم یہ ایک جو مکرم ہی
یہ سب اوراد پر مقدم ہی

سب کے نزدیک اسم اعظم ہی
غرض اے ہمنشین جو آدم ہی

یا علی یا علی کہا کر تو

رہ ولاے علی کا خواہشمند
دب کے ہرگز نہ رکھ زبانکو بند

ہی یہ شیوہ خدا رسول پسند
پست کرنے کو مدعی کے بلند

یا علی یا علی کہا کر تو

بدر آسا علی تمام ہی نور
بھول مت اسکو گر تجھے ہی شعور

ذات پاک اسکی ہی علیم صدور
یاد خاطر رہے ضرور ضرور

یا علی یا علی کہا کر تو

سونپ رکھ اسکو اپنی موت حیات
بس ہی اسکی ولا برائے نجات

رحمت صرف ہی علی کی ذات
باتین یون سو ہین پر یہی ہی بات

یا علی یا علی کہا کر تو

تقصیر ہی بوالہوس کی اور مفت
مارا جاتا ہون درمیان مین

اگسا بھی نہ تیغ کھا کے بارے
فارغ ہوا دیکے امتحان مین

ای طفل کہے گا بعد میرے
مارا کاہے کو یہ جوان مین

ہون مین تو چراغ اخیر شب کا
کوئی دم کا ہون میہمان مین

دلسوزی مری کرے صبا ٹک
ہونے تئین صبح کے کہان مین

رونے ہی کو رونا ہی گا ناصح
پھرتا ہون دیارے خانمان مین

کوئی نہین شہر غم مین میرا
بیچارہ غریب ہون نگایان مین

غم کہہ کے رلاتا ہون مین سبکو
تجھ غم مین ہوا ہون نوحہ خوان مین

پائی نہ وفا کسی مین دیکھا
غربال تمام کر جہان مین

پارے مین یہ سب دیار دیکھا
ہر کوچہ کو بار بار دیکھا

شب ہی عالم مین ہو گئے تھے
اپنے دل کا غبار دیکھا

آنکھین گئین روتے روتے لیکن
تونے نہ ادھر کو یار دیکھا

اب وعدہ نکر زیادہ بس ہم
جانان ترا اعتبار دیکھا

کہتے تھے یہ ہم نہ کر تمنا
اے جان امید وار دیکھا

| | |
|---|---|
| ہو بندہ نواز ظلم مجھ پر | ہم نالہ نہ کر تو مجھکو دے سے |
| گو موسم دے خنک ہو مجھ سے | دل گرمی ہی مجکو زد دمے سے |
| ٹک دیکھ فلک نے نشاہ خوبان | کیا کچھ کیے خاندان کیسے |
| سر بیچے سو عشق مین رکھے پا | واقف نہین دل تو یانکنے ریسے |
| ہاتھو نہین مرے ہین داغ خوبان | کہتے ہین کر اس کنے ہین پیسے |
| کیا تجھ سے کہون معاش اپنی | یارے گذرے ہی جیسے تیسے |

رہتا ہی غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کوچہ ہوا ہون رسوا

| | |
|---|---|
| وہ تشنہ دہن ہون دل جلا ہون | لب جس جسکا نہ ہووے دریا |
| کہتے ہو جسے فلک ہوا ہی | میرے ہی غبار دل سے پیدا |
| کھلتا تو سہی کبھی بلا ہے | دل میرا ہی کاش غنچہ ہوتا |
| اب جان سے جاتا آرہا ہی | موقوف اشارۂ تقاضا |
| ہو جسکی خراب عاقبت بھی | وہ مین ہون کہ چاہتا ہون دنیا |
| مین ہون کہ سرآمد جنون ہون | مجنون کو خلیفہ مین کیا تھا |
| وہ خستہ ہو نہین ہی جسکو کہیے | رونق افزاے کوہ و صحرا |

اِک روز چنانچہ ہول دل سے
لوہو دیا اپنے دوستون نے
ہون اب جو بلا مین مبتلا مین

اندوہ تنک مجھے ہوا تھا
جس جاگہ مرا عرق گرا تھا
بیگا نہ ہی جو کہ آشنا تھا

یہ رنج و بلا و درد و محنت
ای واے حواس و صبر و طاقت

ادھر بھی کبھو تاک ایک چشمک
مت فرصت وقت سے ہو غافل
ہر آن مین اپنی تربیت کر
غیرون کے رہوگے دیر تک تم
کیا تمسے کہین سلوک ہجران
قطرہ تو ہی پر نہ ہاتھ اُٹھاؤ
خالی دل پر کو ہم بھی کرتے
بس میرا ہو تو کرون منادی
گردن ماریں شتابی اسکو

ہم سے بھی ضرور ہی مروت
آخر کو نہ کھینچے تا خجالت
دیتا ہی زمانہ کسکو فرصت
ہمکو تو سویرے کریئے رخصت
دل مین نہ رکھے ہماری حسرت
دریا کو کرے ہی یہ کفایت
افسوس ندی اجل نے فرصت
کوئی نہ کرے کہین محبت
رکھے جو کسی سے میر اُلفت

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار
رنج و محنت کے تئین آرام سے ہی ننگ و عار

وصل خاطر خواہ معلوم تھا میسر تئین ۔ آس و لکو لگ رہی تھی جبتلک تھا مین جدا

گاہ باشد رحم کو بھی رحم فرماوے وہ شوخ ۔ دیکھ مجھ ناکام کو یکدم کرے ترک جفا

ایک ساعت پاس بیٹھے درد دل میرا سنے ۔ کرکے غمخواری کہے یہ تیرے تئین کیا ہو گیا

سو تو یہ سب ہو چکا ہی کا شکے ملتا نہ او ۔ ایسے آجانے کا تیرے کون یان مشتاق تھا

آمدی و حسرت وصل از دلم برداشتے
حسرتی بود از وصال آن ہم بمن نگذاشتے

ہین خرابے آج جتنے کل یہ تھے لوگونکے گھر ۔ مت بنائے خانہ مین منعم رہا کر اسقدر

طاق کسری تو سنا ہوگا کہ کیسا تھا محل ۔ اب کہین اس طاق کا کسری کے پیدا ہی اثر

گھر کا صاحب تو ڈرا یا کرکے یکسان خاک سے ۔ اینٹ یا رین اینٹ سی یہ کچھ ہوا اس گھر او پر

خط باطل سے لکھا ہی صفحہ کون و مکان ۔ کیون و باغ آتنا جلا آتا ہی رہنے ہو تو لکھ

کیسے کیسے خاندانی خاک مین یان مل گئے ۔ جائے عبرت ہی یہ معمورہ جہان کا بیخبر

ہر کجا افتادہ بینے خشت در ویرانۂ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانۂ

کم بہت سننے مین آتا ہی کوئی رنجور ہی ۔ یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہی

روشنی آنکھونکی ہی منظور سارے خلق کو ۔ قوت دل کا جدھر دیکھو تدھر مذکور ہی

تجھے مین دیکھ تماشے کا کیا ٹھہیا ہون
نصیب لطف نہ باقر کا ہو جو چھوٹا ہون

خدا نے دین مین مجھے آنکھین کیا ہیں مرحا ہون
دو چار حشر مین آفت سہی ہو جن ایسا ہون

امام پنجتن اس اپنے پیشوا کی قسم

جو درد مو ہو نظر مین تو صبح و شام کی سون
کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سون

پڑا ہو پانون کہین تو ترے خرام کی سون
جو سات پانچ ہو جسمین چھٹے امام کی سون

غبار رہ ہون ترا اسکے خاکپا کی قسم

کرے ہی لطف جو ٹالتے بحال آتا ہون
ترے ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کہاتا ہون

وگرنہ آپ سے مین لحہ جاتا ہون
گواہ دعوی کا کاظم کو اپنے لاتا ہون

سچ اسکو مان تجھے اسکی ہی ولا کی قسم

جو تجکو خوش نہین پاتی تو جان کھوتے ہین
کبھو ہی آٹھ پہر مین ٹک ایک سوتے ہین

ہلاک ہونے پہ تجھہ ہی پہ راضی ہوتے ہین
ہمیشہ رات کو نکو آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین

امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم

گدائے در ہون تقی کا نقی کا ہون مملوک
طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہون مسلوک

رکھون ہون عسکری کے لطف سے میں سلوک
جہانکے لوگ ہین مفلوک سارے وہ رہین ملوک

قسم جو کھائیے ان چار بادشا کی قسم

٤٨٧

لے جو کچھ اُس سے ایسا ویسا ہو — ورنہ کیا دخل کوئی کیسا ہو
کہتا ہو دون جو پاس پیسا ہو — ہوتے جو دے نہ ایسا تیسا ہو

خلق ناحق ہو میرے جیکا وبال

ایک عمدہ کی ہان ہو اہل کار — فوج کے لوگون کا سب اسپہ دار
سو یہ ٹہرے جو دایسا خوش اقرار — کہے ہر اک کو دینے سو سو بار

پھر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یا مہینون تلک رہے روپوش — یا ملے ہو تو بیحواس و بیہوش
لوگون کرتے پھر دنہ جوش و خروش — یہ کچہری مین بیٹھا ہو خاموش

زرد رو بیحیا ہو گویا لال

جبسے یہ ہو محرر دفتر — تب سے ہنگامہ ہی رہا اکثر
ہووے پر جب جاجو دے کسو کو زر — سو یہ پٹی پڑھا نہین ہو بجر

سب سے اُسکو ہو ایک جنگ و جدال

لات ملی ہو گہ رہیلون سے — دھول جھکڑ ہو گاہ چیلون سے
کم نہین ہو کچہری میلون سے — آتے جاتے ہین لوگ ریلون سے

نکلے ہو تیغ کھڑکے ہو وان ڈھال

| | |
|---|---|
| وہ ہوئی گرم جستجوی یار | یہ کمر باندھ کر گئے دربار |
| سر پہ رکھ بانکی پگڑی کھڑکی دار | آنے دروازہ پر لگی سو بار |
| | پھر ہوئے پیر وہ جوان فی الحال |
| ساتھ لیجائے گھر مین سب کے تئین | کچھ جمعیت نہ زر نجابت کے تئین |
| نہ تو پاتے ہین اسکے ڈھب کے تئین | نہ ہے پاس جو روشب کے تئین |
| | نہ سمجھتے ہین اسکی چال کی چال |
| مری اس کھڑے پہ ہوئی تنخواہ | قصہ کوتاہ بعد چندین ماہ |
| یہ تو مغرور ہے تہ دگمراہ | جانے آدم لگا کہ توبہ گاہ |
| | مفتری کاذب و سفیہ و ضلال |
| رکھنے وعدون ہی مین لگا ہے پیر | سہل سا مجکو بھی سمجھ کے فقیر |
| اسکو جانے ہی بادشاہ و وزیر | یہ نجانا نہین ہے اسکی نظیر |
| | دور تک پہونچیگی یہ قیل و قال |
| سعی اسمین کرینگے عمدے بجان | اسکی خاطر کہینگے خورد و کلان |
| نیگا منت علی محمد خان | دوست اسکو کہین ہین پیر و جوان |
| | رکھتا ان پیسون کا ہے کسکی مجال |

| | |
|---|---|
| باز آتا نہین ہی نفس شوم | ورنہ کس سے اُٹھے ہی ایسی دھوم |
| ہر سحر روزہ والون کا ہی ہجوم | ہی تمھین حال یان کا کیا معلوم |
| تم تو سونٹا لیے کرو ہو سوال | |
| ایک دن جا کیا نفر نے شور | اُن نے دیکھا نہ مطلق اسکے اوپر |
| ہی غرض صحبت اپنی اسکے زور | وہ تو جھجھڑ کی جھول کا ہی چور |
| مین بھی کھینچونگا خوب اسکی کھال | |
| اسپہ تنخواہ جو کہ کر لاوے | سو وہ اپنا کیا ہو بھر پاوے |
| پاشکستون کو برسون دوڑاوے | ایسے سے ہاتھ خاک کیا آوے |
| جس سے دل ہون تہ غبار ملال | |
| بد زبانی نہین ہی اتنی خوب | بات اچھی نہین ہی بے اسلوب |
| گفتگو اسطرح کی ہی معیوب | مل رہے گا جو کچھ کہ ہی مطلوب |
| بس قلم اب زبان اپنی سنبھال | |
| بیخودانہ ہین کئی حرف زبان ہر گوش | آج کہتا ہون کہ ہی خمکدہ ملین جوش |
| پای رفتن تو مجھے لیک مجھی تھا کچھ ہوش | سر خوش راز کوی خرابات گذر کردم دوش |
| یہ طلبگار ہے ترسا بچہ بادہ فروش | |

باز آتا نہین ہی نفس شوم — ورنہ کس سے اُٹھے ہی ایسی دھوم
ہر سحر روزہ والون کا ہی ہجوم — ہی تمھین حال یان کا کیا معلوم

تم تو سونٹا لیے کرو ہو سوال

ایک دن جا کیا نفر نے شور — اُن نے دیکھا نہ مطلق اسکے اور
ہی غرض صحبت اپنی اسکے زور — وہ تو جھپٹر کی جھول کا ہی چور

مین بھی کھینچونگا خوب اسکی کھال

اسپہ تنخواہ جو کہ کر لاوے — سو وہ اپنا کیا ہی بھر پاوے
یا شکستون کو برسون دوڑاوے — ایسے سے ہاتھ خاک کیا آوے

جس سے دل ہون تہ غبار ملال

بدزبانی نہین ہی اتنی خوب — بات اچھی نہین ہی بے اسلوب
گفتگو اسطرح کی ہی معیوب — مل رہے گا جو کچھ کہ ہی مطلوب

بس قلم اب زبان اپنی سنبھال

بیخودانہ ہین کئی حرف زبان ہر گر گوش — آج کہتا ہون کہ ہی خمکدہ فلمین جوش
یاں رفتن تو تجھے لیک مجھی تھا کچھ ہوش — سرخوش از کوی خرابات گذر کردم دوش

یہ طلبگار رہے ترسا بچہ بادہ فروش

| | |
|---|---|
| بیخود و بیخبر و قدست مئے صاف است | آتش مے سے برافروختہ کچھ بادہ پرست |
| یکلد گر پاؤن کی لغزش کے سبب وہ بدست | دیدم از دور گروہی ہمہ دیوانہ و مست |

از تف بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

| | |
|---|---|
| گرچہ ظاہر تھا خراب ان کا وے سب معمور | کاسۂ سر پہ ہوئے پھرتے تھے سارے فغفور |
| بے لباس طرب جامہ اندوہ سے عور | بے دف و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور |

بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشانوش

| | |
|---|---|
| نام و ناموس کا دفتر تھا سب ان کا برہم | دیکھا بے کیا میں نے تامل یکدم |
| پھر جو دیکھا تو مجھے بد کہیگا کیا عالم | چون سر رشتۂ ناموس برفت از دستم |

خواستم تا خبری پرسم از و گفت خموش

| | |
|---|---|
| عقل رکھتا ہی تو ٹک ہو سوا دل کا پابند | یان فراغت ہی دو عالم کی ہر اک جام میں بند |
| یہ وہ جامہ ہی کہ فردوس ہو اسکے مانند | این خرابات مغان است در و مستانند |

از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

| | |
|---|---|
| میرا مستو نہیں کوئی نہیں پابستہ زیست | کیونکہ یہ زیست بہت ہے سووے تو وہ رذل کہ ست |
| جتنے بے ہست نظر آتے ہیں اب سب ہیں نیست | گر ترا نیز ہمین فرقہ سر یکرنگی ست |

دین و دنیا بہ یکی جرعۂ عصمت بفروش

وان ان نے دل کیا ہی مانند سنگ خارا
کیا پوچھتا ہی ہمدم احوال تو ہمارا

یان تن ہوا ہی پانی ہو کر گداز سارا
نے رفرفے کنا یہ ایما ہی نے اشارا

اسکے لگا قلون نے ان روز دن ہمکو مارا

ہو شہر یا کہ صحرا بارے مکان تو ہو
حالت تغیر ہو گر منہ مین زبان تو ہو

غم مین نہووے کچھ تو اکتئین جان تو ہو
سو بار دیکھ صورت ہو مہربان تو ہو

اپنے تئین نہین ہی کچھ اب گفتگو کا یارا

یہ جشم تھی کہ ترکان اکثر سوار نکلے
یہ جانتے نتھے ہم اسطور خوار ہونگے

ہملوگ انکے رہ گئے گرد و غبار ہونگے
اب کہتے ہین کہ یا رب کیونکر دو چار ہونگے

اس بھی طرف کو ہوگا انکا کبھی گذارا

ہمجز انہین ٹک نہ سیر چمن کو اور نہ باغ مین ہم
مدت رہے اگرچہ گلگشت باغ مین ہم

بوہی نہ خانہ یا ئی دلمین چمن باغ مین ہم
پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کے داغ مین ہم

اس بن جو گل چنے تھے انکا کیا نظارہ

تشنے ہین اپنے خونکے ای ہمدمو نہ آؤ
اٹھانے ہم سو ٹھانے گو ہمین جان جاؤ

ہووے طبیب گر خضر اسکو بھی یان نہ لاؤ
آب بندہ اسکی شمشیر کا پلاؤ

آب حیات تو اپنے جی کو نہین گوارا

لا شکل اسکے دلمین وہی مصطفے کو دیکھ
اس رخ کا کر تصور نور خدا کو دیکھ
رنگینی عدالت شاہ ولا کو دیکھ
نرگس نے غش کیا تھا کہین اس ادا کو دیکھ

گلشن مین جو لبرون نے نہ پھر انکھڑیان ملین

عاجز نوازی تیری سی ہو مشت خاک زر
برسے گدا پہ ابر کرم سے ترے گہر
جو نہ فلک نے کیا جی سے رحم کر
مہمان تری سماط پہ ہی خلق بحر و بر

حاتم یک آشنال ہی یان فعن ریزہ چین

جس دلکو ہو نہ شوق ترا ہو جیو گداز
جس چشم کو نہ میل ہو تیرا نہ ہو وہ باز
جو سر ترا خیال رکھے رہیو بے نیاز
سجدے سے تیرے در کے جو ہوتے ہو سرفراز

مسجود ہو جو صبح سعادت کی وہ جبین

اہل نظر سے دیکھنا ادھر کا ہی عجب
آنکھون سے تیرے رہ نہ چلے واقف ادب
کس کو تھی یہ بزرگی و کس کا تھا یہ حسب
یہ قدر تھی تری ہے مولے ہوا تو جب

رونق فزاے کعبہ محمدؐ کا جانشین

کیا کہیے تیرے قرب سے ای سائیہ الٰہ
بیدانشی سے کچھ کہے کوئی درون سیاہ
اپنی تو تجھ پہ پڑتی ہی جا کر وہین نگاہ
فہم و گمان و وہم کو جسجا نہین ہی راہ

ہی چشم شوق عینک متفاوت دور بین

جانا تھا جہان مجھے سو بار دان گیا ۔ ضعفِ قوی سے دستِ تہ بوار دانگیا
محتاج ہوکے نان کا طلبگار وان گیا ۔ چارہ نہ دیکھا مضطر و ناچار وان گیا

اس جان ناتوان پہ کیا صبر اختیار

در پر ہر یک شالی کی سماجت مری گئی ۔ نالایقون سے ملتے لیاقت مری گئی
کیا مفت ہای شان شرافت مرگیئی ۔ ایسا پھرایا اُسنے کہ طاقت مری گئی

مشہور شہر اب ہون سلسا رہیو قار

عرصہ تھا مجھپہ تنگ اٹھا ہوکے نیمجان ۔ پوچھا نہ مجکو یک لبنان سے کہون نسیان
کم پائی پر بھی سیر کیا مینے سب جہان ۔ آشفتہ خاطری نے پھرایا کہان کہان

برسون کا راز مجھسے ہوا آکے آشکار

برداشت میری ہو نہ سکے ایک امیر سے ۔ عقدہ کھلا نہ دل کا دعائے فقیر سے
رخنے ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے ۔ ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

لیکن ہوا نہ رفع مرے دلکا اضطرار

کہنے کی اپنے حال پہ شفقت سی یکنگاہ ۔ نکلے ہر کس سے طور پراپنے سخن کی راہ
بولا نہ کوئی ہمسے کہ تم کیون ہوے تباہ ۔ اسلوب ہے جینے کا ہو کس طرح سے آہ

ہم ایک ناتوان ضعیف اور غم ہزار

۴۹۵

| | |
|---|---|
| جتنے والے جو تھے ہوئے ہین فقیر | تن سے ظاہر رگین ہین جیسے لکیر |
| ہین معذب غرض صغیر وکبیر | مکھیان سی گرین ہزارون فقیر |

دیکھین ٹکڑا اگر برابر ماش

| | |
|---|---|
| شور مطلق نہین کسو سر مین | زور باقی نہ اسپ واشتر مین |
| بھوکھ کا ذکر اقل واکثر مین | خانہ جنگی سے امن لشکر مین |

نہ کوئی رند ہی نہ کوئی اوباش

| | |
|---|---|
| لعل خیمہ جو ہی سپہر اساس | پالکین ہین رنڈیون کی اسکے پاس |
| ہی زنا و شراب بے وسواس | رعب کریجے یہین سے قیاس |

قصہ کوتاہ رئیس ہی عیاش

| | |
|---|---|
| جتنے یان ہین امیر بے دستور | پھر یہ حسن سلوک سب مشہور |
| پہونچنا ان تلک بہت ہی دور | بات کہنے کا وان کسے مقدور |

حاصل اسکے نہ دل کو غیر خراش

| | |
|---|---|
| چار بچے ہین مستعد کار | دس تلنگے جو ہون تو ہی دربار |
| ہین وضیع و شریف سارے خوار | لوٹ سے کچھ ہو گرمے بازار |

سو ہی قند سیاہ ہر یا ماش

| | |
|---|---|
| بخشدون جامہ تک جو ہو قدرت | آٹھون آتے ہین خرچ یکساعت |
| دس روپیہ دون گدا کو بے مہلت | مقتضی ہووے کب مری ہمت |

صاحبان کرم کے تئین شاباش

| | |
|---|---|
| ہو جوان لوگون مین گدا کا گذر | سہم رہجا ئین سب دیکھین اودھر |
| دیر کے بعد یہ کہین کسکر | شاہ جی لے خدا سبھون کی خبر |

سو بھی یہ بات ہی پس از کنکاش

| | |
|---|---|
| یارون کی جود کا بیان کیا ہی | وہم مین انکے بھی جہان کیا ہی |
| آشکارا ہی سب نہان کیا ہی | دیکھتے ہین کہین کہ یان کیا ہی |

ایسی صحبت مین ہم نہووین کاش

| | |
|---|---|
| بس قلم اب زبان کو اپنی سنبھال | خوشنما کب ہی ایسی قال مقال |
| ہو کہ ڈھب چرخ روسیہ کی چال | مصلحت ہی کہ رہیے ہو کر لال |

فائدہ کیا جو راز کرے فاش

| | |
|---|---|
| دستخطی فرد کا سنو احوال | بیدماغی ہی مین تو دیتی تھی ڈال |
| ایک مشفق کو تھا ادھر کا خیال | مہربانی سے ان نے کھوج نکال |

شیخ جی کا تڑے سو عجائب حال

۴۹۷

| | |
|---|---|
| پھر نفر پاس اپنے رکھوائی | لیکے میری تسلی فرمائی |
| | اور لگے کہنے رکھیے استقلال |
| حال صاحب کا سب جتاؤن گا | فرد نواب کو دکھاؤن گا |
| لیکے دفتر مین آپ جاؤن گا | ہے مقدر تو کر ہی لاؤن گا |
| | آگے میرے کسے سخن کا مجال |
| خلق خادم ہے اور تو مخدوم | قدر والا ہماری ہے معلوم |
| ہے یقینی کہ وہ الاغ ہے شوم | اس سعادت سے جو رہے محروم |
| | حشر کو ہوگا مرکب دجال |
| ہے غلامی تمھاری اپنا کام | تم نبی فاطمہ ہو ہم ہین غلام |
| تم سبھون کے ہو پیشوا و امام | تکو مسجود جانتے ہین انام |
| | تجسے سب کو نجات کا ہے سوال |
| اور کہا تم ہو خلق مین ممتاز | بارے رخصت کیا بصد اعزاز |
| دل ہمارا ہو کاش محو نیاز | ہے تمنا کہ تجسے ہون دمساز |
| | کریے تمپر نثار جان و مال |
| قید اندوہ سے کیا آزاد | شیخ نے کر سلوک حد سے زیاد |

ایک مدت تھی آج کل پر بات — اتنو ہی صبح اب ہوئی ہی رات
ہی بہت شیخ کی غنیمت ذات — جمع آدم مین اتنے کب ہین صفات

مفتری دوروغی و محتال

ایک دن مین کہا جو ہو مضطر — کیجیے اس در سے جاؤن اب کیدھر
ہنس کے بولے بہت تلطف کر — سر منڈاتے ہو تم کبھی اس گھر

آگے آوینگے جتنے ہونگے بال

راتون کے تئین مصیبتین گذرین — اور دنون کو قیامتین گذرین
کچھ نہ پوچھو جو حالتین گذرین — باتون باتون مین مدتین گذرین

وعدہ دو چار دن نہ ماہ سی حال

پھر جو اس فرد کا ہوا مذکور — کہنے لاگے کہ نائب دستور
جانتا ہی تمھین کہ ہو مشہور — پر کیے ہی رکھو مجھے معذور

جاری کرنا ہی اسکا امر محال

اٹھ آتے ہین شاہ پر بھاری — اسکی لوگون نے کی ہی اب خواری
آپ ہی تو یہ ہی گرفتاری — فوج ہیگی تو قحط کی ماری

کیون نہ بھیجا رہے ہی جہان تھا کال

٤٩٩

وقت پاتا ہون تو جگاتا ہون

پھر جواب انسے صاف پاتا ہون

| | |
|---|---|
| یان نہین شہر کے گھر مین دانا بھی | کبھو ہوتا ہی پینا کھانا بھی |
| ورنہ بھوکے رہے ہین بیٹھے نڈھال | |
| حال یہ ہی جو اسپہ ہو منظور | پھر بھی نواب سے کرون مذکور |
| گاہ باشد کہ ہوا نھین مقدور | پر سماجت ہو اب خرد سے دور |
| لطف کیا ہین کمون وکے دیوین ٹال | |
| مین کہا بس بہت خراب ہوا | پردے مین وانسے بھی جواب ہوا |
| دل ہوا داغ جی کباب ہوا | بارے ہونا جو تھا شتاب ہوا |
| کٹ رہیگا مرا بھی یہ جنجال | |
| دل سے اپنے بھی اب بھلا دیجیے | فرد میری مجھے منگا دیجیے |
| اس خیالات کو اڑا دیجیے | بند چڑیا کیسے چھڑا دیجیے |
| بس بچھایا بہت فریب کا جال | |
| ہنس کے بولے کہ فرد ہی حاضر | اور سمجھے نہ مجھکو بھی قاصر |
| جان کاہون تمھاری مین ناظر | جمع فرماؤ خاطر عاطر |
| اب نہین پھر یہ کام لونگا سنبھال | |
| تب سے اتبک وہ فرد لاتا ہون | گاہ بیگاہ انکے جاتا ہون |

عالم خاکی مین تھا مصلحتاً جلوہ نما
عرش اعظم سے بھی تھی ورنہ پرے تیری جا

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک
ایک تبے کے تئین پہونچے ترے جلوے کی خاک

ہین ترے شوق مین سرگشتہ شب و روز افلاک
پر کہان عالم خاک اور کہان عالم پاک

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اپنے اسرار کا تو آپ ہی کچھ دانا ہی
ورنہ کس نے تجھے جون چاہیے پہچانا ہی

ایک فرقے نے تجھے روح خدا مانا ہی
ایک نے ذات مقدس تجھی کو جانا ہی

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

شان و شوکت تری کیا کر سکے عاجز تقریر
لیتے مداح ترا کیونکہ ہوا لگن ہی امیر

زیب دیتی ہی تجھے کو بیٹھتے کل امیر
تین فقرون کے تئین بخش دیے تاج و سریر

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے مرتفع نشین علی العرش استوا
ذی عز ماسوائے خدا خویش مصطفے

تو تھا کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا
بت توڑ توڑ شرک کی صورت دیے مٹا

لایا بزور عرصے مین یکتائے خدا

کہتے ہین تجھے چشم کرم صاحب نظر
افضل ہوئی سبب سے ترے خلقت بشر

۵۰۲

## مسدس در نعت سرور کائنات صلعم

جرم کی کھو نشر لگینی یا رسول — اور خاطر کی حزینی یا رسول
کھینچون ہون نقصان دینی یا رسول — تیری رحمت ہی یقینی یا رسول

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

لطف تیرا عام ہی کر مرحمت — ہی کرم سے تیری چشم مکرمت
مجرم عاجز ہون کرٹک اب تقویت — تو ہی صاحب تجھسے ہی یہ مسئلت

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کیا سیہ کاری نے منہ کا لا کیا — بات کرنے کا نہین کچھ منہ رہا
رحم کر خاک ندلت سے اٹھا — میرے عفو جرم کی تخفیص کیا

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

اب ٹھہرتا ٹک نہین پائے ثبات — دستگیری کر کہ پاؤں نہین نجات
جرم کیا ہین میری کتنی مشکلات — ہی کفایت ایک تیری التفات

رحمة للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

| | |
|---|---|
| کچھ بھی جو ہین واقف راز ونیاز | عام تجھ انعام پر کر چشم باز |
| شعر یہ مشہور سب سے دل گداز | پڑھتے ہین جا بے دعا بعد نماز |

رحمة للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یارسول

| | |
|---|---|
| جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گمان | گہہ قرآن خوان میرتھے گہ سجہ خوان |
| وقت یکسان تو نہین ای دوستان | اب یہی ہی ہر زمان ورد زبان |

رحمة للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یارسول

## مسدس

| | |
|---|---|
| ذکر خوار دینین قیصر و جم ترے صبح وشام | ریزہ چینی سے تری بادشہ چین کا قیام |
| حبشی و ہندی کی صفاہانی عرب نے تمام | ہین ترے دست نگر یہ کہیں کس کس کا نام |

یا علی کیست کہ شرمندهٔ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

نام حاتم کا خنک جیسے لطیفہ مشہور
رنگ تنگ طمع مین اب بھی اس رخ فوز

محسن زاہد کا ترے بزم مین لاحد مشہور
کیا خداوندی ہی اللہ خدائی مشکور

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

لطف ہی عام ترا سب تجھی سے پاتے ہین
شکر نعمت نہین تیرا بجالاتے ہین

تیری دولت ہی جو یہ شاہ و گدا کھاتے ہین
اس جہان سے بھی یہی کہتے ہوئے جاتے ہین

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

ارض مین اور سموات مین سب تیرا مال
روز بہبود کا تجھے سر گرد و نہین خیال

جسکا گھر چاہے تو کردیوے اسے مالا مال
اپنی خوبی کو زمین لات کرے تجھ سے سوال

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

فی الحقیقت تری مہمان خلایق ہی سب
دیکھنی ہی کی ہی کون تیری مروت کا ہی ڈھب

تیری دروازے سے محروم کوئی آوے ہی کب
جاؤن ناکام اگر مین تو نہایت ہی عجب

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست

اسقدر تجھسے نہ لگ چلتے نہ آتے اس راہ
تو پری ہوتا تو کرتی نہ تری ادر نگاہ

یہ فریبندہ سخن گوش نہ کرتے ہرگز
خواہش لیخ دہن دل پہ نہ دھرتے ہرگز
بے شب وصل دن اسطور نہ بھرتے ہرگز
لعل جان بخش پہ یون تیری نہ مرتے ہرگز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجرد پہ رکھا جب نہ کوئی یار نہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پھر کیا کام
جی نہ بیچین رہا کرتا نہ دل بے آرام
ہو گیا ہون تو کبھو ہو گیا ایسین کلام
بے رخ و زلف کے کن کا ہیکو ہر صبح و شام

جنس اچھی تری پہ گرمی بازار کہان
سر گران تو تو بہت ہو پہ خریدار کہان

تجھسے بیمہر و وفا دلکا لگانا تھا غلط
آپ کو حرف غلط رنگ مٹانا تھا غلط
خط دے قاصد کو ترے اور جلانا تھا غلط
آتش غم سے مرے جی کا جلانا تھا غلط

اپنی نادانی تجھسے کہ تو کیا نسخہ ہی
آدمی بھی کسو دانا کا لکھا نسخہ ہی

غم نہین تجکو مری یاری و فاداری کا
نہ خیال آوے بندیکی گرفتاری کا

پھر تو جسکو مین کرونگا اسی سر قربان | راہ منزل مین پھرونگا اسکے نشان
بس بگولا سا ہوا ترے لیے سرگردان | اسقدر تجکو دماغ اب ہے کہان دل ہے کہان

کہ رہون بیخود و بیخواب شبون کو روتا
کاش مشتاق ترے منہ کا نہ آشنا ہوتا

اب تو جو کچھ ہو دل اس ساتھ لگا بیٹھونگا | اسکے دروازے پہ درویش ہو جا بیٹھونگا
ہاتھ وا سوختہ ہو تجسے لگا بیٹھونگا | آؤنگا کبھی تو ترے پاس نہ آ بیٹھونگا

دور سے ایک نظر کرکے چلا جاؤن گا
سو بھی کتنے دنون پھر کا ہیکو مین آؤنگا

لاگ ہے جس سے وہی اُس سے رکھو قیل و قال | دلنشین اسکی کرون خوب طرح کہنہ مقال
ساری مجلس کے تئین اُسکے کرون واقف حال | بعد ازان ترک کرون کھاکے قسم تیرا خیال

پھر کبھو وہم مین بھی گذرے نہ ملنا تیرا
جب نہ تب در پہ اسکی رہے ما تھا میرا

لگ چلون اُس سے صبا کی سی طرح شام و سحر | اسکے پاؤن تلے کی خاک کرون کحل بصر
روے گا رنگ سے اسکے نہ اٹھے میری نظر | جیسے اسکے لب شیرین سے ہین دیدۂ تر

دو رہی حال کی اس کیسوے برہم سے رہی

تا کروان نالہ و فریاد و کہا کرتے ہم
اک طرف بیٹھ تجھے یاد کیا کرتے ہم

کب تلک ہاتھ سے خوبان جفا کار دین
ہم کہو کب تئین یہ داد وفا داری دین

اس وفا دار کے بدلے یہ ہمین خواری دین
عشق ہی جرم جو کچھ ہو تو گنہگاری دین

قصد فریاد ہی گر یار ٹک انصاف کرین
پیر سے کو سنگ کدورت سے ہمین صاف کرین

مت برس خاک پہ عشاق کے ہم کیا کم تھے
موج سیلاب آنسو کے گئے عالم تھے

حرف دیر و نہ ہی یہ دریدے ہمارے نم تھے
یعنی ای ابر کسی عہد مین ہم ہی ہم تھے

عزم گر دینکا آبادی سے گر اٹھتے تھے
بیٹھ کر دشت مین طوفان ہی کر اٹھتے تھے

کون تھا یان کہ مجھے دیکھ ندامت رکھے
میر صد سال خدا تجکو سلامت رکھے

یا مرے سر پہ نصیحت سے قیامت رکھے
تو نہو جسے نہ مجھے کر کے ملامت رکھے

ورنہ اب تک تو مری خاک بھی ہو جاتی ہوا
لگئی ہوتی تبرک کیطرح باد صبا

## مسدس

خوبی رعنائی ہی تجکو بہت فرصت ہی  اپنی ترکیب بنانے سے کہان مہلت ہی
چہرہ آرائی شب و روز ہی یہ صورت ہی  شانہ و زلف گتھی رہتی ہین یہ صورت ہی

سرمے سے آنکھ اٹھادے تو مرا رو دیکھے
آرسی چھوڑے تجھے ٹک تو ادھر تو دیکھے

محو کس روز تجھے پاتے تھے رعنائی کا  ذوق رہتا تھا تجھے کاہیکو خودرائی کا
کب کب آنچل رہے تھا ہاتھ مین کلائی کا  اتنا دل بستہ نہ تھا جامہ زیبائی کا

سرخ سنجاف نہ لگتی تھی نہ ہوتے تھے چاک
خون سے عشق کے ماروں کے یہ دامن تھا پاک

اپنے اوباشوں کی تقلید مین کب تھی تاؤ دو  تنگ چولی کی نہ رہتا تھا کبھی اتنا گرد
پاٹ دامن کے نہ ہوتے تھے ترسا تجھ کے سو  اب جو ہی تہمت تو ڈھیلے ہو مگر اک بھی جو

دردری کا بنا ہی کہرے ٹھیک نہ جبتک سی لے
کاڑھی ناکے مین سوئی کے گرے ٹانکے ڈھیلے

خط بھی آیا پہ مری تیری صفائی نہوئی  کس گھڑی آنکے بیٹھے کہ لڑائی نہ ہوئی
اپنی سج دیکھنے سے تجکو رہائی نہوئی  اک بلا جی کی ہوئی تنگ قبائی نہوئی

رک گئے دیکھتے دسن جا سے ترے موندھے جیسے

۵۱۳

یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

| | |
|---|---|
| غالباً پہونچے ہم اب سیر کو بھی برگ ساز | آبلہ ایک بن گیا ہی جل کر تن ہو کر گداز |
| شام کہتا ہی یہی رکھ خاک پر روے نیاز | صبح پڑھتا ہی یہی جائے دعا بعد از نماز |

یا علی یا ایلیا یا ابو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

## مسدس در منقبت

| | |
|---|---|
| درویش جو ہیں قصد دلخواہ کہیں ہیں | سالک جو ہیں وے راہبر راہ کہیں ہیں |
| اک واقف اسرار دل آگاہ کہیں ہیں | ایک چرخ حقیقت کا تجھے ماہ کہیں ہیں |

کیا مدح ہی یہ تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

| | |
|---|---|
| مذکور کہیں نام ترا کام روا ہی | مشہور لقب ایک جگہ راہنما ہی |
| ہر ایک نے کچھ حسب خرد اپنی کہا ہی | سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت میں تو کیا ہی |

کیا مدح ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مثلث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں

| | |
|---|---|
| یعقوب کا تھا کلبۂ احزان میں تو غمخوار | یوسف کا بنا مالک موسے کے ہوا چہ میں مددگار |
| رحمت کا فرشتہ ہوا ترے لطف نے یہ بار | کی آتش نمرود ابراہیم پہ گلزار |
| کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں | |
| سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں | |
| اکھڑا ہے وہ انگشت سے دروازۂ خیبر | چیرا ہے کس انداز سے گہوارے میں اژدر |
| کیا ہاتھ جب سے کر گیا جان سے عنتر | ظاہر ہے کہ پنہان تھا وہی ظاہر وہی مظہر |
| کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں | |
| سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں | |
| ثانی ترا پاتے نہیں تسلیم و رضا میں | ایوب سے ہو صبر ترا سا نہ بلا میں |
| مشہور سخاوت ہے تری شاہ گدا میں | تیں خود کے تئیں بخش دیا راہ خدا میں |
| کیا مدح ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں | |
| سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں | |
| اے وہ کہ تو ہے جان و جہان سارا ہے قالب | در پہ ترے سا کھڑے ہیں تری سیکڑوں طالب |
| اک پل میں وا کرے تو ان سب کے مطالب | ہم عاجز و عاجز ہیں تو ہی غالب و غالب |
| کیا مدح ہے یہ تجھے ہم شاہ کہیں ہیں | |

هر کسے چیزے بیادرت در گلستان میکشد

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکے ولے سود ۔۔ تا چشم کنم باز شب وصل سحر شود

عمر گذاران بر سر انصاف نیامد

جہان سے آئی کہ جانا ہی تجھکو مجھے سن ۔۔ یکے بگور غریبان شہر سیری کن

ببین کہ نقش بلاہا چہ باطل افتادہ است

اگرچہ آب دم آخر ہی لیکن ای غمخوار ۔۔ بہجر زندہ ام آئینہ پیش من مگذار

جدا از یار رنجور رو بر دشدن ستم است

ہی بھی جو کوئی یان سونیین کہ ہے وہ مانند ۔۔ نیک و بد عالم ہمہ عنقا صفت مانند

یعنے خبر از ہر کہ گرفتم خبرے بود

## تمام شد مثلث میر

بادشاہ صاحب استقلال امیر المومنین
مالک ملک ولایت عالم علم یقین
حافظ شرع مبین حامی شرع متین
وارث دین داور عادل شفیع روز حشر
آرزوی اہل عرفان مطلب اہل یقین
مقصد دل ہمزبان مدعای عاشقان
زیب منبر جانشین رحمت للعالمین
مظہر صنع عجایب مصدر لطف و کرم
زینت بطحی و یثرب رونق اسلام و دین
پیشوای پیشوایان سجدہ گاہ مومنان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ہفت بند

السّلام ای رازدار داور جان آفرین
ذات تیری جون خدا کی ذات ہی والا صفات
یہ شرافت یہ سیادت یہ تقدس یہ کمال
تو ولی ہی تو وصی ہی تو علی ہی تو وہی
کیا تعقل کیا تحمل کیا تبختر کیا وقار
سیّد برحق شریف النفس فخر روزگار

السّلام ای لامکان کے حاکم مسندنشین
بے شریک بے عدیل و بے نظیر و بے قرین
یہ تنزہ یہ تعلی یہ تفوق ہی کہین
جس سے بالاتر تصور کیجیے تو کچھ نہین
طفل مکتب بس گہ کا تیرے عقل اولین
باعث عرش سپہر و موجب فخر زمین

بند دوم

زور ایسا کاہیکو یا لقو کا نشان ہی — چھیرہ ہووے تو ملا دیوے زمین آسمان
گرچہ عالم دیدہ حضرت خضر بھی ہیں آدمی — پر نہیں ہی انکو مطلق یا انکی صحبت کا دھیان
تجھپہ ظل اللہ کا اطلاق سایہ راست ہی — چتر ہی خورشید تیرا چرخ تیرا سائبان
شیر ہونا تیرا کیا سمجھے بڑا خفش ہی شیخ — قشعریری میں سدا رہتا ہی یان بیان
سن طلسمات جہانکے سب عیان ہین تجھپہ راز — حاصل کون و مکان تو واقف راز نہان
نور سے تو ماہ کامل قدر سے چرخ برین — حلم تیرا کوہ تیرا علم بحر بیکران
کیا تسلط کیا تحمل کیا تمول کیا شکوہ — تو جہان ہو ایکدن گویا کہ ہین دونون جہان

یہ طرح پاتے ہین تجھ مین سب رسول اللہ کے
شبہ ہی نام خدا تو اب رسول اللہ کے

## بند ششم

ای چراغ جملہ نور خاندان مصطفے — ای مرے والی مری معبود یہم نام خدا
ہی تو تو مخلوق لیکن عقل مین آتا نہین — دیکھکر اندیشہ تجھکو عرش پر جاتا رہا
تو جہان ہی اُس جگہ کیا آسمانکی قدر ہی — قدر تیری ہی جہان وان گفتگو کو قدر کیا
گاہ احمد گہہ احد گاہے علی پایا تجھے — ہر زمانہ مین ہر مکان مین شان تھی تیری جدا
فرط عشق اپنی سے کیا حرف و سخن ابکام جان — تو ہماری آرزو ہی تو ہمارا مدعا

مطلع ثانی

تو خریداری کرے سلک بھی تو قیمت ہو دو چند — لیتے ہو وے خلص کا سد پس قبول خاص و عام

سو خدا نا کردہ ہمچشے نہین کرتا حقیر
آرزو ہوتی نہین ہو عیب ای ایمان میر

## قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کیے ہین زبس شکوۂ فلک تحریر — سیاہی کاغذِ مشقی کے رنگ لوح ضمیر

کرون نہ شکر جفا ہاے آسمان کیونکر — مرے خرابی مین ان نے نہ کی کبھو تقصیر

دیا ہزارون کو دست ان نے خانہ سازی کا — دل شکستہ کو میرے کیا نہ یک تعمیر

جو مین نے چاہا کہ جلد اپنا کام کریے تمام — تو روسیاہ نے اُس کام مین بھی کی تاخیر

سیا تھا چشم طمع کو مین اک سحر اسیر — سو جام خون دیا ان نے جاے کاسہ سیر

دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہ ہوا — کہ اس چمن مین رکھا ان نے غنچہ سان دلگیر

در قبول سے نا امید پہونچی میری دعا — پھر آیا عرش سے نالے کو میرے بے تاثیر

نہ دیکھا صفحہ عالم کو مین کہ ان نے رکھا — ہمیشہ اپنا ہی حیران کار جون تصویر

براے یکسلنان مجھ ضعیف کو ان نے — ہلال وار کیا سارے شہر مین تشہیر

فلک کے شکوہ مین تھا مین کہ ہمنشین بولا — کہ اے جوان ستم کشتۂ سپہر پیر

غزل نہ لطف کی اک تو نے میر صاحب کے — سنی نہ ہمنے کوئی آشیانہ سوز صفیر

مطلع سوم

فلک شکوہ ستارہ حشم خدیو جہان ۔۔۔ ترے جلال کو کس لفظوں میں کروں تعبیر

زہے یہ حشمت و جاہ و جلال قدرت و زور ۔۔۔ کہ تیرے حکم کے آگے ہے سہل امر خطیر

ترے محرر دفتر کا ہی سدا محتاج ۔۔۔ جہان میں شہرہ عطارد جو ہی فلک کا دبیر

زہے علو مراتب کہ در پہ باز نہ لے ۔۔۔ ہزار بار اگر چرخ مارے چرخ اثیر

شریک مشورہ کارخانۂ عالم ۔۔۔ کیا ہی تجھکو قضا و قدر میں تیرے مشیر

روان ہو صبح کا گر مرکب صفر پیکر ۔۔۔ تو نا بشام کرے روم و شام تک تسخیر

کف سخا کی تری ریزش کرم کے حضور ۔۔۔ گیا ہی قطرہ زنان شرم گین ہوا ابر مطیر

ہمم کو تیری بیان کیا کروں کہ ایمہ ہیچ ۔۔۔ ہوئے ہیں خلق تری بخششی کو تاج و سریر

کروں میں عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو ۔۔۔ کہ تیرے بخش دیے کے نہیں ہیں عشر عشیر

لکھوں سو کیا تری خدام کی سخاوت کو ۔۔۔ بناوے وقت دہش مرتبۂ قلیل و کثیر

ثبات حرف کو تیرے قلم کی کیا لکھیے ۔۔۔ کہے تو خامۂ فولاد سے کیا تحریر

برات روزی کسو کی شرف کو دستخط کی ۔۔۔ یہو بخشی ہی تو نہیں مٹتی جون خط تقدیر

نہیں ہی شہر میں نام و نشان منہیات ۔۔۔ رہی ہی نے کوئی جنگل میں سو برائے حصیر

مزاج رفع پہ بدعت کی ہو تو نہ اٹھی ۔۔۔ صدائے نے کا تو کیا ذکر ہی قلم کی صریر

نسق کو کام تو فرماوے ایک آن اگر ۔۔۔ تو پھر زمانہ قیامت تلک نپاوے تغیر

## قطعہ در تعریف اسپ وزیر زمان آصف دوران نواب آصف الدولہ بہادر

وزیر زمان نے لیا ایک اسپ
کہ ہی رشک گلگون باد بہار

نظر پوست سے اسکے آتا ہی خون
کیا جلد پر اسکے گل کو نثار

اڑا کر اسے بارہا سیر کی
نہ نکلا کبھو ابلق روزگار

کرون اسکی کیا تیز گامی کی شرح
ہرن اسپ شمشیر سے ہو شکار

ٹک اک تسمسا دے جو اک بو تو پھر
نہیں اسکو راتون میں ہرگز قرار

جہان باگ اچک جاے محبوب کی
عنان دل اسکی ہی پھر اختیار

کرے عزم ابد کا ازل سے اگر
وہ جانباز جو اسپہ ہووے سوار

کہے اسکو کر چھیڑ لیکے کہان
تو یہ باد پیمان کرے یون گذار

کر لیکے قدم گرد جو اٹھ چلے
نہ پہنچے تک اسکے وہ بیٹھے غبار

غرض اسپ ہی یا چھلاوا ہی میر
رہین زیر ران اسکے ایسے ہزار

## قطعہ در تہنیت صحت

تمام شد

قطعہ

## قطعہ

ختم ہوئے یان یہ مضامین چسپت — میر کی تصنیف ہی نادر کلام
دیکھے ہین اُستادونکے دیوان بہت — پر یہ ہی مقبول خواص و عوام
سب سے نرالی ہی یہ شیرین زبان — کرتی ہی بس قند و شکر کا یہ کام
نسخہ ہی یہ جانسے زیادہ عزیز — پیش نظر رکھتے ہین سب صبح و شام

حق سے دعا ہی یہی اسکے لیے
ہووے یہ مقبول خواطر مدام

## تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# آغاز مثنوی مسمے بشعلۂ شوق

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہی نور
نہوتی محبت نہوتا ظہور

محبت مسبب محبت سبب
محبت سے آتے ہین کار عجب

محبت بن اس جا نہ آیا کوئی
محبت سے خالی نہ پایا کوئی

محبت ہی اس کارخانے مین ہی
محبت سے سب کچھ زمانے مین ہی

محبت سے گویا ہوا ہی فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہین داغ

محبت اگر کارپرداز ہو
دلون کے تئین سوز سے ساز ہو

ستم اس بلا کی ہی سہتے گئے
سب اٰتش کو عشق کہتے گئے

اس آتش سے گرمی ہی خورشید مین
یہی ذرے کی جان تو مید مین

اسی سے دل ماہ ہی داغدار
کتان جگر ہی سراسر فگار

تسے اِسکے چرچے حکایت سُنی
گہے شکر گاہے شکایت سُنی

اسی سے قیامت ہی ہر جا را دو
اسی فتنہ گر کا ہی عالم مین شور

کوئی شہر ایسا ندیکھا کہ دان
نہوا اُس سے آشوب محشر عیان

کب اس عشق نے تازہ کاری نکی
کہان خون سے غازہ کاری نکی

زمانے مین ایسا نہین تازہ کار
غرض ہی یہ اعجوبہ روزگار

## آغاز قصہ

عجب کام سُنیے مین اس سے ہوا
عجب اہل عالم کو جس سے ہوا

کہ وان اک جوان تھا بہرام نام
خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

جوانی کے گلشن کا وہ آب و رنگ
گلستان پہ کام اُسکی خوبی سے تنگ

جدھر نکلے رنگین ادائی کے ساتھ
چلے جائین جی خوش نمائی کے ساتھ

کھلے بال چلتا تھا وہ سرو ناز
قدمبوس کو آتی عمر دراز

جدھر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو
قیامت اُدھر سے نمودار ہو

کوئی دل ستم کشتۂ اک نگاہ
کوئی جان ہونٹھون پہ موقوف آہ

کسو پر فسون گردش چشم کا
کسو پر غضب غمزۂ و خشم کا

کوئی دست بر دل کوئی بیقرار
کوئی بیخبر کوئی بے اختیار

اُنھون مین سے اک عاشق زار تھا
اُس آفت کو اُس سے سروکار تھا

محبت مین تھا جذب کامل اُسے
مراد دل اپنی تھی حاصل اُسے

شب و روز ہم بستر کام دل
ہمیشہ ہم آغوش آرام دل

دم اسکے مین یہان تک تو تاثیر تھی
کہ صحبت اس آتش در گیر تھی

ہم ربط چسپان بہم اختلاط
نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط

مرے کوئی غم سے کوئی ہو ہلاک
وہ شعلہ اُسے خس سے رکھتا تپاک

کہان حسن مین تھا وفا کا یہ پاس
یہ سینے کہ ہیگا خلاف قیاس

بہت سے بہت اُسکا مالوف تھا
اُسی کی تسلی سے مصروف تھا

کہ ناگہ وہ دلبر ہوا کدخدا
رہا اپنے عاشق سے چندے جدا

زن و شو مین اخلاص باہم ہوا
اُس آشفتہ سے رابطہ کم ہوا

نگاہین بہم دلمین کاوش کرین
سخن سے وفا مین تراوش کرین

ہوا ربط چسپان بہم اسقدر
کہ دشوار اُٹھے ہمدگر یک نظر

یہ سنکر کہا اُس دل افگار نے — ستم کشتہ دوری یار نے

کہ مجھکو نہین تیری باتین قبول — یہ مکر زنان ہے تو اپنے نہ بھول

وفا کتنے ان ناقصون مین سے کی — ہوا شوے کسکا کہ وہ پھر نہ جی

یہ ظاہر مین ہر چند ہین رشک ماہ — ولیکن ہین باطن مین مار سیاہ

خدا مکر سے انکے دے ہی خبر — نہین اُنسے کوئی فریبندہ تر

جہان مین فریب انکا مشہور ہے — زبانون پہ مکر انکا مذکور ہے

بے امتحان عاقبت یک نفر — مقرر ہوا تا کہ جا اسکے گھر

گئے غرق دریا ہوا پر سرام — ہوئی زندگانی کی صبح اسکی شام

گیا تھا نہانے کو وقت سحر — سو ڈوبا وہ خورشید روشن گہر

گیا موج دریا نے سر سے گذار — اُٹھا طبع نازک سے اسکے غبار

وہ گیسو جو بکھرے تھے بالائے آب — سو اب موج دریا کو ہے پیچ و تاب

پھرین تھین جو لے انکھڑیاں آب مین — سو وے گردشین اب ہین گرداب مین

تمنا مین تھے جسکے سب دل فگار — سو دریا کو اب ہے وہ بوس و کنار

نہ سمجھا وہ نافہم اسرار عشق — نہ سوچا وہ ناتجربہ کار عشق

کہا غرق دریا ہوا پر سرام — ہوا کام اُس رشک مہ کا تمام

اُٹھا بیخود و بے خرد بے حواس — گرا آکے اس پیکر مردہ پاس
لگا کہنے اے مایۂ زندگی — مجھے مُنھ سے تیرے ہے شرمندگی
گیا جلد رخت سفر تونے بار — نہ میرا کیا آہ ٹک انتظار
نہ میری سُنی کچھ نہ اپنی کہی — مرے تیرے دونوں کے جی مین رہی
زمین پر سے آخر اُٹھایا اُسے — لب آب جا کر جلایا اُسے
جب آگ اُسکے پیکر پہ سب چھا گئی — محبت عجب داغ دکھلا گئی
یہ سرگرم فریاد و زاری ہوا — لہو اُسکی آنکھوں سے جاری ہوا
جگر غم مین یک لخت خون ہوگیا — رکا دل کہ آخر جنون ہو گیا
گئے ہوش و صبر اُسکے ایکبارگی — طبیعت مین آئی اک آوارگی
سراسیمگی سے بگولا ہوا — پھرے اسطرح جیسے بھولا ہوا
نہ جی کو تسلی نہ دل کو قرار — کف غم مین سررشتہ اختیار
کبھو یاد کر اُسکو نالان رہے — کبھو ٹک جو بھولے تو حیران رہے
کبھو یان کبھو وان بحال خراب — وہی بیقراری وہی اضطراب
رہے گھر تو آشوبگہ وہ گلی — چمن مین جو لیجا مین تو بیکلی
کبھو متصل ہونٹھ پر آہ سرد — کبھو دست بر دل کہ دلمین ہے درد

گیا وہ یہ کہکر سوے آسمان
رہے ہی مجھے رات دن خوف جان

سنا حال شعلہ کا جیکا دسے
دھوان ایک اٹھا جان ناشاد سے

ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند
رہا لوٹتا آگ مین جون سپند

گئی رات جون تون ہوئی صبح جب
زیادہ ہوئی عشق کی تاب تب

محبت نے کی اشتعالک کر وہ
سراسیمہ آیا چلا اس جگہ

جہان سے اٹھی تھی یہ آتش سلگ
پھر اسکے جگر کو لگی گھر کو لگ

تبسم کنان وان یہ اُن نے کہا
کہ کلفت مین غم کی بہت مین رہا

چلو سیل گشتی کو ہنگام شب
لب آب خالی کرین دلکو سب

ہوا سو ہوا یو نہین تقدیر تھی
جہان سوز الفت کی تاثیر تھی

نہوتے جو دلگیر یان متصل
نہوتی یہ آتش کبھو مشتعل

کیا عقل کی اُن نے باتین جو وان
وہ عاشق جو تھا درپئے امتحان

لگا کہنے یہ آرزو تھی سب مجھے
کہ اک روز ہشیار دیکھون مجھے

سو یہ دن خدا نے دکھایا مجھے
سخن تیرے منہ کا سنایا مجھے

ندامت سے ہو تنگ شاہد ہین سب
گرفتار ہون مین بحال عجب

نہ خجلت سے رہی جو کچھ مین کہون
نہ قدرت اجل پر کہ مر بھی رہون

کہ ہو کر فروغ اک سوے آسمان | تڑپنے لگا جیسے تن بیجان
کوئی دم مین دریا پہ آیا فرود | ہوا نیزہ بالا بھون کا نمود
لب آب وہ شعلۂ جان گداز | تڑپ کر بہت بازبان دراز
پکارا کہان ہے پرسرام تو | محبت کا ٹک دیکھ انجام تو
کہ مین جلکر تن آتش تیز ہون | دل گرم سے شعلہ انگیز ہون
بھڑکتی ہے جب آگ دل کی مری | لب آب اترون ہون غم مین تری
مگر سوزش دل ہو کم آب سے | بجھے جی مرا اس تب و تاب سے
سنو یہ آب رکھتا ہے روغن کا کام | کیا عشق نے آہ دشمن کا کام
یہ بیتاب سنکر ہوا بیقرار | سفینے سے اوترا بصد اضطرار
ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے | کہا اس بلاے دل آویز سے
کہ مین ہون پرسرام خانہ خراب | مرا دل بھی اس آگ سے ہے کباب
مرے بھی جگر مین یہی سوز ہے | یہی مجکو جلنا شب و روز ہے
محبت تری برق خرمن ہوئی | تری دشمنی جی کی دشمن ہوئی
سخن مختصر کچھ وہ شعلہ جلا | کچھ اک اپنی جا گر سے یہ بھی جلا
بہم گرمجوشی سے یکجا ہوئے | کہ گذری تھی مدت بھی تنہا ہوئے

۵۳۱

خصوصًا وہ عاشق ہوا پر خجل ندامت ہوئی یہ جسے متصل
نتھا اگلی خجلت ہی سے روے حرف ہوا دوسرا ماجراے شگرف
تفکر کے دریا مین ڈوبا ہوا کنارے پہ بیٹھا تھا روتا ہوا
کہ پوچھینگے جو اسکے داماندگان تو یہ واقعہ کیا کرونگا بیان
کہون کیونکہ یکبار وہ جل گیا کفِ خاک ہو خاک مین ملگیا
کھنچی جرم کو بیگنا ہی مری ہوئی شہر مین روسیاہی مری
وہ شعلہ جلا تا مجھے کاشکے لیے ساتھ جاتا مجھے کاشکے

## مقولہ شاعر

اگرہی یہ قصہ بھی حیرت فزا ولے میرے عشق ہی بد بلا
بہت جی جلائے ہین اس عشق نے بہت گھر لٹائے ہین اس عشق نے
فسانون سے اسکے لبالب ہی دہر جلائے ہین اس تند آتش نے شہر

محبت نہو کاشش مخلوق کو
نچھوڑے یہ عاشق نہ معشوق کو

## تمام شد

(٥٣٣)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مثنوی دریائے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اسکی اک نئی ہے چال

دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا — کہیں سینے میں آہ سرد ہوا

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا — کہیں سر میں جنون ہو کے رہا

کہیں رونا ہوا ندامت کا — کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اسکو داغ کا پایا — گہ پتنگا چراغ کا پایا

واں طپیدن ہوا جگر کے بیچ — یاں تبسم ہے زخم تر کے بیچ

آرزو تھا امیدواروں کی | دردمندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشان ہے | نگہ یار مہر کیشان ہے
حسرت آلودہ آہ تھا یہ کہین | شوق کی یک نگاہ تھا یہ کہین
کشمکش اسکی ہے ایک اعجوبہ | ڈوبا عاشق تو یار بھی ڈوبا
کون محروم وصل یان سے گیا | کر نہ یار اُسکا پھر جہان سے گیا
کام مین اپنے عشق پکا ہے | ہان یہ نیرنگ ساز پکا ہے
جسکو ہے اسکی التفات نصیب | ہے وہ مہمان چندروزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے | کروہ ناچار جی سے جاتا ہے

## آغاز قصۂ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تھا | لالہ رخسار سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اسکی چھاتی گرم | دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اسکو صورت خوش سے | اُنس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن | رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی | صورت حال اور ہو جاتی
دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار | رہتا خمیازہ کش ہے لیل و نہار

وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اسکا | بسطرح ہووے گو کہ حال اسکا
جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ | اٹھ گئی سامنے سے یکبارہ
وہ گئی اسکے سر بلا آئی | خاک مین مل گئی وہ رعنائی
دلپہ کرنے لگا طپیدن ناز | رنگ چہرے سے کر چلا پرواز
ہاتھ جانے لگا گریبان تک | چاک کے پہیلے پاؤن دامان تک
طبع نے اک جنون کیا پیدا | اشک نے رنگ خون کیا پیدا
سوزش دل نے جی مین جاگہ کی | داغ نے آ جگر کو آتش دی
بستر خاک پر گرا وہ زار | درد کا گھر ہوا دل بیمار
خاطر افگار خار خار ہوئی | جان تمناکش نگار ہوئی
اُسکے منہ پر پڑی جو اسکی نگاہ | نا امیدی کے ساتھی سر کی آہ
خود ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ | رابطہ آہ آتشین کے ساتھ
منہ پہ سوکھے تو خون ناب ملا | خواب و خور دونون کو جواب ملا
خلق اُسکی ہوئی تماشائی | پر جو وہ دیکھنے کبھو آئی
کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے | رو دیا اُن نے ایک حسرت سے
جاکے اُسکے قریب در بیٹھا | قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

ایکدم آہ سرد بھرا وٹھنا | نالۂ گرم گاہ کرا وٹھنا
جی مین کہتا کہ آہ مشکل ہی | اسطرف یک نگاہ مشکل ہی
دوست کو میرے نام سے ہی ننگ | دشمنون سے ہی جی پہ عرصہ تنگ
چشم تر سے لہو بہا کرتا | صبح کے باد سے کہا کرتا
کای نسیم سحر یہ اُس سے کہ | مت تغافل کر اور بغافل رہ
اُن بلاؤن مین کوئی کیونکہ جیے | جان پر آبنی ہی تیرے لیے
جان دون تیرے واسطے سو تو | آنکھ اُٹھا کر ادھر نہ دیکھے کبھو
رفتہ رفتہ ہوا ہون سودائی | دور پہونچی ہی میری رسوائی
نام کو بھی ترے نجانا آہ | تجھے کیونکر سخن کی نکلی راہ
ناامیدانہ گر کرون ہون نگاہ | دیکھتا ہون ہزار روز سیاہ
سخت مشکل ہی سخت ہی بیداد | ایک مین خون گرفتہ سو جلاد
کوئی مشفق نہین کہ ہووے شفیق | بیکسی بن نہین ہی کوئی رفیق
نالہ ہوتا ہی گہ گہے دل جو | گریہ آنسو سے پونچھتا ہی کبھو
آہ جو ہمدمی سے کرتی ہی | ابتو وہ بھی کمی سی کرتی ہی
چشم رکھتا ہی وصل کی یہ دل | جی ہی اس سے اسیر آب و گل

سب محافے بین اُسکو کرکے سوار — ساتھ دی ایک دایۂ غدار
پار دریا کے جلد رخصت کی — اس طرح فکر رفع تہمت کی
گھر تھا اک آشنا کا مد نگاہ — وان ہو روپوش تا یہ غیرت ماہ
ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع — نور افزاے خانہ ہون جون شمع
گھر سے باہر محافہ جب نکلا — اس جوان پاس ہوکے تب نکلا
طپش دل سے ہوکے یہ آگاہ — ہو لیا ساتھ اُسکے بھر کر آہ
وان کے رہنے سے اُسکو کام نتھا — وہ گلے اُسکا کچھ مقام نتھا
جس سے جی کو کمال ہو اُلفت — جس سے دلکی درست ہو نسبت
جنبش اُسکی پلک کو گردان ہو — دل مین یان کاوش نمایان ہو
وان اگر ہو شکست کا سو باب — یان رگ جان کو ہووے پیچ وتاب
وان اگر پاؤن مین لگے ہی خار — دل سے یان سر نکالی ہی یکبار
یار کو درد چشم گر ہووے — چشم عاشق لہو مین تر ہووے
چاک دامن ہین وان بے زینت — یان گریبان ہی چاک گل کی صفت
وان دہن تنگ یان ہی دلتنگی — حسن اور عشق مین ہی یکرنگی
دست افشان وہ یا پا کوبان یہ — تھا محافے کے ساتھ گرم رہ

ناز و خوبی نے دل دیا نہ تجھے — رحم سے آشنا کیا نہ مجھے

اب تغافل نہ کر تلطف کر — حال پر میرے ٹک تاسف کر

گوش زد دایہ کے ہوئے یہ سخن — تھے وہ استاد کار حیلہ و فن

پاس اسکو بلا تسلی کی — وعدہ وصل سے تشفی دی

کاے ستم دیدۂ غم دودی — ہو چکا اب زمانہ مہجوری

زار نالے نہ کر شکیبا ہو — عشق کا راز تا نہ رسوا ہو

دل قوی رکھ نہ جی کو کاہش دے — چل کوئی دم کو داد خواہش لے

سخت دل تنگ تھی یہ غیرت ماہ — قطع تجھ بن نہو سکے تھی راہ

گرچہ یہ حسن اتفاق سے ہی — اسکی بھی جذب اشتیاق سے ہی

ترے آنے سے دل کشادہ ہوا — تشنہ دوستی زیادہ ہوا

بزم عشرت کرینگے باہم ساز — ہوجیو تو اب اپنے دوست کا دمساز

دیکر اسکو فریب ساتھ لیا — دل عاشق کو اپنے ہاتھ لیا

لیک در پردہ اُن نے یہ ٹھانی — کیجے اس سے خصمی جانی

یہ تو دل تفتہ محبت تھا — سخت دار فتۂ محبت تھا

وقت نزدیک تھا جو آپہونچا — تا سر آب پا بپا پہونچا

بے خبر کار عشق کی تہ سے — جست کی اُن نے اپنی جاگہ سے

تھا سفینے مین پاکر دریا مین — موج زنجیر ہو گئی پا مین

کھچ گیا قعر کو یہ گوہر ناب — تھی کشش عشق کی مگر تہ آب

کہتے ہین ڈوبے آپ چھلتے ہین — ڈوبے ایسے کوئی نکلتے ہین

ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے — غرق دریاے عشق کیا نکلے

عشق نے آہ کھو دیا اُسکو — آخر آخر ڈبو دیا اُسکو

جبکہ دریا مین ڈوب کر وہ جوان — کھو گیا گوہر گرامی جان

دایہ حیلہ گر ہوئی دلشاد — وان سے کشتی چلی برنگ بلو

خار خار دلی سے فارغ ہو — لیگئی پار اُس گل نو کو

یہ نہ سمجھی کہ عشق آفت ہے — فتنہ سازی مین اک قیامت ہے

خاک ہو کیون نہ عاشق بیدل — کام سے اپنے یہ نہین غافل

وصل جیتے نہو میسر اگر — لاوے معشوق کو یہ تربت پر

یان سے عاشق اگر گئے ناشاد — خاک خوبان بھی ان نے کی برباد

قصہ کوتاہ بعد ایک ہفتہ — آئی وہ رشک مہ زخود رفتہ

کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ — ہو گیا غرق وہ فرومایہ

جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہی — عاقبت اسکو مار رکھتا ہی
جذب سے اپنے جب کری ہی کام — عاشق مردہ سے بھی لے ہی کام
صبح گاہان وہ غیرت خورشید — اس جگہ سے روان ہوئی نومید
پہونچے نصف النہار دریا پر — روئی بے اختیار دریا پر
حد سے افزون جو بیقرار ہوئی — دایہ کشتی مین لے سوار ہوئی
حرف زن یون ہوئی کہ ای دایہ — یان گرا تھا کہان وہ کم مایہ
موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش — تھا تلاطم سے کسطرف پر جوش
مجکو آیا نظر کہان آکر — پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جا کر
مجکو دیجیو نشان اُس جا کا — مین بھی دیکھون خروش دریا کا
ہون مین نا آشنائے سیر آب — نا شناسائے موجہ و گرداب
لجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہین — گھر مین ہم نام سنتے رہتے ہین
ہین میسر کہان یہ سیر عبور — اتفاقی ہین اسطرح کے امور
مکر مین گرچہ دایہ تھی کامل — لیک تہ سے سخن کے تھی غافل
یہ نہ سمجھی کہ ہی فریب عشق — ہی یہ مہ پارہ ناشکیب عشق
بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف — یان ہوا تھا وہ ماجرائے شگرف

| | |
|---|---|
| جالداروں سے سب نے کام لیا | آخر ان کو اسیر دام کیا |
| نکلے باہر دلے موے نکلے | دونوں دست و بغل ہوئے نکلے |
| ربط چسپاں بہم ہویدا تھا | مرگئے پر بھی شوق پیدا تھا |
| ایک کا ہاتھ ایک کے بالیں | ایک کے لب سے ایک کو تسکیں |
| جو نظر ان کو آن کرتے تھے | ایک قالب گمان کرتے تھے |
| کیا لکھوں مل رہے وہ وصل وار | ہمدگر سے جدا ہوئے دشوار |
| کیوں نہ دشوار ہو انکا فصل | جان دیدے ہوا ہو جنکا وصل |
| حیرت کار عشق سے مردم | شکل تصویر آپ میں تھے گم |

**مقولہ شاعر**

| | |
|---|---|
| میر اب شاعری کو کر موقوف | عشق ہے ایک فتنۂ معروف |
| قدرت اپنی جہاں دکھاتا ہے | اسے جو تو کہے سو آتا ہے |
| کتنی وسعت تری بیانیں ہے | کتنی طاقت تری زبانیں ہے |

لب پہ اب حرف خامشی بہتر
یاں سخن کی فرامشی بہتر

**تمام شد**

اگر ٹک بھی اٹکا تو مارا گیا / پڑے سیکڑون پھاند چارا گیا

دگر سرکشی سے کی استادگی / تو پیش آئی اک طرفہ افتادگی

پہاڑ ایک ہاتھی مقابل ہوا / بزور آمد و شد کا حائل ہوا

جھٹے دونون وہ دیو میدان مین / اٹھا شور محشر بیابان مین

جہان دونون فیلونکی تھی سرزنی / شتر مرغ سے دان نہ ہو پرزنی

جو اس مار کھانے پہ اکڑا رہا / کئے روز رسون سے جکڑا رہا

رہے کسطرح پھٹ گیا تھا جگر / ہوا دوپہر مین لہو موت کر

مگر سرکشی سے نہ اپنی ہٹا / نہ میدانمین ٹک وہا ٹک گھٹا

اشارہ ہوا اسکے چورنگ کا / سبھون کو ارادہ ہوا جنگ کا

برسنے لگا مینھ تیرون کا زور / ہوا فیل یاران کا جنگل مین شور

لگی پڑنے بجلی سی تیغ سیاہ / پریشان ہوا جیسے ابر سیاہ

نہایت وہ ہاتھی ہوا لخت لخت / گرا یون کہ جیون پارۂ کوہ سخت

رکھا لا کے لشکر مین آنا براہ / سر اسکا کٹا لاکے برج سیاہ

رہے کہتے اس دن عجب سب ہی یہ / سر فیل ہے یا سر شب ہے یہ

اگر دیو ہین سرگرانی کے ساتھ / نہ اس تیرگی دکلانی کے ساتھ

ہوا حائل راہ بحرِ عمیق — کہ ہو وہم ساحل پہ جسکے غریق
قریب آکے اُتری یہ فائف تھی فوج — کہ ہنڈول اُٹھتی تھی ہر ایک موج
مہیب اور آلودہ خاک آب — بعینہ پھٹی آنکھ تھا ہر حباب
غضب لجہ خیزے بلا جوش پر — تلاطم قیامت لئے دوش پر
چلے بس تو کچھ کوئی چارہ کرے — مگر دیکھ ہی کر کنارہ کرے
تردد مین ہر اک کے ہون کیونکہ پا — کنارہ پہ سرگشتہ گرداب وا
روان آب ایسی روانی کی تھی — کہ جو رفتگی ہو جوانی کے ساتھ
لگے پانون جلنے جہان شور تھا — کہ کم آب مین بھی بڑا زور تھا
تامل سے اقبال نواب دیکھ — توقف کیا پہلے تو آب دیکھ
پھر اُس پار جا کر اشارہ کیا — کہ لشکر نے وہین گذارا کیا
شباشب اترنے لگے لشکری — نہ جوش آب کا وہ نہ دلیری رہی
وہ سوتا جگاتا تھا جس کا خطر — اُٹھا شور سی فوج کے چونک کر
نشہ اسکے سر سے اتر سا گیا — چڑھائی سے لشکر کے ڈر سا گیا
کچھ اک نادین لے کچھ شجر کاٹ کر — شتابی سے دریا کتین پاٹ کر
اُترنے لگا لشکرِ بیکران — گران ناگران تھا یہ محشر عیان

## باز قدم رنجه فرمودن آصف الدوله بهادر روز دیگر براے شکار

چلا پھر بھی نواب گردون شکار | اسد باؤ کے گھوڑی پر ہو سوار
روانہ ہوئی فوج دریا مثال | نہنگون کی اب کھینچی جاویگی کھال
گیا شور تا آسمان برین | ہوئی گرد افواج گردون قرین
زمین ہو گئی پای خوف و خطر | فلک کو لگے دیکھنے شیر نر
چڑھا بسکہ دریاے فوج گران | اُتر ہاتھیون کی گئین مستیان
دبے چپ لگا چھپنے ططیرو نکی چال | پریشان ہی گرگ بغیں زن کا حال
پلنگون نے کہسار سے راہ لی | نہنگون نے دریا کی جا تھاہ لی
بچیرے جو تھے دام سے چھاگئے | کشف نیچے ڈھالون کی گھبرا گئے
درندے پرندے چرندے کھپے | گزندون کے منھ گرد نیچے ڈھپے
تلف جانور ہین جہان کے تہان | گوزن اور گور اور آہو کہان
رہے گور ریک شاخ و یکسو غزال | تزلزل مین ہین کیا شجر کیا نہال
شغال اور روباہ و خرگوش سے | نہین بحث کچھ یہ ہین بیہوش سے

محیط آبگیرون کی تھے مردکار ۔ ہوئے مالک بحر ان چندین ہزار
بہت دام پانیکے جانب جھکے ۔ کھڑے رہ گئے رود کیا کیا رُکے
ٹھٹک سوس گھڑیال دہ رہ گئی ۔ مگر مچھ بجانے کدھر بہ گئے
یہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہی ۔ تمام اُنکے لو ہوسی سُرخ آب ہی
عجب روغن ناز ملتے تھے یار ۔ کہ قاز و نکو لیتے ہوا مین سما
منگاتے تھے بطخ کی چربی لطیف ۔ سو وہ چربی اب چھینکدین ہین حریف
ہوئے کتنے اقسام ماہی شکار ۔ نہ آوے قسم کھائی بن اعتبار
مگر مرگ ماہی تھی جانونکی بیچ ۔ کہ یون مچھلیان سب نکالین اُلیچ
نہ ارنب ہی جنگل مین نہ سوسما ۔ کوئی بد دہی کیا کھاوی پروردگار
کلنگون کی اُلٹی گئی صف کی صف ۔ ہوئی بیچ مین قرقری تھی تلف
نہ جیبے گئے سبزہ کھا کھا کی چیت ۔ بٹر ویسے ہے آئے کھیتونمین گھیت
ٹیٹر اور تیتر کا ہے کیا شمار ۔ کہ باز آگئے جرے کرتے شکار
ہوا زرد سبزک بہت دلمین ڈر ۔ نمدمو ہوا گردسے شانہ سر
خطرناک تھا دشت کیا کہئے مور ۔ دبا یون بھرے جیسے دیتا ہی چور
نہ پاڑھا نہ نیلا نہ چیتل کوئی ۔ نیونگین جو دون تھر گیا جل کوئی

نہ پر تھا نہ پرزا نہ بازو نہ پا — کنھوں نے کبھی پوچھا نہ یوں تھا کیا

نہ زردی کو دیکھا نہ پایا کبود — نکالا ہے لوگوں نے پانی سو دود

سپہ کی بلا ترک تازی رہے — نہ سارس کی وہ سرفرازی رہے

کماندار مردم سے چارہ گیا — کسو کھیت پہ مفت مارا گیا

نہ جو فیل وحشی کی مستی گئی — وہیں مٹ گیا اسکی ہستی گئی

سنا تو لگی تو سو نیہ پھرپٹ گیا — وہ کوہ گران سنگ سا چھٹ گیا

بہت جانور چھوڑ آ گھر گئے — لگے دو دن بہت جل گئے مر گئے

اگر بن ہے گویا بنا ہے اُسے — کرے قصد وانکا تو کیونکر گھسے

مگر زور سے کم نکلتا ہے کام — بہت رنج کھینچے سے چلتا ہے گام

خریدار دستار سر خار بن — زمین پر رکھو پانون کانٹوں کو چن

کئی گام یوں راہ چلنا پڑے — پھر اُس وانگہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پر خار ہے — کہیں جھاڑ بوٹا کہیں خار ہے

اگر اس میں پانی نظر پڑ گیا — کنارہ پہ اسکے یہ چڑھ کر گیا

ہوا حال اپنا پریشان بہت — پھرے مضطرب اور حیران بہت

ترائی جو وان سے گذرنا ہوا — کناروں کے سر چڑھا اترنا ہوا

قنات اور تنبو سب سب گئے
کھڑے تھے جو کندلے اتر سب گئے

بھرا پانی لشکر مین پھیلا ہوا
اگر فرش بستر تھا بھیلا ہوا

ہوا سرد از بس ہوئی ایکبار
کلیجون کے ہوتی تھی برچھی سی پار

پھرے باد سے لوگ منھ ڈھانپتے
جگر چھپا تیو نمین رہے کانپتے

رہا ایسی سردی مین کید ھر شکار
ہوے لوگ خیمونکے اندر شکار

بہت پر جب جی کو تجنے لگے
جوانون کے بھی دانت بجنے لگے

تہ تیغ خورشید پنہان ہوا
ندیکھا مگر روے جانان ہوا

بہت اسپ اشتر موے یا نوٹ بیٹھ گئے
نکالا انھین خیمہ گھہ سی گھسیٹ

غزل میر یان کوئی موزون کرو
تامل کرو دل جگر خون کرو

## غزل

وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو
انداز یک نگاہ سے مارا ہزار کو

چلنا پڑے ہے رکھکے قدم تیغ تیز پر
کس ڈھب سے کاٹین اس رہِ مشکل گذار کو

اڑنے لگے ہے باد مین تو جا بجا ہے پھر
خجلت ہے اسکے زلف مین ہے تیر مار کو

سو بار منھ چڑھاتے ہو کچھ بولتے نہین
یہ بات کیا چڑھو ہو کہے اپنے یار کو

آتا نہین نظر کہ حصولِ امید ہو
کیا تھام تھام رکھئے دلِ بیقرار کو

شغال اور خرگوش ہم روبہا
شکاری سگون نے کیئے نوش جان

ہوا یہ جو تھے مرغ پرواز مین
گرہ سے گرے دن ایک آواز مین

بہت جانور کھا گئے کر کباب
ہوئے آشیانے ہزارون خراب

حواصل تھا کیا جو کہون تھا کہین
کہ تعداد کشتون کی پاتے نہین

بہت مضطرب جھکیتو نمین پھرے
سلامت نہ آخر گئے بر سرے

اظفون ہی مین سیمرغ بھی تھا مگر
کہ پر مارتا ہے نہین کوہ پر

نہین فیل مرغ اور شتر مرغ اب
کہ بعضونکی طعمون کے کام آئے سب

کسو نمین تھے نیستان اور کانس
چلے راہ وان لے نسکتے تھے سانس

برس مینھ دو دن نہین کھل بھی گیا
ولیکن ہے کہرا لطیفہ نیا

کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دود
ہوئے ہونٹھ سرسی سبکے کبود

بلا دھوم سے کوئی گھبرا پڑے
جنھین دیکھو وے کانپتے ہین کھڑے

ہوا سرد ہو کر گئی جان مار
اٹھایا بڑا لطف سیر و شکار

دل اس دود تیرہ سے گھبرا گیا
کہین آگ دیکھے تو جی آگیا

یہی حال تھی ایک دو چار کوس
ہوا ٹھنڈ ٹھنڈی پڑی ایسی اُس

کسو کوہ کے پاس نکلی جو راہ
کئی کوہ کی تیغ تک کم نگاہ

نکلتا ہوا کھینچ کر یہ عذاب / ملا بنتیرا ایک تہ در آب

رواں تھا کسو کیطرف تند و تیز / ہوا اسکے چلنے کی تھی پیش خیز

حبابیہ اسکا چشمک زناں موج پر / کہ یوں گزر جاتے ہیں اہل نظر

طلبگار کرتے نہیں سادگی / نہو جون گہر لیسے استادگی

کنارے پہ اسکے اترنا ہوا / دوبالا ہوئی ٹھنڈ مرنا ہوا

نہ رکھتے تھے جوں رند مفلس لباس / نہ اُنسے ہوا اپنے جامہ کا پاس

غزل کہنے کی یہ بھی جا خوب ہے / جو اچھی ہو موزوں تو کیا خوب ہے

## غزل

حیف اس شکار بستہ کو ہمسے خبر نہیں / ہم ہیں شکار خستہ ہماری جگر نہیں

ہم خاک منہ سے ملکے پھرے جیسے آرسی / افسوس ہے کہ ہو دل پارہ ادھر نہیں

آنکھیں نکال اسکی قدم کے تلے رکھیں / تو بھی ہماری حال پہ اسکو نظر نہیں

کیا کیجیے جو نہ کیجیے انداز دام کا / گلزار کے تو قابل پرواز پر نہیں

نکلے پڑی ہے میان ہی کا ہیکو گھڑی / لاگ اسکی تیغ تیز کو ہمسے اگر نہیں

سر رکھ کے اسکے تیغ تلے مر گئے شتاب / یاں پاؤں پیٹ پیٹ کے آئے اگر نہیں

آنکھیں ہیں اسکی راہ پہ جوں نقش پا ہزار / پر میر اسکو کچھ بھی سر سیر و سفر نہیں

دل اپنا ہے لطف سخن کا امیر

غزل

قریب ایک ٹیلا پہاڑی تھی وان
لگا اُس سے کم کم تھا آب روان

پہاڑی کہ تودا کہون خاک کا
کہ انبار تھا خار و خاشاک کا

محاذی تھا اُس کوہ کے ایک دشت
کہ دشوار تھا اسمین آدم کا گشت

ہوا بد بہت اور پانی سے لگے
قدم راہ چلتے ہوے ڈگمگے

چلے پاؤ تو ایک موحش ہی شور
رکھے پانون دامن کو کھینچے بزور

فقط خار بن کیا کپڑ پہاڑ تھا
کہ بوٹا بھی وان جھاڑ جھنکار تھا

چلو ہے چلو ہے یہ چلتے نہین
کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہین

نہ ٹوٹین نہ سر کینچ کا ٹوکیٹین
مگر پچھلے پانون ہی رہرو ہٹین

کہین ہاتھی آیا ہے بھُبر کا ہی اونٹ
کھڑے لوگ پیتے ہین لوہو کر گھونٹ

کہین ہیںگے انفا رہسر گرم جنگ
کرے ٹٹو پہ تل کا عرصہ ہے تنگ

قیامت نمودار ہر ہر قدم
چلے کوئی کیا رکھ کے سر پر قدم

کہین بچ کے نکلے کہین جھپک چلے
کہین مضطرب تھے کہین رُک چلے

اسی طور منزل کو کر قطع راہ
پہنچتے وہی ہسم بحال تباہ

شجر جمع تھے کچھ تر کوہ بھی
فرود آیا اسجا پہ انبوہ بھی

زمین اونچی نیچی خشونت بہت
اسی سے تھی وان کم سکونت بہت

کہین بید کے برگ خنجر گزار — کہین پا نہ رکھنے دین سر تیز خار

تنک دو درختون کے اودھر ہوکے — نیستان پھرتے ہی پھرتے ہوے

اگر بید آئے تو بن بید پات — نہ آئی نظر دور تک راہ صاف

اگر بانس تھے وان تو تھے دشت دشت — کہ دشوار تھا دو قدم کا بھی گشت

ہمین چار نالے اُترنے پڑے — کنارے پہ دو دو گھڑی تھے کھڑے

رہا ہر قدم گرنے ہی کا خطر — چلے دو قدم راہ پائے اگر

بہت لوگ دشت و قلم کو گئے — بہت اسپ و اشتر عدم کو گئے

لگے ہاتھ فیلان وحشی کی راہ — ولے ڈر نہ ہو فیل کوئی سیاہ

نہ ہاتھی ملا کوئی بار نہ شیر — ہوئی خیر گو طے ہوئی راہ دیر

شجر سر کشیدہ بہت کیا کہون — جو دیکھون تو پگڑی سنبھالے رہون

چنار اُن درختون کے تھے پائمال — سفیدار رکھتے تھے حسن نہال

اگر کوئی دریا چہ آتا ہے بیچ — تو لوگون کی روندونسی ہوتا ہے کیچ

تل کوہ رفعت نمودار ہو — گیا آمد و شد مین ہموار ہو

کوئی گل زمین آئے ایسی نظر — کہ عالم نے اودھر لگائے نظر

کہین سبزۂ تر سے جی جا لگے — کہین سرسون پھولونکی ٹھیکے لگے

غزل

غرض ہی وزیر جان ارجمند / رئیس کلان کار عالم پسند



ہوا خیمہ ایستادہ ایسی جگہہ / کہ آنے لگے دیو وانسے نگہہ

رواں دو طرف اسکے ایک آب کم / کہ دل کا لئے جائے سب ننگ غم

جہاں تک نظر کیجیے مد نظر / ہوا سوج زن کوہ کے تا کمر

نظر والونکے جی بھی ڈھلنے لگے / گرفتہ دل اس جائے کھلنے لگے

وہ پانی چلا وانسے دریا ہوا / رواں گرم تر سوے صحرا ہوا

بہا دامن کوہ میں سنگ پر / کیا سنگریزونکو بھی رنگ پر

کہ لوگ انکو ہاتھوں نہیں رکھنے لگے / جواہر کے رنگوں پہ کہنے لگے

کرارون کا کیا عظم کیجیے بیان / برابر کھڑے تھے وہ کوہ گراں

انھیں میں سے تھی راہ اس آب کی / وہیں بھیڑ رہتی تھی احباب کی

ہوئے دامن کوہ میں کچھ مقام / سفر کی بھی مدت ہو شاید تمام

کوئی روز گھاٹی کی بھی سیر ہے / سبھونکے ہے معلوم پھر خیر ہے

جو اسمیں کسو سیر کا دیں نشان / نظر آئے یا کوئی پیل دمان

تو اور ایکدو دن کی ہوتی ہے دیر / وہ ہاتھی بندہ ہی کہیے گا یا وہ شیر

شکار ایسا دیکھا ہو اس یار کا / کہ جھاڑا ہوا دشت کہسار کا

کوئی دیکھے کب تک پہاڑ اور جھاڑ / ٹلے چھاتی پر سے کہیں یہ پہاڑ

| | |
|---|---|
| ہمین سے کیا وہ جادوگر بنولسا | کہو دشمن نے اسکا منہ کیا بند |
| نہین تھمتا ہے اب پلکون سے رونا | بہت خاشاک سے دریا رہا بند |
| ہمین منظور ہر صورت مین ہو دید | کھلی ہو چشم جون آئینہ پابند |
| نہین کام آتی اتنی تیز گامی | سمندِ عمر ہوتا کاش جا بند |
| زبردستون کی کشتی ہو گئی پاک | نکالا عشق زور آور نے کیا بند |

یہی انداز باندھو ہین یہی ناز
قیامت میر صاحب ہین اہا بند

## شکار نامہ

| | |
|---|---|
| کمر رہے نواب کو قصد صید | بیابان پہنا دراب ہو نکے قید |
| روان بحر لشکر ہوا موج موج | گئی چشم خورشید تک گرد فوج |
| بحار و صحاری پہ ہے عرصہ تنگ | مگر یان سراسیمہ ہین وان پلنگ |
| بہن بیٹھے ہین شیر ببری لباس | کمرین لوگ شاید فقیری لباس |
| چکارے ہرن دونون اندیشہ مند | دلون مین ہراس کمان و کمند |
| کہین گرگِ وادی کو فکر گریز | نظر اید ہر ادھر کرے تیز تیز |
| نہو کیمن ہے آشوب کو ہو نہین ڈر | بیابان وطن سارے گرم سفر |

۵۵۳

| نہین آتے کوہ شمالی کے پاس | نشتر مرغ سیمرغ از بس ہراس |
|---|---|

غزل کہ کہ ہے میر لطف ہوا
بیابان خوش آیند و خوش فضا

| | |
|---|---|
| سرگرم جلوہ دیکھو پہلو مین یار بھی ہی | سبزہ ہی آبجو ہے فصل بہار بھی ہے |
| آنکھین دکھاتی ہین تجہ کو نہین پیار بھی ہی | یہ تو نہین کہ ہمہ ہر مرہی بیدماغی |
| پر ہم بغل ہی بلبل اسکو قرار بھی ہی | گل ہمکنا رہوگا ہنس کر کبھو چمن مین |
| کچھ اضطراب بھی ہے کچھ انتظار بھی ہی | ہوئے عدہ گاہ مین تو مین بھی جاتا لیکن |
| دریا کی سیر بھی ہی بوس و کنار بھی ہی | جون موج ہم بغل ہون نایاب اس گہر سے |
| کہنے کو کہتے ہین تو کچھ اختیار بھی ہی | ہم جبر یون ہی کیا ہو بیدست و پا و عاجز |
| شمع و چراغ و شعلہ برق و شرار بھی ہی | کون اس بھبوکے سا ہی دیکھو نہ ٹک ٹھہرو تم |
| مشکل گذر ہے رستہ گرد و غبار بھی ہی | جانا مسلم آیا اس خاکدان سی گو پھر |

دل تنگ میر کیون ہی ہمرہ وزیر کی تو
دریا فضا ہوا ہے سیر و شکار بھی ہی

| | |
|---|---|
| کہ منہ پر تھا خورشید آئینہ دار | اٹھا فوج مین سے یہ گرد و غبار |
| سماں شب کا رکھتا تھا ملک شام | فلک کہری سے تھا دھوان سا تمام |

بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر — بہت آئے لشکر مین ہو کر اسیر

لدے ہاتھیو نپر جو ہو کر شکار — مین ہون پوچھ سو پشت نیلا نگار

کئے گم ہو گینڈے نے اپنے حواس — کھڑا ہو رہا آکے بھینسون کی پاس

کہ بھینس اسکو بھی جان کر شکری — چلے جائین صرصر نمط سر سری

نہ چھوڑا ہے طیر ایک عصفور تک — نہ وحشی گئے اور لنگور تک

لگی جاکے شاہین دستور یون — پڑے بکریو نمین کہین گرگ جیون

کلنگ ایسے بازو نسے آئے ستوہ — کہ کابل سے آگے گئے صد گروہ

نہین فوج سرزن نہ اہل فرنگ — ہوئے قید باصید کیا سید رنگ

غضب کر گئے جرے جواب کے — اڑا کھا گئے خیل سرخاب کے

نہ لگ لگ نہ تیتر رہا دشت مین — نہ غمخوار اک آیا نظر کشت مین

سبھون مین جو تھی قاز و سارس سرس — ہوئے صید یون جن پہ آیا ترس

جو صل کو ہوتا اگر حوصلہ — تو کرتا نہ کھیتون مین ہو ولہ

کہین سارے طاؤس مرتی گئے — ادھر لوگ افسوس کرتے رہی

کہین جی اٹھے تھے زمین لیعد مرگ — نہان اسکے خوش قد بسیار برگ

نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھے — نظر جاے جس جاتلک سبز تھے

چلے ہر طرف اب جو آگر تفنگ
نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ

لگی آگ جنگل مین جارا گیا
بن آئی نہ کچھ مفت مارا گیا

ہوا چہرہ کوئی تو جون شیر سنگ
نہ شیری دلیری نہ چہرہ پہ رنگ

لگی گولی پڑنے نہ پھر چل سکا
نہ جا گہہ سے آگسا نہ ٹک ہل سکا

چلے ہم جو بہراج سے پیشتر
ہو نحر صید دریا کے وان بیشتر

کھرے فرط ہی سی تو دیہات شہر
کہے تو کہ سوتے رہی رود و نہر

گھسے گولیون سے مگر بیشمار
رہی سونس گھڑیال چندین ہزار

جو کچھ زخم پانی مین لیکر گئے
وہین ہو کے ناسور مر مر گئے

لگا کہنے باخا سر اپنا جھکا
کہ پانی تو جالون سی سارا رکا

اگر جائے تہ کو دہس جائے
وگر گاڑئے سر تو پھنس جائے

عجب مخمصہ ہے بچے کیونکہ جان
یہی موت ہی سو جھتی ہے ندان

جواب اسکا گھڑیال زیون تھ یا
گھڑی ایک دو کا ہے قصہ رہا

پڑی سر پہ بجتی ہے فرصت نہین
پھر اسکو کھینچتے ہین اب کیا کہین

تحمل ہو کچھ بھی تو تدبیر ہے
کرین کیا اگر یو نہین تقدیر ہے

کوئی دشت قید شت نے نزار تھا
رکھو وان قدم پانون انکار تھا

کون تھا ایسا تمام تھا استاد فن عیاری کا | آتے سن مین جتنی مجکو ایسی سیکھائی ہین

میر مقدم آدمی ہین تھے سجہ بکف میخانے مین
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھو کیا شرمائے ہین

کیا ایک نالے سی ہمنے گذر
ہوئی قائم اس جا یہ حشر دگر

اگرچہ گاڑی چھکڑے تو پیادہ سوار
کہ مقصد تھا سب کا عبور ایک بار

گذارا جو فیلون کا بھلا ہوا
ملا خاک مین آب چہلا ہوا

کمر تک لگے پھنسنے لدے بیچ
کہ تا ڈگا پانی تھا یکدست کیچ

پھنسے گاؤ اشتر گری بار خر
ہوئی سب پہ تستر بھی زیر و زبر

اگرچند باندھے تھے وہ ہم زمام
ہوئے ایک ریلے مین وہ نون تمام

نہ دیکھی تھی آگے کبھو سیہ مین
ولیکن خدا نے اوتارا ہمین

سلامت لے ہا اپنا اسباب سب
رہے لوگ لشکر کو کرتے عجب

چلے والنے آگے نبڈیلی ملا
کیا ان نے ایک ایک کو دولا

عجب راہ پر خوف مشکل گذار
نہ ہوتی تھے معلوم ہاتھی سوار

خطر شیر کا شور نبگاہ کا
عجب ان کے جانے کا غم راہ کا

کہ جاؤ زمین کچھ ہویدا نہ تھی
کہین اسمین پگڈنڈی پیدا تھی

روتا ہوں کیونکہ ہے یہ قصد رسیدہ پیچھے
جو نقش روزگار سے صفحے سے محو ہو
ہستی مری کہ بیچ تھی میں منقول رہا

چون ابر میرے دل پہ غم عشق چھا گیا
صورت پذیر پھر نہیں ہوتا سما گیا
اس شہر مرے بدان زمین میں سما گیا

داغ دلِ خراب جنھو نکو چلے ہیں میر
عشق اس خرابے میں بھی چراغ اک جلا گیا

چلے صبح کو دامن کوہ کو
تماشا کنان فوج انبوہ کو

درختوں نہیں چلنا تو دشوار تھا
ورے راستہ بھی قدم وار تھا

گذارا ہوا یو نہیں اک آدھ کوس
پہ ٹیلے پہ ہنگامہ آرا تھی اوس

نیستا نہیں چھپتا تھا گھوڑ سوار
اگر ہو تو وان شیر کا ہو شکار

نہ رہتے تھے سو شیر خستہ بھی وان
نہ ہاتھی کے پانوں کا پایا نشان

پہ ٹیلے سے کیلے کا جنگل ملا
پھر آ کر وہیں یہ جو جنگل ملا

عجب کشمکش درمیان آ گئی
بہیر اک بلا تھی جہان آ گئی

نہ ہلنے کی جاگہ نہ چلنے کو راہ
سر شیر کھڑے سب فیل سیاہ

خطر فیل وحشی کا ہر ہر قدم
گئے شیر کے ہر قدم پر قدم

کنار آب کے لوگ اترے تمام
ہوئے دامن کوہ میں کچھ مقام

۵۵۹

## غزل

مدد گار تھے حضرت نذر قیل — پکڑ لاتے تھے لوگ تب نذر قیل
بجیرہ نہ دریای اعظم سی کم — اٹھا کرتے تھے جسے نقطی بہم
ہر اک موج اسکی سمندر کی لہر — کنارے پہ گرداب غرقاب قہر
یہی جنگل اُس جھیل کے آس پاس — درختون کا انبوہ تھا کا اکاس
اسی بن مین شیر اور بوزہ پلنگ — اسی بن مین گور و گوزن ای رنگ
اسی بن میں ہاتھی وہین گرگدن — وہین فوج سرن اہین ہرن
اسی بن مین لنگور بندر رہے تھے — وہین ایک دہم قلندر رہے تھے
اسی بن مین پاڑھا وہین نیل گاؤ — اسی بن مین یہ صید بندی کا چاؤ
اسی بن مین تھے حضرت بو حمید — اسی بن مین لنسا سی انکو مرید
اسی بن مین تھے خوک جاموش تنگ — کیا اس سور بن نے لوگوں کو تنگ
اسی بن مین رہنا اسی بن مین راہ — وہین شام کا حسن لطف نگاہ
اسی بن مین وہ جھیل گہری بہت — ہوئے صید بری و بحری بہت
وہین مچھلی پیچتی تھی نہ مرغابی کی سیر — ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر
کہ اُس آب کا ہضم دشوار تھا — کہ جون آب شمشیر دم دار تھا
شغال اور خرگوش جیسے گئے — شکاری سگ انکو اچک لے گئے

| | |
|---|---|
| نوا رُتو کی سیر چمن ہر شام گہ | وہی سیر گاہ وہی دام گہ |
| وہین صید ہو مرغ و ماہی تمام | مقام ایسے ہووین تو کریں مقام |
| ہوا خیمہ آ کر جو نواب کا | فلک سا رہا تھا فرق آب کا |
| ہوا ہوتا دان کا شن دو آبہ زر | ہوے جیسے شالیسہ شیر نر |
| عجب ہے کی روشنی عجب | کہ دین چھوڑنا دین ٹھہر کو سب |
| جدا ہوویں تو غنچہ غنچہ چراغ | ملے جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ |
| دری روشنی شعلہ انگیز ناز | پڑی سطح پانی کا آئینہ وار |
| ہوئین کشتیاں کچھ دری کے پرے | چراغون سے موجونکو جو بھر |
| حبابون کی تھی جو چراغونکی تاب | حبابی تھا آئینہ سطح آب |
| نمودار چرخ پر انجم تھی شب | دیون سے وہ پھیلاؤ پانی کا سب |
| غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ | لگا دی ہے گویا کہ پانی مین آگ |
| غزل میر کوئی کہا چاہیے | کسو تو زمین پر رہا چاہیے |

## غزل

| | |
|---|---|
| کب آویگا کیا جانئے وہ سرو قامت | ہمارے تو سر پر بھی ہے قیامت |
| نماز سفر ہے اشارت اسی سی | کہ تھوڑا بہت یان ہے وقت اقامت |

وجد مین لا تو مے پرستون کو — یاد دی ٹک بہر دستون کو
آؤ ساقی کہ روشنی ہے خوب — محو آرائش آج ہین محبوب
کاغذین باغ کیا تماشا ہے — پھول کترا کہ گل ترا شا ہے
گُلی نے شعلون کا ہون بندا — نور کا ماہ نے کیا چندا
شیشہ شیشہ شراب ہے درکا — صحبت عیش کو چھپکا کیا
لالہ رنگ رُخ نکویان کو — مایۂ ناز خوب رویان کو
اس پری کو نکال شیشے سے — رنگ مجلس مین ڈال شیشے سے
ہو لی سرمست ہو تماشائی — حکم کش ہے سپہر مینائی
چھوڑا مین بردباری کا — سیر کرنے ترک سواری کا
چل گلابی کو ہاتھ مین ڈلو — ایکدم جام متصل ہو لے
ہے سواری کی فیل کی وہ دھوم — جیسے بر بہار آوے جھوم
آئے دولت سرا سے ہو کر سوار — لعل ناب دو گہر مین نثار
اک مہابت کے ساتھ فیل نشان — آ گئے مانند کوہ زر کے روان
اور ہاتھی ہین جھومتے جاتے — جیسے آوین جوان مدماتے
جل زربفت کی ہے ساری شب — رشک انجم فلک ہین سب

| | |
|---|---|
| کبتک آئینے کا یہ حسن قبول | منھ ترا سطرف کبھو بھی ہو |
| ہو تیرا سا رنگ گل کا ہے | رکھیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو |
| ہے غرض عشق صرف ہو لیکن | شرط یہ ہے کہ جستجو بھی ہو |
| سرکشی گل کی خوش نہیں آتی | ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو |
| کسکو بلبل ہر دم کشی کا دماغ | ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو |

دل تمنا کدہ تو ہے پر میر
ہو تو اسکی ہے آرزو بھی ہو

تمام شد

## مثنوی در بیان مرغ بازان

| | |
|---|---|
| دلّی سے ہم جو لکھنؤ آئے | گرم پرخاش مرغ بان پائے |
| پر و پر زار و رست و یکساں ہے | مرغ تصویر کا بھی حیران ہے |
| مرغ ہے ایک ایک جیسے کلنگ | قاز و سارس سی شنگ جبکا ننگ |
| حوصلہ کسقدر حواصل کا | ذکر کیا گرگس تستر دل کا |
| لات کی گھات کر جو مڑ جاوے | سر طائر کا رنگ اڑ جاوے |

مرغ کا مرغ ہو وہی مرغ انداز
مرغ ایسا ہو تو بجا ہے ناز

یعنے اپنا حریف جب پاوے
پر ہلانے نہ دیوے کھا جاوے

سینہ کیا سینہ بال کیا پر بال
جیسے چشم خروس آنکھین لال

بازی بدبد کے جب لڑاتے ہین
کانٹے لوہو کے باندھ لاتے ہین

آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار
پھوٹا چھاتی مین ایک لگ کے دوار

ہاتھ جس مرغ باز کے تھا وہ
پانی کرنے لگا ترا گر وہ

کچھ تو ٹھہرا تو دم دیا اُن نے
تعبیہ کر کے رکھ لیا اُن نے

اور جو سست ہو ہوا ڈھیلا
دونون بازو کی پر دیے پھیلا

دم سے کیا ہو یہ بیدم و مجروح
قصد پرواز مین تھا مرغ روح

ہو چکا ہو چکا ہوا یہ شور
ڈھلکی گردن گیا وہ سارا زور

پھیلا پانی مین وہ غم جانسوز
دل زدہ پھر ہین مرغ دست آموز

جانور رنگ باختہ سب ہین
یعنی حیران باختہ سب ہین

مرغ قبلہ نما کو وحشت ہے
بال کھولے ہین پر نہ طاقت ہے

ورنہ اڑ کر کہین چلا جاتا
دیر اپنے مقام پر آتا

جیسے مشکل کو پالی کی ہے دھوم
گلیونمین روز حشر کا ہے ہجوم

بجا ہی کیا کوس رحلت مدام
کنھون نے نہ یکتا سنا یان مقام

یہ بیٹھے جو ہین سامنے ہین کہان
جہان جملہ ہی ایک بزم روان

جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش
یہ منزل نہین جائی بود او باش

گدا ہو کہ ہو شاہ عالی تبار
تہ خاک سب کا ہے دار القرار

نہ یک بوی خوش ہی ہوا ہو گئی
وہ رنگینی باغ کیا ہو گئی

ملے خاک ہین جھڑ کے گلہائی تر
پریشان ہوی مرغ گلشن کے پر

پتنگون نے گر خاک مسکن کیا
چراغون نے بھی خانہ روشن کیا

گئی خاک دامن فشانی کیساتھ
رہا آب سو بھی روانی کیساتھ

وہی راکھ ہو کر اگر آگ تھی
رکن ہے جہان باد کی لاگ تھی

نہ جدول رہیگی نہ سرو روان
گلستان کہان ہونگے ہو کا مکان

زمین کا رہیگا یہی کیا سبھاو
لپٹ جائینگے آسمان جیسے تاو

سکون یان کا دیکھا سراسر شتاب
چلے جاتے ہین کوہ جیسے سحاب

جہان ایک ماتم سرا ہے عجب
نہین جائی باش و رجا ہی عجب

بھلا جی کے جانے کا کیا ہے بیان
عیان ہی کہ کہتے ہین جانکو روان

جوانی گئی موسم شیب ہے
شہود ایک دو روز کو غیب ہے

کھڑے ہون تو تھرا ئے ران اور ساق
جبین بیٹھے کیونکر کہ جینا ہی شاق

جو یون پانون سے چلنے پھلتے رہے
تو دیکھو گے ہم پانسے چلتے رہے

اگر ضعف سے چپ ہی رہتے ہین ہم
یہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہین ہم

گئے ہین نہین اپنے ٹک پا و دست
کیا خاک مین مجکو پیری نے سخت

جو بازو ہین اپنے وہ بازو نہین
اگر منھ کو دیکھو تو وہ رو نہین

بدن کی ہوئی میری صورت ہی اور
وہ آنکھین نہین وہ نہ چتونکے طور

جسد نا توان جاے مہمان تنگ
سخن منھ پہ آوے تو وداعی کے رنگ

لبون پر نہایت ضعیف ایک آہ
در و بام پر حسرتون سے نگاہ

شکن جلد مین دل کو پژمردگی
عزیزی حرارت مین افسردگی

برودت بہت جسم مین آگئی
مزاجی تھی گرمی سو بجھا گئی

چھڑکتا ہون منھ پہ مین آب کاس
کہ ہوتا رہے روح کا انتعاش

وگرنہ دیا سا بجھا جائے ہے
پھر اوٹھ بیٹھون تو جی جلا جائے ہے

سیہ روی شب اک ستم کر گیا
لکھون کیا کہ مین جیتے جی مر گیا

تم رکھدے کہ میر ختم کلام
تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

**تمام شد**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مثنوی در بیان ہولی

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر
رنگ صحبت سی عجب ہین خرد و پیر

جشن نوروزی اہل ہند سب
یہی ہی تب محو عشرت بیٹھنگے اب

شیشہ شیشہ رنگ صرف دوستان
صحن دولت خانہ رشک بوستان

اس چمن سی باغ پر گل سرخ و زرد
نکہت گل جھاڑینگے وان آکی گرد

پھول گل آدین نظر دیکھو جدھر
لالہ و صد برگ سب باغ نظر

دستہ دستہ رنگ مین بھیگے جوان
جیسے گلدستے تھے جوئن پر روان

اُن دیونکی عکس سی ڈوبیگا آب
آئینہ کے سطح کی رکھتا تھا تاب

کشتیونمین جو دیے بھر کر چلے
پانی مین شعلونکے ریلے ہی چلے

منعکس تھی جو چراغان تہ تلک
آب کی وسعت تھی بر انجم فلک

کیا ہوائی چھوٹنے کا ہی بیان
ذو ذنب جیسے ستاری ہون عیان

جا ہی جبہی چھوڑنا ہی یا بو دونو
روشنان ذو ذوانب تھی نمود

گنج چھوٹے ایک سے وشن تھی جب
دو طرف جسطح سی جھڑتی ہی باڑ

اس روش سی تھے ستاری چھوٹتی
ناگہان جو ہو وین تاری ٹوٹتی

دیکھے جاتے تھے چراغان آئین
شعلہ تھے لہرن کی پیچ و تاب مین

ہر دو جانب چن گئے ناری انار
گلفشانی سے اُنھونکی تھی بہار

ماہتابی اک طرف سی جو دغی
چاند سا نکلا ہوے حیران سبھی

آفرین صناع لوگون آفرین
کیا لگایا باغ آکر کا غذین

گل کتر کر پھول گل ہی کر دیے
رنگ تازی کا غذونمین بھر دیے

متصل تو بین ستارونکی دغین
لوگونکی آنکھین فلک سے جا لگین

دیکھیان کیا کیا نہ شعلہ خیزیان
تھین ہوا مین سی ستارہ ریزیان

نذر کو نواب کے اہل فرنگ
لیکے آتش بازی آکی رنگ رنگ

مین پڑھین اسکے آگے شعر گہ — اپنے ہان گویا بز خفش ہو یہ

بکرون کی ڈاڑھی کٹتین جاتی ہین سب — بکہ ریشی بکری کی ہو بو العجب

رنگ سرسے پاؤن تک اسکو سیا — چکنے ایسے خستہ کم ٹھہرے نگاہ

چارلپتان اسکے آئے ویدمین — دو جہان ہوتی ہین ہین بیدمین

ایک مین انمین سے تھا مطلق نہ شیر — ایک کو کہتے ہین اندھو خر دو بیر

اسپہ کالے بکرے دو خیلا جنے — ناز نخرے سے رہی پھر اسمنے

چارہ میٹھے کھاتے اک انداز سے — دے سٹھیہ تو ہو ذ خوش اس ناز سے

دودھ ہو چھاتی مین تو بچا پئے — بیٹھا دیکھے اسطرف منھ کو کئے

بھوک سے گرم تظلم دے ہوے — اپنی شایان ترحم دیکھ ہوے

دودھ منگوایا کئے بازار سے — کچھ ہون سے دینا کیا انکار سے

گھاس دانہ یا سے کچھ کھانے لگے — گرتے پڑتے پاس بھی آنے لگے

پرورش سے حق کی بارے جی گئے — آب و دانہ دوڑ کر کھا پی گئے

اب جوانی پر جو ہین وہ شیر مست — کودتے ہین ہر زمان ہر دم ہو جست

مستی اپنی پلہ کرتی شاد ہین — عاقبت بکرے ہی کی اولاد ہین

زور و قوت حریفونکی ہین ڈینگ — آہوے جنگی کو دکھلاتی ہین سینگ

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مثنوی دیگر

چمن سے عنایت کے بادام وار — الٰہی زبان دے مجھے مغز دار
صفت عشق کی تا کروں میں بیان — رہوں عشق کہنے سو میں تر زبان
عجب عشق ہے مرد کار آمدہ — جہاں دونوں اسکے ہیں بیہودہ
جہاں جنگ صف کی یہ ظالم اٹھا — صف الٹی جہاں ایک مارا ٹھیرا
اگر لوگ مارے گئے سربسر — ہوئی فتح اسکی ہے یہ طرفہ تر
کوئی کشتنی جو طرف ہو گیا — تہ تیغ اسکے تلف ہو گیا
جہاں جس کسو سے اسے چاہ ہے — وہیں اسکے تا قتل ہمراہ ہے

محبت ہے نیرنگ ساز عجیب
فسانے ہین اسکے عجیب و غریب

کوئی عشق کرنا دھرا تھا دَرے
گئے میکدے سے بھی صوفی ہرے

نہ وان مکر و نے شید و طامات ہے
خرابات جانا کرامات ہے

کہین عشق نے آرزو کش کیے
گئے خوش جو عاشق سو ناخوش گئے

کہین سہل تر یار مرنے لگے
کہین لوگ دشوار مرنے لگے

کہین کام ان نے کیے ہین عجب
فسانہ ہوئی بزم عیش و طرب

کہین بادشہ اس سے درویش ہین
کہین اس سے درویش دلریش ہین

لیا کاہ کا کوہ سے کین کہین
ملائی کہین آسمان و زمین

کہین پڑ گئے اس سے فتنے فساد
رہی زیر شمشیر حد سے زیاد

یہ عالم کا آشوب ہر دہر ہے
مرا دو خطر گہ ہے اس شہر سے

ہوئے عشق مین نیک کیشان خراب
رہے دل شکستہ پریشان خراب

اٹھا عشق کا شور غزلت گزین
گئے دشت گردی کو کر ترک دین

ہوا عشق سے مجلس حال دہر
تواجد لگے کرنے شیخان شہر

کیا عشق مین ترک صوم و صلوٰۃ
گئے اہل مسجد سوے سومنات

مسلمان ہوے عشق مین برہمن
گئے کعبے کو چھوڑ دین کہن

تناسب بہت اسکے اعضا کو خوب
سراپا مین دیکھو تو ہر جا سی خوب

زبان نرم طالع وری بصلاح
نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح

خوش اندام خوش رو و پاکیزہ خو
کسو وقت رہتا نہ تھا بی وضو

جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف
لب سرخ پر دلبرن کا نہ حرف

حیا کو سیاہی سے پلکون کی راہ
نکلتی تھی باہر نہ گاہے نگاہ

بہت پاک دامن معیشت ہوئی
نظافت نزاہت مین شہرت ہوئی

کہ ناگاہ اس راہ پائین گئی
جیون پیر خدا جانے کیا بن گئی

جو انکی نظر شرمگین جا لڑی
وہ شرمائی آنکھ اسکے اوپر پڑی

یہ دل مستقل ناشکیبا ہوا
دل طرف ثانی بھی بیجا ہوا

حیا دار تھی زن گئی اپنے گھر
وفا دار تھا یہ رہا دیکھ کر

کیا چند شرط وفا ہی کا پاس
لگے رہنے دونون گھر دکان پاس

لگی وان ہندو زن آنے لگی
لیے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہین ہوئین ہمہ گر آشنا
محبت کا دونون نے پانی بھرا

یہی مدتون دیکھا دیکھی رہی
دلون کی کسو سے نہ ہرگز کہی

جیون مین شب و روز مرتے رہے
ولے پاس ظاہر کا کرتے رہے

کوئی طور ملنے کا ایجاد کر — نہ جو رحم سے ہو تو بیداد کر

پیام ایک کا یہ کہ ای بانوم — کہا اسکو محبت سی کچھ بھی ہے شرم

تن زار بیجان کیونکر جیے — جگر مین نہو خون تو کیا پیے

ملاقات کا رکھے کیونکر خیال — رہے کیونکہ جان نا امید وصال

اگر دیکھین آنکھین ہین دو اسطرف — وگر منھ ہمارا ہے سو اسطرف

اسے دیکھنا ہی ہے ارمان بھی — ادھر ہی چلی جاے ہے جان بھی

کہ اس سے کہ مرتے ہین تیرے لیئے — کیا عشق یا جرم ہمنے کیے

نہین ٹھہرا تا ترے بن ملے — لبون سے جگر تک بھرین مین گلے

کسوسے کسو سے نہو جائی لاگ — کہے تو لگائی ہے سینے مین آگ

کسو کا کسو کو نہ لگ جاے دل — کہ کہنا پڑے ہاے دل واے دل

کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن — کہ جانے الم ناک دیکھے نہان

کسو کے محبہ نہ کھل جایین بال — کہ ہو دل کے عقدونکی فی اشد مجال

کسو لالہ رخ کا نہ اٹھے نقاب — کہ ہون داغ دونون مہ و آفتاب

قد آرا نہو فتنہ در سر کوئی — کہ سر پر قیامت رکھے ہر کوئی

کسو کی نہ چاہے زنخ مین گرین — مبادا کہ وان سے نہ جیتے پھرین

ہوا تا کہان شوہر زن مریض
نہایت ہوئی تپ طویل و عریض

نشتت ہوا تپ کا دل کے تئین
کھنچے رفتہ رفتہ دق و سل کے تئین

نزاری سے دل ہوگیا زار تر
ہوا خشک ہوکر وہ بیمار تر

بدن کاہ سا رنگ کاہی ہوا
بہت حال اسکا تباہی ہوا

دموں پر بھی وہ رفتنی کم رہا
ٹھہر کر گئے دم ہوا ہوگیا

فنا یعنی طاری ہوئی ہوچکا
اسے دار و دستہ بہت رو چکا

جلانے کی طیاری کرنے چلے
چلی زن بھی تا ساتھ اسکے جلے

کھلی دعوی سوختن مین زبان
کیا پاس ظاہر سے نقصان جان

لگی جلنے چھوڑا نہ اصرار کو
خبر پہونچی یہ اس گرفتار کو

اٹھا وان سے بیتاب آیا چلا
اسے دیکھ جلتے بہت جی جلا

جھکا آگ کی اور کر اضطراب
کہ جی مین نہ طاقت تھی مطلق نہ تاب

لکھا ہمکو کیا کہتے ہو اسگھڑی
نظر اُسکی جلتے جو اُسپر پڑی

کہا آئے ہو تو چلے آؤ تم
شتابی کرو جو ہمین پاؤ تم

یہ بیتاب تھا آگ پر پھر پڑا
تنکا سا اُس آگ پر گر پڑا

لگے آتے تھے کتنے انفار ساتھ
وہین کھینچ لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ

گئے اسطرف لے جدھر تھی چلی — نظر کرتے تھے واقعی یہ یہی
ولے مالغیت کا کس کو جگر — کہ حیران سب رہ گئے دیکھ کر
ہوئی جاتے جاتے نظر سے نہان — گیا عشق کیا جانے لیکر کہان
بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ — کنھون نے نہ پایا نشان غیر داغ

نہ کر میر اب عشق کی گفتگو
قلم اور کاغذ کو رکھدے بھی تو

فسانے ہین اسکے ہزارون ہزار — یہی کشت و خون کا ہے یہ گرم کار
بہت خاک جل جل کے یان ہوگئے — سبے عشق مین جی بہت کھو گئے

غرض ایک ہی عشق بے خوف و باک
کئے دونون معشوق عاشق ہلاک

**تمام شد**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## مثنوی

آؤ ساقی شراب نوش کرین
شور سا ہی جہان مین جوش کرین

آؤ ساقی بہار پھر آئی
ہولی مین کتنی شادیان لائی

شادیان پر شگون سر انجام
کوچے سو شہر کے برابر ہین

دست دستور ہی جو زر افشان
پھر جہان کہن ہوا ہی جوان

دو نو رستے عمارت خوش ہی
تازہ کاری و شہر دلکش ہی

اور بازاری رنگ لائی ہین
سارے رنگین ستون لگائی ہین

کہین وہ جام مے سے ہون سرمست | جائینگے تھوڑی دور دست بدست
مچلے بن جائینگے کسو کو دیکھ | پھر آگے کسو کے رو کو دیکھ
اب گلابے کولین گے بھر بھر ہم | باقی ساقی پئین گے بھر کر ہم
کہین آرایش آکے دیکھین گے | کاغذین باغ جاکے دیکھین گے
کسو ہوش سے ہوونیگے گلبانگ | کھینچینگے اک ردوم کے اسکے ناز
آؤ ساقی مے دو آتشہ دے | اسی مے کا بغل مین شیشہ دے
گرم ہو جو دماغ انسان کا | لطف آوے نظر چراغان کا
جسطرف دیکھیے چراغان ہے | شیشہ و شمع ہی نمایان ہے
باغ سے روشنی ہوتی ہے پیدا | ہے یہ ہنگامہ تا جلال آباد
شمع و فانوس کا بہت ہے ہجوم | شمعے رنگون نے کر رکھی ہے دھوم
لوٹیے اُن گلون کی اب تو بہار | گو کسو کے گلے کا ہو جیسے ہار
اتبوا و دھم ہے مچگیا ہر سو | دارو پی کر پھرین چلین ہم تو
تارسیے ہین چراغ چار طرف | آسمان پر زمین رکھے ہے تمر
غنچہ غنچہ دیونکو دیکھین ہم ان | کسو نو گل سے رکھین صحبت ان
کہین نوبت کو چلکے سنئے گا | لے کے بجنے پہ سر کو دھنئے گا

دو طرف سیم بندی کردی ہے | سونے روپے سے راہ بھردی ہے

شمعین لاکھون کنول ہین ہین روشن | روز پھولا ہے کاغذی گلشن

واہ آتش زنان آتش دست | دارو پیکے بھی رہو کیسے مست

تو بہی کیا ڈھالین ہین ستارونکی | کھوئی رونق فلک کے تارون کی

تارے موقوف کچھ سما پہ نہین | تو بہین چھوٹین مگر ہوا پہ نہین

ماہ بھی چشم روشنی کیلیے | ہے چراغان ستارگان کیلیے

کنج چھوٹے ہین یا کہ ہار جھڑی | یا ہوائی ہے جگنیون کی چھڑی

گل فشان ہین پٹرین جو پھلجھڑیان | کھلتیان ہین دلونکی گلجھڑیان

چھوٹتے ہین انار مہتابی | رنگ ہین دلبرونکی مہتابی

باؤ سے دودئیے ہوئی گرم | دغین مہتابیان کہ نکلے جام

آؤ اے مطربان سیر آہنگ | ساتھ اپنے لیے رباب و چنگ

ہو غزل خوان بزم عیش و طرب | پر نکر یون خیال ترک ادب

منعقد مجلس شہانہ ہے | آدب آصف زمانہ ہے

آو ساقی مجھے قرابہ دے | در بغل شیشہ ساتھ اپنے لے

بحر بخشش کی لہرین اب آئین | زر و گوہر کی کشتیان لائین

غزل

بے گل رہے نہ یکدم بلبل کی آہ و نالے
محبوب سے کسو کو یارب نہو جدائی

گل تک ہنسا نہ مجھسی بلبل نہ بولی ہنسکر
کس کس کی بیدماغی پر یار مین اٹھائی

ہم بھی رہی ہوا وہ جبتک جوانی حال
کی عمر رفتنی نے یاری نہ بیوفائی

احوال زمانہ کی تو کیا جانین دلگی کو
لگتی ہے جسکے دلکو وہ جانتا ہے بھائی

ہے دامگاہ دنیا ہر جا فریب آمیز
دیتی نہین دکھائی اپنی مجھے رہائی

گذری جو کچھ سو گذری یاری مین لبرونکی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

## تمام شد

## مثنوی دیگر

اے جھوٹھ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے
شیوہ یہی سبھونکا یہی سب کا طور ہے

اے جھوٹھ تو شعار ہوا ساری خلق کا
کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل فقر کا

اے جھوٹھ تجھ سے ایک خرابی مین ہے شہر
ای جھوٹ تو غضب ہے قیامت ہے قہر ہے

اے جھوٹھ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
تیری متاع باب ہے ہر جا پر سوں مین آج

اے جھوٹھ کیا کہون کہ بلا زیر سر ہے تو
ای جھوٹھ سچ نہ ہے کہ عجب فتنہ گر ہے تو

مشکل جعل کا کام ہے یاں حاصل کلام
یا تون ہی یا تون کا م ہوا خلق کا تمام

اے جھوٹھ دل مرا بھی بہت دردناک ہے
ان کا تو یون ہی صبح نمط جیب چاک ہے

اک فرد دستخطی تھی مری ایک شخص پاس
دیکھا جو خوب اسکو مطابق نہین ہے پاس

تھا مین فقیر پہ نہ گیا شاہ کے حضور
اتنے لیے کہ رتبہ عزت مرا ہے دور

آداب سلطنت سے نہین مجھکو رابطہ
حرکت ہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ

عزائی مجھسے کھینچتی نہین ہر عزیز کی
پھر شعر و شاعری بھی نہین ہے تمیز کی

صحبت خلاف ہی بہانے پڑی کیسے اتفاق
کیا بات آدمی بیچ مین پر تنگی ہو قلق

مین مضطرب ہو گھبرا کے گیا اٹھ کے پاس
کہنے لگا زبان سے یہ ہوتی ہے وہ دو چار

تقصیر میری آہین نکرینگا کچھ خیال
صاحب کہین خموشی کرو نہین کیا مجال

لیکن یہ حرف اس بھی پیٹے کا رکھو یاد
انداز سے یہ لوگ سخن کرتے ہین یاد

بہتیری ایسی فردین یہ رکھتے ہین بسینہ
رکھتے ہین یوہین لوگونکو بہ سو فریب

دکھلاؤنگا چلا ہون سوال آپکا ہے
ہین ذکرا فقیر کہو کس طرح جئے

بولا ہو گا سعی مین ادھر سے کچھ قصور
پھر دیکھئے کہ پردے سے ہوتا ہے کیا ظہور

اک وضع ایسی بات بنا کر کھسک گیا
دل اس خبر کے سننے سے میرا دھڑک گیا

یہ عرضیاں حضور کو پہنچین یا نہین صبح شام
دستخط جو ہوکے آئے کوئی سو اسکی ہے تمام

بیچ مین ہووے کچھ اگر اسباب
منہ اٹھانے کی جی مین ہوتی تاب

سو تو کمل نہ پٹو نہ لوٹی
سایہ گستر نہ ابر بن کوئی

ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا
ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا

کیچ پانی مین کپڑے خوار ہوے
وہین گاڑی مین جا سوار ہوے

زہردی کا کیا جو ہنسے میل
بھینس جیسے کی تھی یہاں کو بیل

آسمان آب سے تھین سب کیچ
خاک ہوا ایسی زندگی کے بیچ

شب کے دریا پہ ہوکے لہر اٹھی
پانی کی سطح پر نگاہ پڑی

بجلی لطمی کا کہون مین اوج
باتین کرتی ہے آسمان سے موج

دامنِ ابر پاٹ دریا کا
دی گرہ تو کہے کہ باندھا تھا

ہوش جاتا تھا دیکھ جوش آب
گوش کرتا تھا گر خروش آب

آب تہ دار اور تیرہ بہت
لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت

پانی پانی تھا شور سی طوفان
دیکھ دریا کو سوکھتی تھی جان

ہر قدم موج سیکڑون گرداب
ساتھ تھے صد تری کی چشم حباب

ناؤ مین پاؤن ہمنے بار رکھا
خوف کو جان کے کنارے رکھا

جزر و مد سب حواس کھوتا تھا
خضر کا رنگ سبز ہوتا تھا

تکتے دو ہر طرف لگے کرنے
لسپہ پڑتی تھی منھ کے بھرتے

کوئی میدان مین کوئی چھپر مین
کوئی در مین کوئی کسو گھر مین

گھر ملا صاحبون کو ایسا تنگ
جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ

بیٹھنے دین نہ جب کہ صاحب کو
کون پوچھے نفر مصاحب کو

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سرا پائی
ویسے گھر چھوٹے ویسی جا پائی

رہنا بھٹیاری کے غنیمت جان
جو کہا اُن نے ہم گئے سب مان

کچھہ پکانے کا کچھہ سوال کیا
مین نے اظہار اپنا حال کیا

یان جو لائے ہین مجکو اپنے ساتھ
زندگانی مری ہی انکے ہاتھ

پھونچے ہے انکے روبرو ہی طعام
صبح کا صبح مجکو شام کا شام

اور پکوائے تو زاید ہو
خاصے سے اپنے اور عاید ہو

جو کچھہ آیا سو کھالیا مین نے
کچھہ رہا سو اٹھا دیا مین نے

سنکے اک دل سے کھینچی اُن نے آہ
اور بولے کہ واہ صاحب واہ

ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے
چار پانچ آدمی ہین پاس کھڑے

کچھہ یہ کھاوینگے کچھہ کھلاوینگے
ہم کچھہ انکے سبب پاوینگے

سو تو نکلے ہو کورے بالم تم
ہو گدا جیسے شاہ عالم تم

جنسے مالوف تھی وہین رہتے — اسنے کچہ کچہ لگا ہوں ہین کہتے
کیا نفاست مزاج کی کہیے — ستہرے اتنے کہ دیکھ ہی رہئے
خال جون پھول گل کترتی ہین — یا کہ نقشوں مین رنگ بھرتی ہین
چوہے چڑیا یا اُن تو کب کی نظر — حج کا کرنا نہ فرض تھا اسپر
سو ہنسی بھی تو تھی بہن اسکی — نسبت اسکی تھی وہ بہت گہسکی
پاوے جو کچہ سو مار کھاتی ہی — ایک کیا چار چار کھاوے ہے
جانور مارنا تو ہے پاپ سو — تیز سمجہ کیا نہ اُن نے کبھو
یہ نزاکت اسی کو بن آوے — موش دشتی کو دیکھ ڈر جاوے
ان لنے ماری ہین کتنے ڈھونس — گھونس دیکھی تو ہووے کوئی گھونس
یہ چھچھوندر کے بولتے بھاگی — وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگی
چھپکلی سے یہ پھیر منہ کو لے — وہ جفا کار جیفہ پر جی دے
یہ پری سی تھی جو خرام کرے — وہ جو اچھلے تو دھوم دھام کرے
کبک اسکی خرام کے عاشق — جانور اسکے نام کے عاشق
غرض افسوس کی جگہ بلی — اب کہان گو کہ چھپانیے دلی
ایسی بیگم مزاج بلی کہو — بیگم آباد ہم گئے یارو

[illegible]

کوئی گھورا کرے کوئی بھونکے
خفتہ خفتہ بھی شور سے چونکے

سانجھ ہوکے قیامت آ گئی ایک
شور عف عف سے آفت آئی ایک

گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے
روٹی ٹکڑے کی بو پہ گھرنے لگے

ایک نے آکے دیکھا چاٹا
ایک آیا سو کھا گیا آٹا

ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا
پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا

گھور نے ایک لگا اندھیرا کر
ایک نے اور ایک پھیرا کر

گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیے
ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیے

لوگ سوتے ہیں کتے پھرتے ہیں
لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں

جبکہ ہڈی پہ چار جا لڑتیں
گوشت پر بھیڑیے سے جا پڑتیں

ایک کے پیچھے ایک روز و شب
لنڈسے وان نہ نبدھے کے ڈھب

کتے ہی وان دو چار رہتے ہیں
دو گھڑی بھی تو چار رہتے ہیں

جاگتے ہو تو دو یہ دو کتے
سو کر اٹھو تو روبرو کتے

سر پہ دربان کی بلا ہی رہے
کتا ایک آدھ گھر میں جا ہی رہے

منھ میں کف دور دور کر بیٹھے
حال بےحال شور کرنے سے

تو کہے سن کے وہ گلا پھاٹا
باولے کتے نے اسے کاٹا

[illegible]

چار دا تون کے واسطے جی بنا
جان کھا جائین کچہہ نہ جبتک بنیا

اس سے آگے بڑھو تو دھنیور تھے
اُجڑے بجڑے اُنکی کچہہ گھر تھے

اور آگے گئے تو تھا بازار
اسمین بنیونکی تھین دکانین چار

ایک کے پاس دال کچہہ آٹا
تسکو بھی مکھیون نے تھا چاٹا

آیا کچھ سا نون اور تھوڑے چنے
جھٹرو نمین خاک دھول ایک کنے

جو تھا باقی رہا سو تھا کنگال
نام کو کہتے تھے اسے بقال

اسکا عامل کے یان اٹھا مایا
اُن نے جیسا کیا تھا سو پایا

ایک کنجڑے کے چار گٹھی پیاز
تسپر اسکو ہزار فخر و ناز

کیا کہون مرچ تھی نہ ادرک تھی
اُس منجھندر مین کچہہ بھی بھد گ تھی

ایک دو کان کی پساری کی
اُن نے ہملوگون سے بھی یاری کی

اُس سے جا کر جو مانگتے ہلدی
زرد مٹی کو باندھ دی جلدی

دیکھ کر کچہہ کہو تو وہ یہ کہے
بس تم اس بستی مین میانجی رہے

یان جو کچہہ ہے چلن سو تیا ہون
مین بھی پیسے لگائے لیتا ہون

مانگو اُس سے جو مرچ یا دھنیا
دیوے بجا وہی تھا دھنیا

اُن مین دو دانے اور سب کنکر
دیکھے کاغذ مین ہاتھ لنبا کر

دونون کا اک جدا ہی مطلب ہے — یہ کہے روز وہ کہے تب ہے

آس پاس اُس گھڑی کی آئی جھیل — گم تھے برسات مین طریق و سبیل

ایدھر اودھر اُترکے پانی جاؤ — تھر ہے پھر جو ٹک بھی ہووے چڑھاؤ

اوس وا کی ہوا بہت مرطوب — ہووی نزلہ زکام بے اسلوب

کتنے روز و نہین ہوتی ہی کھانسی — ایسی جیسے گلے مین دین پھانسی

پھر وہ درجہ ہی جسمین ہووے دق — یہ کوئی نکلی ایک ثالث شق

بڑی آفت خطر تھا سکھون کا — کیون کہ وہ ملک گھر تھا سکھون کا

اسمین آجاتے تو قیامت تھی — مال و جان غرض سبکی رخصت تھی

نہ کوئی دادرس نہ وقت داد — مفت ہی ہم گئے تھے سب برباد

کیا کڈھب چرخ کج نے پھینکا تھا — پر خدا کچھ ہمارا سید ھا تھا

جسنے قدرت نمائی کی اپنی — اس بلا سے رہائی کی اپنی

بس قلم ہے صریر تیزی تند — شور سے تو پڑا ہے جانمین ڈنڈ

بدزبانی کا مجکو کب ہے دماغ — ایسی باتون سے مین کیا ہی فراغ

ہوچکی صاحبون کی فرمایش — چپ رہ اب ہی زمان آسایش

مثنوی دیگر

متصل ایسا ہوا جو اتفاق  
مرگ ان چوہوں کی گذری سب پہ شاق

حفظ اسکی کو کہ کا لازم ہو  
جہاڑے پہونکے کا ہر اک عازم ہو

نذرین مانین نقش لائی ڈہونڈہ کر  
نیل کے ڈوروں مین باندہ پٹ پر

چہیچہڑون پر بعضون نی افسون لکہی  
بعضون نے تعویذ لیکر خون لکہی

بے بلائے سے بہت کی التجا  
گربۂ محراب سے چاہی دعا

گوشت کی چیلونکو پہینکی بوٹیان  
ماش کی موٹی پکائین روٹیان

لڑکیان بٹھلائیان کھاتون ٹلے  
اس طرح جون دیلی بلی کہ آ ہلے

دیکے ٹکڑا منہ کو ہر ایک کھولتے  
اور بولی بلبلون کے بولتے

صدقی اترے چہیچہڑی جو ڈہیر  
گربۂ لادہ نے کھائے ہو کے سیر

کین مناجاتین دل شب لاتعد  
گربۂ زاہد سے بھی چاہی مدد

بو ہریرہ کے تئین مانا بہت  
بلبلون کو بھی دیا کھانا بہت

مدح جس بلی کی کرتا تھا عبید  
تھی دعا گوئی مین وہ بکر و شہید

خواجہ عصمت کہتے تھے وطا جہان  
ایک بلی بیٹھی تھی آکر وہان

صبحدم ہوتے وہی گرم سجود  
گہ قیام اسکے تئین تھا گہ قعود

چاہی ہمت اس سے اٹھکر سحر  
کچھ تو باطن نے کیا اسکے اثر

سب سے آگے آن پہونچے دور تلک | دیکھیے میر پانون سے لے سر تلک

آنکھ سے معلوم ہو مشتاق ہی | بلی یا اعجوبہ آفاق ہی

بلیان ہوتی ہین اچھی ہر کہین | یہ تماشا سا ہے بلی تو نہین

گر در و باندھو تو چہرہ خوب کا | چاندنی مین ہو تو بکا نور کا

گرم شوخی ہو اگر یہ مثل برق | بجلی مین اسمین کچھ کر سکیے فرق

یا پری اس پر کہین ہو جلوہ گر | اٹھی ادھر سے نہین ہرگز نظر

کیسی ہے بلی ولایت کی ہے زور | خوب دیکھو تو ہے اسکے صدقے حور

ربط سے اپنے کبھی جن کو انکی ساتھ | بیٹھے ہی تو بیٹھ پر میرا ہی ہاتھ

ایک دن جا کر کہین ٹک سو گئی | مانی مانی ساری گھر مین ہو گئی

بلی کا ہونا نہین اسلوب یہ | ہے کبودی چشم یک محبوب یہ

دیکھیے جس دم یک ذرا کوئی رنگ گھو | چشم شور آفتاب اسدم ہو کور

حسن کیا کیا مانی کے کرے بیان | ہو جہان تک یہ ہووے کو دیان

خوبی منی کی نہ کوئی کہہ سکے | دیکھیے اسکو تو نہ اس بن رہ سکے

داغ گلزاری ہی اسکی تازہ باغ | اس زمان تیرہ کی چشم و چراغ

کیا دماغ انکی طبیعت کیا نفیس | کیا مصاحب لے بدل کیسے جلیس

چار دیواری سو جگہ سے خم — تر تنک ہو تو سو ٹپکتے ہیں ہم

لونی لگ لگ کے جھڑتی ہے ماٹی — آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی

کیا لکھے منہ سقف چھلنی تمام — چھت سے آنکھیں لگی رہی ہیں مدام

اس کشاکش کا علاج کیا کریے — راکھ سے کب تلک گھڑے بھریے

جا نہیں بیٹھنے کو گھر کے بیچ — ہے کشش سے تمام ایوان کھینچ

آنکھیں بھر لاتے یہ کہیں ہیں سب — کیونکہ پردا رہے گا یارب اب

جھاڑ باندھا ہے مینہ نے دن رات — گھر کی دیواریں ہیں گی جیسے پات

یا زمیں کانپتے ہیں جو تھر تھر — آنپہ روا رکھے کوئی کیونکر

کیچ لے لیکے ہار سے چھوپا ہے — چھونیا کاہے کو بلکہ تھوپا ہے

اسکو پھر پر چھتی بھی ملتی نہیں — ٹوٹا اک بوریا سا ڈالو کہیں

ڈھانکو دیوار یا اٹھا رکھو — یا ہمارے لئے بچھا رکھو

ایک حجرہ جو گھر میں ہے واثق — سو شکستہ تر از دل عاشق

کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک — کہیں جھڑ جھڑ کے ڈھیری سی ہے خاک

کہیں گھونسوں نے کھود ڈالا ہے — کہیں چوہے نے سر نکالا ہے

کہیں گھر ہے کسو چھچھوندر کا — شور ہر کونے میں ہے مچھر کا

تنکے جاندار ہین جو بیٹس و کم
تنپہ جھڑیون کے جنگ ہے باہم

ایک کھینچے ہی چونچ سے کر زور
ایک لکڑی یہ کر رہی ہے شور

پوچھ مت زندگانی کیسی ہے
ایسے چھپر کی ایسی تیسی ہے

کیا کہون جو جفا جکش سی سہی
چارپائی ہمیشہ سر پہ رہی

بوریا بھیل کر بچھا نہ کبھو
کونے ہی مین کھڑا رہا یکسو

ڈیوڑھی کی ہے یہ خوبی کھڑا رسیا
چھپر اس چونچلے کا گھر ایسا

جنس اعلیٰ کوئی کھٹولا کھاٹ
پائے پٹی رہے ہین جنکے کھاٹ

کھٹملون سے سیاہ ہے سو بھی
چین پڑتا نہین ہے شبکو بھی

شب بچھونا جو مین بچھاتا ہون
سر پہ روز سیاہ لاتا ہون

کیڑا ایک ایک پھر مکوڑا ہی
سانجھ سے کھانے ہی دوڑا ہے

ایک چٹکی مین ایک جھنگلے پر
ایک انگوٹھا دکھا دیا انگلی پر

گرچہ بہتون کو مین مسل مارا
پر مجھے کھٹملون نے مل مارا

ملتے ہاتون گھس گئین پورین
ناخنون کی ہین لال سب پورین

ہاتھ تکئے پہ گہ بچھونے پر
کبھو چادر کے کونے کونے پر

سلسلایا جو پائینتی کے اور
وہین مسلا کرا ٹیڑیون کا زور

مین تو حیران کار تھا اپنا — کوئی اسدم نہ یار تھا اپنا
اینٹ پتھر تھے مٹی تھی کیسر — خاک مین ملگیا تھا گھر کا گھر
چرخ کی کجروی نے پیسا تھا — پر خدا میرا مجھہ سے سیدھا تھا
کیتنے اک لوگ اسطرف دھائے — یا ملک آسمان سے آئے
مٹی لے لے گئے دو ہاتھون — کام نے شکل پکڑی باتونمین
صورت اس لڑکے کی نظر آئی — ہم جو مردے تھے جانسی پائی
آنکھ کھولی ادھرادھر دیکھا — اس خرابی کو بھر نظر دیکھا
قدرت حق دکھائی دی آکر — یعنے نکلا درست وہ گوہر
دہشت کی کوٹھر مین لا رکھا — گھر کا غم طاق پرا دھار رکھا
مومیائی کھلائی کچھہ ہلدی — فرصت اسکو خدا نے دی جلدی
غم ہوا سنگلے دوستدارونکو — پھر بندھا یہ خیال یارونکو
کہ مری بود و باش یان نہ ہے — گو تصرف مین یہ مکان نہ ہے
شہر مین جا بہم نہ پہونچے کہین — چار ناچار پھر رہا مین وہین
اب وہی گھر ہے بے سر سایہ — اور مین ہون وہی فرومایہ
دن کو ہی دھوپ رات کو ہی اوس — خواب راحت ہی یان ہے سو کوس

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ موا
عشق نے چھاتیان جلائی ہین
عشق مین ایک جی کو کھو بیٹھی
ایکون کا جیب تا بدامن چاک
شان ارفع ہی جنکی خوار ہین یان

سر پہ فرہاد کے سنا جو ہوا
آگین کس کس جگہ لگائی ہین
ایک آنکھون کو روکے رو بیٹھی
ایک ڈالے ہے سر کو اوپر خاک
عقل والے جنون شعار ہین یان

خستۂ عشق کچھ نہ میر ہوے
بادشاہ عشق مین فقیر ہوے

کوئی دلتنگ ہو کوئین مین گرا
جب مینگا ہوا تھا اس سی داغ
عشق کی فاختہ ستمکش ہے
عشق باعث ہوا وطن چھوڑے
مایۂ درد و رنج سب ہی عشق
پڑ گئے دل جگر مین آخر چھید
تیزی تیغ ستم جو ایسے عشق
عشق سے قمری ہے حریف ستم

کوئی ڈوبا کوئی گیا نہ پھرا
جب دیا جیکو ان نے پیش چراغ
عشق سے عندلیب دلکش ہے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے
متصل رونے کا سبب ہی عشق
کچھ نپایا کنھون نے عشق کا بھید
جامے ہتھون کے خون مین کھینچے عشق
منہ سے آنکھین لڑا رہا ہی تدرو

ایک مدت تلک یہ صحبت تھی

معاملہ دوم

| قصہ میرا بھی سانحہ ہی عجب | کس پہ گذرا ہی یہ ستم یہ غضب |
|---|---|

## معاملہ اول

| | |
|---|---|
| ایک صاحب سے جی لگا میر | اُنکے عشوونمین دل ٹھگا میر |
| ابتدا مین تو یہ رہی صحبت | نام سے اُنکے تھی مجھے الفت |
| خوبی اُنکی جو سب کہا کرتے | گوش میرے اُدھر رہا کرتے |
| بخت برگشتہ پھر جو یار ہوے | اک طرح مجھسے وی دو چار ہوے |
| کیا کہون طرز دیکھنے کے آہ | دل جگر سے گذر گئی وہ نگاہ |
| جسکے منہ انکا دیکھ رہتا ہون | جی مین کیا کیا نہ کچھہ نہ کہتا ہون |
| وے تو ہر چند اپنے طور کے تھے | پر تصرف مین ایک اور کے تھے |
| کرتے ظاہر مین احتیاط بہت | مجھ سے بھی رکھتے اختلاط بہت |
| بات کی طرز میری ہی بھاتی | میری آزردگی نہ خوش آتی |
| پیار چتون سے پھر نکلنے لگا | دیکھنا میرے دل کو ملنے لگا |
| کہین دیکھون تو بات دیر کہین | بیدماغ اور بیگمان ہین |
| کچھہ آزار مجھکو دینے لگے | قسم اقسام مجھسے لینے لگے |
| مین جو کھاتا قسم تو ہو برہم | کہنے لگتے کہ کیا گدا کی قسم |

٦٠٠

اسکی زلفون مین دل گئے نہ پھرے — رہے سنبل کے پیچ پاچ دھرے

اُس جبین سے ہو لگی کب جاذب — صبح صادق کی دعوی ہی کاذب

ویسی بھو مین کشیدہ بھی ہین کہین — یہ کمانین کسو سے کھنچتی نہین

پھری پلکون کی اور سب کی نگاہ — چشم پر میری تیری چشم سیاہ

کہون چتون کے دیکھنے کا طور — اس قیامت پہ وہ قیامت اور

سطح رخسار آئینہ سے صاف — جو نہ ٹھہرے نگہ تو رکھے معاف

لطف بینی کا فہم ہے دشوار — ایک باریک بینی ہی درکار

کیا چمکتا ہے ہاے رنگ قبول — جیسے کھڑا گلاب کا سا پھول

ہی دہن تنگی سے سخن کوتاہ — کچھ نکلتی نہین سخن کی راہ

اس سے گل کیا چنے کوئی ہمدم — غنچۂ ناشگفتہ سی بھی کم

برگ گل سے زبان ہی نازک تر — پھول جھڑتے ہین بات بات اوپر

کیا کہون کم ہین ایسے شیرین گو — وہ زبان کاش میرے منہ مین ہو

دمبدم سے گوش اشارہ صبح — گوہر گوش باستارہ صبح

جب بنا گوش اُن نے دکھلایا — صبح کا سا سمان نظر آیا

ان لبون کا مزا لیا سو کہان — تسکے اوپر ہمارا بھی ہی دانت

اسکے تو پہلو سے مین ہو کر جدا — درد پہلو سے تنگ دل ہی رہا

ہائے اُس سے خدا جدا نہ کرے — دور اس سے جیون خدا نکرے

یون تو ہین سُرخ اسکی ہر انگشت — دو بی ہین میرے خونمین ہمشت

وہ کفِ دست راحت جان ہے — کاش سینے پہ رکھدے غم یان ہے

کیا بیان خوبی شکم کو کرے — دیکھنے سے کبھو نہ پیٹ بھرے

صدر کے ناچیے سے لے تا ناف — چیکی جاگہ ہی کیونکہ کہو صاف

اس سے پھر آگے غنچۂ گل ہے — یان سخن بابت تامل ہے

پیر دیکھین بھی جو کچھ کہا جاوے — آپ تو نہ ٹک رہا جاوے

گئی نظر دیسے وہ کمر باریک — ہو نہ آنکھو نمین کیون جہان تاریک

اور کیا دل زدیکو بات آوے — کہین یارب شتاب ہاتھ آوے

نازکی اُس میان کی کیا کہئی — ہنئے تو ہاتھو نمین لئے رہیے

ٹک اگر لچکے تو قیامت ہے — پھر قیامت تلک ندامت ہے

کیون پڑی ران نظر تا ساق — اُس بن اب زندگی ہوئی ہے شاق

ہائے جانان سی گفتگو ہے اب — خاک مین ملنے کا یہی ہے سبب

وہ قدم کاش فرق سر پہ ہو — ساق سیمین مری کمر پہ ہو

معاملہ سوم

| | |
|---|---|
| ایک دن فرش پر تھا لیٹ کر ہاتھ | باتین کرتے تھے وہ بھی میرے ساتھ |
| پانون سے ایک انگلی مڈالی | لطف سے وو وہ نہ تھا خالی |
| درد سے کی جو مین نے بیتابی | دستِ نازک سے دیر تک دابی |
| یاد آتے ہین ایسے لطف جو اب | گذرے ہین جان غمزدہ پہ غضب |
| تن بدن دیکھ جی نہ رہتا تھا | مین جو گستاخ ہو کے کہتا تھا |
| کہ یہ جا گہ تم اس فقیر کو دو | تبسم ہو کے کہتے وے یہ لو |
| یہ بھی کیا کیا خیال رکھتے ہین | آرزوے محال رکھتے ہین |
| پھر گھڑی بھر مین کہتے ہو ملول | مار کھانے کی باتین سب ہین فضول |
| جب سلوک انکا یاد آتا ہے | کیا کہون جی سے بھول جاتا ہے |

معاملہ چہارم

| | |
|---|---|
| ایک دن پان وہ چباتے تھے | سرخ لب وہ نکے مجکو بھاتے تھے |
| کہ اٹھائین اگر اوگال مجھے | منہ سے دو تو کرو نہال مجھے |
| بولے یو نہین ہی مین کہا ہاں سچ | جھوٹا کھاتے ہین میٹھے کی لالچ |
| ہنسکے اُسوقت مجکو ٹھال دیا | پھر اسی رنگ سے اگال دیا |
| ایسی صدرنگ مہربانی تھی | تب سیہ رو کی زندگانی تھی |

معاملہ پنجم

صورت انکی خیال مین ہر دم — خواب مین جو ہو وہ قرہ باہم

مین تو بستر پہ دل شکستہ اداس — چاند سا منہ انھون کا تکیے پاس

مین بچھونے پہ بیخود و بیخواب — ایک پیکر پری کا سا ہیخواب

فرش پر پاتون پہ غبار آلود — انھین ذی دونون پا نگار آلود

مین تو افتادہ محو عجز و نیاز — بازو میرے کسو کی بالش ناز

حلقی آنکھون کنج گل رخسار — جسپہ کچھ بکھرے موی عنبر بار

پاس منہ کے دہی لال تر ناز — دست گستاخ پر کمر نازک

فرش اس گلبدن سے سب بوریا — پھول مین نے بچھائے تھے گویا

شب کٹے صورت خیالی سے — دن کو ہون مین شکستہ حالی سے

گرچہ روزانہ بھی تصور تھا — لیکن اندوہ سے مکدر رہتا

کہین تصویر سی نظر آئی — کہین منہ پھیر سے جیسے شرمائی

کبھی دل انکے رو دو مین ہے — کبھی ملنے کی آرزو مین رہے

صورت حال اور کچھ ہر دم — گاہ لب خشک گاہ مژگان نم

مین بھی متقدور تک سے فاکی ہو — خان غمناک پر جفا کی ہے

برسون تک مین پھرا ہون سرگردان — روز و شب دونون بھی تجھی بکیان

| | |
|---|---|
| جو پڑھے گا بسنگ نامہ یان | ہوگی ساری حقیقت اسپہ عیان |
| یان نہ تفصیل کرنے کا تھا مقام | کہ محبت سے یان ہی حرف کلام |

## معاملہ ہفتم

| | |
|---|---|
| بارے کچھ بڑھ گیا ہمارا ربط | ہوسکا پھر نہ دو طرف سے ضبط |
| تب ہوا بیچ سے یہ رفع حجاب | تب بدن میں رہی نہ مطلق تاب |
| ایک دن ہم وے متصل بیٹھے | اپنے دل خواہ دونوں مل بیٹھے |
| شوق کا سب کہا قبول ہوا | یعنی مقصود دل حصول ہوا |
| واسطے جسکے تھا میں آوارہ | ہاتھ آئی مرے وہ مہ پارہ |
| گہ گہے دست وے ہم آغوشی | ہمسری ہمکناری ہمدوشی |
| چند روز اس طرح رہی صحبت | پیار اخلاص رابطہ الفت |
| کچھ کہوں جو انھوں کی ہو تقصیر | نارسائی تھی طالعوں کی میر |
| ہوگئے بخت اپنے برگشتہ | پھر گیا آسمان نے سرگشتہ |
| بات ایسی ہے اتفاق پڑی | کہ ہوئی سر پہ فرقت آن کھڑی |
| لگی کہنے کہ مصلحت ہی یہ | کتنے روزوں جدا تو مجھسے رہ |

لطف سنبل و کاکل پر ہر آن
تازہ ہر دم مروت احسان

لب سی جان بخش حرف سی دلجو
لطف سے پوچھتا کہ خوش ہی تو

یاد کر روون انکی کونسی بات
کسطرح کاٹون ہجر کے اوقات

ملنا انسے بھی ہو گھٹے غم بھی
آئے جیتیون مین جائیے ہم بھی

مدت ہجر اگر تمام ہوئی
ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

## تمام شد مسمی بہ معاملات
## مثنویات اژدر نامہ

یہ موذی کہی تا خبردار مین
نہی ناگنین جنکے ٹیکو نہ پھن

نہیں جانتی ہون مین مار شیا
زمانہ ہے آتش کا میری نگاہ

نفس ہے مرا افعی پیچدار
گیا جس سے خصم قوی مین کوتاہ

جدھر بھر نظر دیکھون لگجائے آگ
دم دم کشی لب پہ کھیلین ہین ناگ

جہان مین ہون وہ جا ہی پر شور و شر
عصا سے چلے راہ وان مار و مور

مری آنکھ سے زہر ٹپکا کیا
چلا آگے میرے کھوک دیا

سُن اس ماجرے کو سبھون نے کہا
کہان کیچوے یہ کہان اژدہا

نہ خصمی مری اژدہون سی ہوئی
طرف مجھسے ہو جو تنگ کیا دہوئی

پہونچتا تھا گردون تلک شور و شر | ہوا صاف ہوئی نہ زرد و ہر
رہا کرتی کو سون تلک اسکی دھوم | نہ اُس راہ آتا کوئی خیر سموم
ہوئی سا کنان بیابان تنگ | اُٹھا کوہ و وادی سی شیر و پلنگ
گئے جان لے لے وحوش و طیور | کوئی رہ گیا موش و مینڈھک سا دور
گئی لومڑی ایک سو کھی ہوئی | کسو در خنگل مین بھو کھی ہوئی
گئی مین جو یان کو کھلے اسکی لب | ہوئی وان کی عیان گرم و غضب
خراطین و خرموش و موش و شغال | اس اژدر کو کر جنس اپنی خیال
روان ساتھ اسکی شتابانہ ہوکے | گئی گرگٹ آگے روانہ ہوکے
رعونت سی مینڈھک اچھلتی چلے | بلون مین سی چوہے نکلتے چلے
قریب اُس بیابانکے جسدم گئی | انھون مین سی آگے بہت کم گئی
قضارا وہ آفت تھی سرگرم سیر | چلے آتے تھے بھاگتے وحش و طیر
اُس آشوب سی دشت پا گم گئی | فراموش سب تھے سر و دم گئی
لڑا ڈر کے خرموش سا بھوا | ہوا مضطرب کیچوا سا جوان
وہ گرگٹ کہ جسکو تھی گردن کشی | ہوئی خوف سی اُسپہ طاری غشی
قدم غوک سی گرد کا جل گیا | بھرو سا گیدڑ پہ سو ٹل گیا

## مثنوی مسمی بہ تنبیہ الجہال

صحبتین جب تھین تو یہ فن تھا شریف
کسب کرتے تھے جنکی طبعین تھین لطیف

تھے تمیز درمیان انصاف تھا
خار و خس سے کیا یہ عرصہ صاف تھا

وصل اس فن مین تھا اجلاف کو
کیا بتاتے تھے یہ سو اشراف کو

تھے جو اس ایام مین استاد فن
ناکسون سے وہ نکرتے تھے سخن

پھر حصول اس سے نہ دنیا تھی نہ دین
کوئی حاجت اُس سے وابستہ نہین

گر چمار اس کارخانہ مین نہو
ٹوٹے جوتے کو کہان لیکر پھرو

چار و ناچار اُس کنے جانا پڑے
گوڑیان وہ جوتی گٹھوانا پڑے

حاجت اس فرقے سے مطلق کچھ نہین
جو نہو شاعر تو کچھ نقصان نہین

یہ تو دنیا مین ہے اس فن کا حال
دین کا اس فرقے کے پوچھو حال

کذب ہو جسکا شعار ذوق بخش شمع
وانکی دینداری رکھو اور دلکو جمع

جھوٹا وہ اسقدر جب ہو بیان
گو یقین ایمان کیا دین کہان

ہم تلک بھی تھی وہی رسم قدیم
یعنی جنکے ہوتے تھے ذہن سلیم

پیار کرتے تھے انھین استاد فن
انکے ہوتے راہبر راہ سخن

۶۱۰

| | |
|---|---|
| جو سنے خود سرسیہ بازاری | تربیت ہو نیکو استاد ونکی جائے |
| ورنہ کرتا پوچ گوئی ہرزہ بیگ | رفتہ رفتہ شاعری ہو جاتی ننگ |
| تب جو مین شلاق کی یہ نام تھا | اب جو آیا لایق انعام تھا |
| قصہ کوتاہ بھی ممیز درمیان | ننگ ہے کرم مزابل پر بھی یان |
| بے تمیزی سے ہی رایج ابتری | جسکو دیکھو خودنمائی خودسری |
| نے بیان کا ہے سلیقہ نے زبان | اپنے ہی سہراک سحبان بیان |
| بس علم وقت زبان بازی نہین | چپ کہ دوران سخن سازی نہین |
| کون حرف خوب کو کرتا ہے گوش | بات کی فہمید کا ہے کسکو ہوش |
| بے تمیز ونسے بھرا ہے سب جہان | ہے دماغ حرف ہمکو بھی کہان |

تمام شد

## مثنوی در ہجو نا اہلی مسمی بہ زبان زد عالم

| | |
|---|---|
| سنیو اے اہل سخن بعد از سلام | چھیڑتا ہے مجھکو اک تخم حرام |
| یہ نہین مرغی کا گرم طرح ہے | وہم مین شہباز کا ہم سیر ہے |
| کام مجھکو کچھ نہین ہے اور سے | بلکہ اس بھی طرز سے اسطور سے |

بھر گیا ہووی دماغ اسکا تمام — پڑھتے پڑھتے شور سی ہر صبح شام

وہ حرف جو روسی جا بک جا ملو — ایسا ہو ما خرا پیدا ہوا

دیکھ کر اونکی خرابی پاؤن سر — ایک کوے نے کی تقلید تدرو

کو دکر چلنے لگا آخر کو راہ — اپنی بھی رفتار بھولا روسیاہ

کاشکے ہووین مخذر شیخ و شاب — چھوٹی سا منھ جو بکا رکھا ہی باپ

بد نمائی اسکی ہی بیساختہ — کیا ہے یان میش بچہ انداختہ

دیکھ اسے یاد آوی قدرت کاملہ — کیا بلا ہے مادہ خوک حاملہ

گرگ گردن خوک چشم غوک سر — غول صحرائی کا بچہ ہے مگر

چار سکھیان کھکی شاعر ہوگیا — اس فن مشکل کا ماہر ہوگیا

باپ کو اون نے بنا رکھا ہی آوت — ہین کہاں ایسے سعادتمند پوت

گم ہوا ہے گا جو اسکا زور یار — جانتا ہے اسکو پیر کیا عصا

کچھ نہین معلوم اسکو سرکار — تپ کو ٹھہرایا ہے اسکو رادا

اس زنا زادے نے جو لب وا کیا — پہلے ماکا راز ہی رسوا کیا

ایک ہی شب کے تئین جلوا دیے — یار مان کے باپ کو دکھلا دیے

پھر حقیقی باپ سے جا کر ملا — اس مجازی کا گیا اس سی گلا

## ہجو عاقل نام ناکسے کہ بسگان انسی تمام داشت

اک جو لچر کو رزق کی وسعت نئی ہو گئی
تنگی کی جھیلنے تو رجعت سی ہو گئی

کتونکی ساتھ کھانے لگا کتونسی معاش
چھچھڑی کیطرح شام و سحر کتونکی تلاش

پاکیزگی طبع و لطافت وہ بہ طرف
کتا بغل مین مار کے لگا پھرنے ہر طرف

و بکار و کتے کو تو نہوا نیا وہ بچ
ہے اسکی استخوان شکنی کتونکے لئے

یا جھوڑ ہاتھ کو مارا نہ تھا کبھی
یا کتون سے جپٹا یا ہے اب اپنے منھ کو بھی

کھتے ہین پاس کتے ہین جیب و کنار مین
کھتے ہین آستینو تمین کتے ازار مین

آیا جو ایک روز وہ بچے تہ چلا ہوا
کتا ازار اسکے سے نکلا بندھا ہوا

یک سگ گزیدہ کی سی طرح جھجھونے لگا
پھر کھول اسکے منھ کے تئین چومنے لگا

ایسی بھی ہم نے دیکھی نہین کتونکی ہوس
گردن مین اپنی ڈالے پھرے روز و شب مرس

ٹکڑا ہو جسکے ہاتھ مین لیسکا ریا ہے
جیسے سگ سہر ہو سگ ہر سوار ہے

کتونکی جستجو مین ہوا روڑا بات کا
دھوبی کا کتا ہے کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

بھکتا ہے پھر جو کرتے ہین دوڑ اور دھپا
لیتا ہے بیدماغ ہو لوگونکی گیڑی بچا

جو ڈھیون یہ لٹرتا رہا ہو بسان سگ
ہوا دمیتا سکو بھلا کس مقام تک

جسکو خدا خراب کری بھیرہ کیا ہی — کیونکر زبان نکالی نہ جون سگ پھرا کری

آواز دیر دی کتو نکو توڑی ہی اچھی جان — مرجای گا یہ بھوگتی ہی بھونکتی ندان

ہی بسکہ سگ پرست مریگا جو — تو شے مین اسکے ہوگا نہ کچھ غیر سگ کتی

کتونکے پیچھے پھرتا ہی گلیوں مین ڈھونڈتا رہو — یہ سب ہے اسلئے کہ ہراک نای شور ہو

اس وضع ساختہ کے ہون احمق فریفتہ — بھیرہ ہے جنکو عقل سے دی کیون نہ ہو

ہی اس طرح کے معرکہ گیرون سے یہ جہان — بہتیرے ایسے کتے نچاتے پھرے ہین یان

## مثنوی در ہجو خانہ خود کہ بسبب شدت باران خراب شدہ بود

جسم خاکی مین جسطرح جان ہے — اس طرح خانہ ہم پہ زندان ہے

ظلمتین اسکی سپر روشن ہین — زندہ در گور ہم کے تن ہین

ہی جو سر کوب اک بڑی دیوار — واں سے جھانکو تو سب اندھیر اغار

بخت بد دیکھ ساری پرنالے — اسکے معمار نے ادھر ڈھالے

اب جو آیا ہے موسم برسات — دن کو ہی اپنے ہان اندھیری رات

صحن مین آب نیزہ بالا ہے — کوچۂ موج ہے کہ نالا ہے

مینھہ مین گھر کے پانچ چھ چھپر — ہم غریبون کے ہوتی ہین سر پر

دے ہرن کو بھی جلدی مین پتا
ہے گا یان سگ لوند کیا کتا

اڑتی چڑیا انھین نے ماری ہے
استخوان سگ شکاری ہے

یہ جو غصّے مین آوین تو ہے غضب
اسکے ماری ہوی ہین یارنے سب

منھ مین دیتے ہین اسکی جب شغل
طرفہ دم لابہ کرتی ہی اچپل

منھ مین اپنے لیئے فیتا سے
سگ لیلا کے ہے قبیلے سی

باہم اس کتے بلی کا یہ ربط
کوئی دیکھے ہووے اُس سے ضبط

کبھو جاتا جھجے ہیہ کوٹھے پر
لگی رہتی ہے اسکی چھت سے نظر

اور سے دشمنی جانی ہے
اسکی یہ باؤلی دیوانی ہے

دونون شوخی سے مارتے ہین
سگ و گربہ کی چال رہتے ہین

## مثنوی در مذمت برشگال کہ باران دران سال بسیار شدہ بود

کیا کہون ابکی کیسی ہی برسات
جوش باران سی بہہ گئی ہی بات

بوند تھمتی نہین ہے ابکی سال
چرخ گویا ہے آب در غربال

وہی یکسان اندھیر برسے ہے
آسمان چشم واکو ترسے ہے

ٹپرے بوندنکی چوٹ سی درپر
سنگباران جہان ہوان مرپے

ٹپرتے ہین یار درس حیران
آرسی کے بھی گھرمین ہے پانی

آدمی ہین سوکب نکلتے ہین
مردم آبی پھرتے چلتے ہین

کتنے ڈوبے گئے کہان ہین اب
ساگ آبی ہی ہین جہان ہین اب

وسعت آب پوچھ مت کچھ یار
کوچے موجون کے ہو گئے بازار

سعبداب سارے گرتے آتے ہین
زاہد خشک ڈوبے جاتے ہین

تھا ٹھہرنا برابر اسکے شاق
مسجد ونمین کیا ہے استغراق

مینھ تو پان اب لگے ہی تھے ہین
سارے عالم کے کان سنتے ہین

غرق ہے چڑیا اور گلہری ہے
خشکی کا جانور بھی بحری ہے

مینھ از بسکہ ببہا ہے گا
اک جہان کو ڈبو رہا ہے گا

شعرکی بحرمین بھی ہے پانی
بہتی پھرتی ہے اب غزلخوانی

لائی یا زندگی کی جا لاکی
آب خشک گہر پہ نمنا کی

ہے زراعت جو پانی زمارجا
ہوگئی آنجست ترکاری

آب ہے گا جہان کے سرتاسر
خوف سے سوکھتا ہے میوہ تر

ست ہو ہوگئے ہین ستر آب
غوطہ کھاتے پھرے ہین عالم آب

کھینچے باورچیون سے کیا کیا ناز ‌‌ ‌ لکڑی گئی آگے جوڑ دو یہ پیاز

کھانا نکلے پرآوے ہے کیسے ‌ ‌ چیل ٹوٹے ہے گوشت پر جیسے

وقت کھانے کے ہاتھ سے اسکا ‌ ‌ قاب پر نان نچہ کش گویا

کیا وہ دو پیاز کھاکے ہیوتا ناز ‌ ‌ اک نوالا ملا ہے دو پیازہ

گوشت ہانڈی بھرا ہی خشک ہنوز ‌ ‌ ہنڈیان گویا ہین اسکی خشک ہنوز

خام طمعی سے اس کرے ہی آہ ‌ ‌ دیکھ کر سکونان نالہ آہ

نہ ٹلے دیکھ کر وہ قاب پلاؤ ‌ ‌ منھ سے منھ میٹھا گرچہ کھاکے کھاؤ

کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے ‌ ‌ لاٹھی پاٹھی بھی کھائے جاتا ہے

نہین پہونچی جو کھانا کھانے لگ ‌ ‌ ہڈیون پر لڑے ہے جیسے سگ

بھوکھ کا باؤلا جو آتا ہے ‌ ‌ لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

وہ نہین دشمنون سے بھی وہ لئیم ‌ ‌ جاے گھل مل اگر سنے ہی حلیم

آش بغرا یہ مار بھی کھاوے ‌ ‌ رسمین گو بو غرا نکل جاوے

کسی غمس کے گھر جو جاتا ہے ‌ ‌ کچھ نہین خفیتین ہی کھاتا ہے

بھوکھ سے جب کہ غصے مین آوے ‌ ‌ بز کوہی کی طرح جھنجھلاوے

ہڈیون کو نکھہ کے کھاجاوے ‌ ‌ چنے لوہے کے بھی چبا جاوے

## در تعریف آغا رشید که خطاط بود بفرمایش میان اعزالدین که فقیر و خوشنویس بودند

میر خطاط یک قلم دیکھے ۔۔۔ لیکن آغا سے لوگ کم دیکھے
تھے عبدالرشید تھا استاد ۔۔۔ خوشنویسی کی جنے دی ہی داد
خط کی خوبی کا اسکی اتنک ڈھنگ ۔۔۔ صفحۂ روزگار پر ہے رنگ
وہ تصرف کہین جو کرتا ہے ۔۔۔ شکل نقاش رنگ بھرتا ہے
حیرت افزا ہے حسن تحریر ۔۔۔ مشقی اسکی ہی قطعۂ تصویر
خط شیرین جو اسکا لکھا ہے ۔۔۔ ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہین
لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے ۔۔۔ مد جہان ہے کسو کی ابرو ہے
سطر لکھتا نہین خفی کی وہ ۔۔۔ خط ہے خوبان کی پشت کا وہ
ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے ۔۔۔ بے جلی بھی تو ایک بابت ہے
خط مین کیسا ہی کوئی کامل ہو ۔۔۔ اسکا کب نقطۂ مقابل ہو
حرف کس کس ادا سے لکھتا ہے ۔۔۔ کون ایسی صفا سے لکھتا ہے
ہے الف قامت نکو یاران ۔۔۔ لام ہے زلف سلسلہ مویان

جو گر اسے ناز بیشگی ہے | وہ ہے کہ جسے ہمیشگی ہے
جو عکس پڑا ہے جام مے مین | آتی ہے صدا اُسیکی نے مین
ہے جلوہ گر مین یان بصد ناز | وہ مست گذارہ سرانداز
سو رنگ ہین اسکے یاد رکھ تو | ہر جلوہ سے دلکو شاد رکھ تو
عالم مین جو کچھ نمود مین ہی | ہر لحظہ اُسی سجود مین ہے
کر یاد اسی کو اور مے پی | جتنا رہے کوئی دن تو خوش جی
اب رد ہو گئی چمن کو کر لے | مینا ہو دل اور مے سے بھر لے
آئی ہے بہار مے گساران | پھولے ہین چمن مین گل ہزاران
آئی ہے بہار وہ ہر خیابان | بے لطف ہوا سے گل بڑا ہن
آئی ہے بہار دیدہ گیشان | ہی توبہ بادہ دل پریشان
آئی ہے بہار مرغ گلزار | کرتا ہے نواے سینہ افگار
لایا ہے بزور اسکا نالہ | مجکو بھی براے سیر لایا
ساقی جو کرو نہین ہو ادائی | معذور رکھ اب بہار آئی
گل باد صبا کی تا کمر ہے | دامان بلند ابر تر ہے
غنچہ کی گلا بیان بھری ہین | تکلیف کے منتظر دھری ہین

| | | |
|---|---|---|
| شیخ آنے کو تو میکدے میں آیا<br>یک جرعہ شراب ہی میں واعظ | | پر ہو کے بہت خراب نکلا<br>ہر مستگی کا باب نکلا |

تھا غیرت بادہ عکس گل سے میر
جس جوئے چمن سے آب نکلا

| | |
|---|---|
| ہو صرف شراب کاش ساقی | یہ شیشۂ عمر ہے جو باقی |
| بے ساغرے خنک ہے جینا | رکھتا ہے شگون شراب پینا |
| لا بادۂ کہنہ سال تو ہے | سجدہ بھی بابت گرو ہے |
| دروازۂ میکدہ کھلا ہے | ہر پیر و جوان کو اصلا ہے |
| اینڈے ہے ہر ایک مست جوں تاک | لیتے نہیں نام دامن پاک |
| ہر پنجہ جام زیر سر ہے | ہر گوشے میں عالم دگر ہے |
| مستی نگاہ عقل دشمن | خوبی خرام مرد افگن |
| کہتے گئے صاحب کرامات | ہم بھی نہیں قابل خرابات |
| جو لوگ کہ اس جگہ سے اٹھے | کب حلقہ و خانقہ سے اٹھے |
| یاں پیتے ہیں جام بیخودی کا | ہے دور تمام بیخودی کا |
| مستی سے ہر ایک صبح عہد بار | خورشید کا سر ہے اور دیوار |

وہ کام دل سبو بدوشان — یعنی کہ وہ ہے شراب جوشان
وہ موجب دل خوشی کہاں ہے — وہ دارو ئے بیہشی کہاں ہے
وہ جس کی طرف کو ہے تہ دل — یعنی وہ سپے شیشہ ماہ منزل
وہ آتش تیز آب آمیز — وہ عربدہ جو وہ فتنہ انگیز
وہ مقصد جان نا امیدان — وہ روشنئ رو سفیددان
وہ رونق کارگاہ شیشہ — وہ شوکت بارگاہ شیشہ
وہ جس سے ہے تو بہ مو پریشان — وہ جس سے ہو گفتگو پریشان
وہ دامن خشک جس سے جلجائے — ثابت قدمون کا پا تو چل جائے
وہ سرخی چشم خوب رویان — اسباب خرابی نکویان
وہ دلبر خود سر شرابین — وہ رہزن راہ دین و آئین
وہ جس سے غبار دل سے دہوون — مینا کے گلے سے لگ کے روون
مستی کی مجھے بھی خواہشین ہین — اس عقل سے دلکو کاہشین ہین
لا اسکو جو آستین جھاڑون — پھر ہاتھ چلے تو جیب پھاڑون
بیہوش شراب ناب رہئے — یون تا بکجا کباب رہئے
ہے مستی بیخودی ضروری — کھل جائے مقام بے شعوری

# مثنوی مسمی بجوش عشق

ضبط کرون مین کب تک آہ اب — چل اے خامے بسم اللہ اب
کر تک دل کا راز نہانی — ثبت جریدہ میری زبانی
یعنی میر ایک خستہ غم تھا — سرتاپا اندوہ الم تھا
آنکھ لڑی اوس کی اک جاگہ — بیخود ہو گئی جان آگہ
صبر نے چاہی دل سے رخصت — تاب نے ڈھونڈھی ایکدم فرصت
تاب و توان شکیب و تحمل — رخصت اس سے ہو گئی بالکل
سینہ فگاری سامنے آئی — بیتابی نے طاقت پائی
گھرتے آئے داغ سیاہی — کام جگر کا کرنے تباہی
خون جگر ہو بہنے لاگا — پلکون ہی پر رہنے لاگا
خواب و خورش کا نام نہ آیا — ایک گھڑی آرام نہ پایا
چاک جگر سے محبت ٹپکی — آنسو کی جگہ حسرت ٹپکی
سوز سے چھاتی تا با گویا — اور پلک خون نابہ گویا
آہ سے اوس کی مشکل جینا — درد فقط تھا سارا سینہ

ہے دل جاری چاک گریبان | گوشہ دامن واقف مژگان

دیدہ تر کے دریا قابل | ساحل خشک لبی کے سائل

ہر دم ہو ہمت کو جاری | خون باری سے سیل بہاری

تشنہ لبی اک منھ پر پیدا | اب جس جس کا ہووے نہ دریا

خاک بسر آشفتہ سری سے | شور قیامت نوحہ گری سے

سرتاپا آشفتہ دماغی | داغ جنون دے جس کو چراغی

غم سے گرچہ دم بھی کہین تھا | جامے مین اک تار نہین تھا

داد دے پر جب اپنے آوے | صحرا صحرا خاک اڑاوے

کلفت دل جب خاک فشان ہو | اشک کی جاگہہ ریگ روان ہو

گل ان نے از بسکہ کھلائے | پھولوں کی چھڑیاں ہاتھ بنائے

دل کے غبار نے راہ جو پائی | شہر مین گویا آندھی آئی

سر پر اسکے سنگ ہمیشہ | جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ

آہ سرد کرے وہ عریان | بید سا کانپے موی پریشان

گرد کے نہ اس کا پیراہن | دامن صحرا جس کا دامن

بار دامن تار گریبان | دامن قریب جوار گریبان

نے کعبے نے دیر کے قایل | مذہب اس کا سیر کے قابل
کیا کہئے کیسا کچھ تھا | القصہ وہ ایسا کچھ تھا

## در صفت دلبری کہ با وعلاقۂ دل بود

وہ کیا تھا جس پہ عاشق | جی سے تھا یہ عاشق صادق
دیدۂ گل میں جا گہ اس کی | نکہت گل گرد رہ اس کی
چشم بہ رہ سارا چمن اسکا | نقش قدم تھا یاسمن اسکا
آگے اس کے کبھو نہ خوش آیا | یہ رو گل نے کہاں سے پایا
گل آشفتہ اس کے رو کا | سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو | ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اس چہرے پر تابندہ | کا کل صبح سے خوش آیندہ
دیکھ اس گل کی نور افشانی | شمع مجلس پانی پانی
ہو ہر چند یہ بدر کامل | اس چہرے کے نہ ہو مقابل
حوصلہ کتنا اس پے نہ کا | منہ دیکھو آئینہ مہ کا
رکھتی تھی دعوی چشمی بیا | لیکن اسکی چشم نظر کر

چشم کرشمہ جان تغافل — شایان اس کی شان تغافل

کیا جانے وہ حال کسو کا — پتھر دل اُس آئینہ رو کا

پاتے ہی ابرو کا اشارا — غمزے نے ایک خنجر مارا

جب وہ خرام ناز کرے ہے — جیکو جور نیاز کرے ہے

رخصت دی گر عشوہ گری کو — ایک ہی جلوہ بس ہے پری کو

ہنستے ہین وہ صفائی دندان — برق خرمن عالم امکان

رشک سحر کو صافی تن — خون صحرا کی اُسکی گردن پر

آہ صفائی اُس سینے کی — غیرت افزا آئینے کی

شکل چین مین یہ ناز کہان ہے — صورت ہے انداز کہان ہے

ایسا خوب جہان مین کہین ہے — رحم نہ اسپر اب جو نہین ہے

جب وہ شکل نظر آتی تھی — کلفت دل کی نکل جاتی تھی

رنگین اُسکی اُس کف پا سے — جائین نکو یان اپنی جا سے

چشم کرو انصاف کی گردا — یوسف و شیرین لیلے عذرا

کون ہوا اس محبوبی سے — خوبی تھی یہ اس خوبی سے

بار نزاکت کیون کے اٹھاوے — شاخ گل سا لٹکا جاوے

رخصت کو اس پاس بھی آیا
جلنے کے تئیں اور جلایا

وقت وداع قیامت گذرا
سر سے آب حسرت گذرا

ایک دم بیخود ہو کے رہا وہ
اس سے آگے آپ گیا وہ

آنکھیں لگیں ناسور ہو بہنے
دیکھ اس گل کو لگا یہ کہنے

ظلم ہے لوہو پیتے رہیئے
جان گئے پر جلتے رہیئے

عمر عزیز چلی یوں جاوے
اور فلک آنکھوں سے رکھاوے

آخر کرکے خدا کے حوالا
آئینے پر پانی ڈالا

تا کہ وہ دکھا دے شتابی
راہ دور سے آوے شتابی

بار گئے پر بیسر جواب ہے
جان سے خالی اک قالب ہے

راقم غم ہے وہ دل تفتہ
نام پر اس کا رنگ رفتہ

غم سے فرصت اسکو کہاں ہے
قاصد اشک ہمیشہ رواں ہے

خط لکھتا ہے اس مضمون سے
تر ہو بال کبوتر خون سے

خط سے اک آتش پر ہووے
جس سے کباب کبوتر ہووے

جب وے دل اس نے لکھا ہے
شعلہ خط میں لپیٹ دیا ہے



مثنوی

## مثنوی باعجاز عشق

ثنائے جہان آفرین ہے محال | زبان اسمین جنبش کرے کیا مجال
کمالات اسکے ہین سب پر عیان | کرے کوئی حمد اسکی سو کیا بیان
کہون کیا ہین اسکی صفات کمال | کہ ہو عقل کل بات پر نیشان خیال
خرد کہ ہین اُس کی حیران ہے | کہان بات پہ لشان پشیمان ہے
زمین و فلک سب ہین عکسِ جمیل | مہ و خور ہین اس سے ہی پرنور
یہ صنعت گری اس ہی صانع سے آئے | کف خاک کو آدمی کر دکھائے
نہ آوے کسی کی جو ادراک مین | سو رکھے وہ اس کف خاک مین
کرے ہیگا تمثیل و تشبیہ سے | منزہ ہے وہ بلکہ تنزیہ سے
وہی حاصل مزرع آسمان | کئے اپنے دانے مین خرمن نہان
سفید و سیہ کو نہین اُس کی یاد | دری ہے زمانے کی لیل و نہار

## در توحید انشا طراز حسینی که فقره یکتائے او بعالم و دیده

کرون اسکی قوت کا کیا مین بیان ‌ ‌ ‌ کہ تھا قاب قوسین ادنا مکان

عرا زیر پا اس کے فرق نیاز ‌ ‌ ‌ کیا جس کی خلقت پہ صانع نے ناز

بصورت اگر عبد مشہود ہے ‌ ‌ ‌ حقیقت کو پوچھو تو معبود ہے

نہین پاشکستون کا اب دستگیر

محمدؐ بن اور آل بن اسکے تیر

گنہگار ہون چشم ایک اس سے ہی ‌ ‌ ‌ توقع شفاعت کی ایک اس سے ہے

درود آل پر اسکے ہر صبح و شام ‌ ‌ ‌ وہ ہی شافع حشر و خیر الانام

پلا ساقیا بادۂ لعل گون ‌ ‌ ‌ کہ ہو جائیں سرخ آنکھیں یان تک خون

ہے اب دت مستانہ کا دلمین جوش ‌ ‌ ‌ کر آویزۂ گوش گر کچھ ہے ہوش

## مناجات بطور عاشقان زار
## و در بلای جدائی گرفتار

مرا زخم یارب نمایان رہے ‌ ‌ ‌ پس از مرگ صد سال خندان رہے

رہی دشمنی جیب سے چاک کو ‌ ‌ ‌ صبا دوست رکھے مری خاک کو

مژہ اشک خونین سے سازش کرے ‌ ‌ ‌ غم دل بھی مجھپر نوازش کرے

## در تعریف عشق خانمان آباد آزادگان برنا نہاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری — کہ ہے کھیلنا جی پہ بازی تری

تجھی سے ہے آب رخ زرد زرد — تجھی سے مرے دل مین اٹھتا ہے درد

تجھے ربط کفار و دیندار سے — تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے

تجھی سے ہے بلبل کو نوحہ گری — تجھی پر ہے قمری بھی خاکستری

ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے — ترا شور صحرا کو رہنے نہ دے

تجھی سے دل شاد غمناک ہے — تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہے

تمنا کو تو نے کیا ہے شہید — تجھی سے نہ بر آئی میری امید

تجھی سے ہے مجنون صحرا نورد — تجھی سے ہے فرہاد کوہون پہ مرد

تجھی سے گلو بند ہے خستگی — تجھی سے ہے وابستہ دل بستگی

تجھی سے دل عاشقان ہے کباب — تجھی سے ہے پروانہ آتش آب

ترا کام دیتا ہے بدنامیان — تری ریجھ دیکھے ہین ناکامیان

تجھی سے سراسیمہ ہین یار لوگ — تری تیغ سے قیمہ ہین یار لوگ

تجھی مین ہین یہ کاربردازیان — تجھی پر ہین موقوف جانبازیان

اسی کی سی مقدور تک سب کہین — سدا اسکا منھ دیکھتے ہی رہین

وہ اک دودمان کا تھا روشن چراغ — چلاتے تھے سارے اسی پر دماغ

وسے اُس کے دلمین اک آتش نہان — کہ ویسے جلا اس سے سارا جہان

سب آرام چاہین اسے اضطرار — سراپا تلک ایک دل بیقرار

نہ کچھ ہوش گھر جانے کا اسکو تھا — نہ کچھ خوف مرجانے کا اسکو تھا

نہ طاقت تھی تن مین نہ کچھ جی مین تاب — نہ دل پاس نے صبر آرام و خواب

سراراہ دل قیمہ قیمہ لئے — یہ کہتا تھا مرجائیے بس جیے

بس اس نوگل عشق کی بیکلی — رہا کرتی ماتم سرا وہ گلی

دل و صبر و ہوش و توان و حواس — رہین اُس کی وحشت سے سارے اداس

نہ ناموس کا ننگ نے نام کا — مرا دوست دشمن تھا آرام کا

شب و روز فریاد کرنا اسے — کئی بار اک دم مین مرنا اسے

تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا — زمانے کو چندے تماشہ ہوا

جو دم سے طپش تو شتابی کرے — تسلی دل کی خرابی کرے

کرے طرح داغون سے وہ باغ کو — روانی اسی سے زر داغ کو

دل غمزدہ سے محبت اسے — قیامت خوشی سے عداوت اسے

زن و مرد کی ہون زبانسے تنگ
ہوا ہون مین سارے قبیلے سے تنگ

سدا خون دلمین طپیدہ ہون مین
کہ آہ بلب نارسیدہ ہون مین

تری دوری مین پہونچی ہے اسے جیب
وداع دم واپسین بھی قریب

جگر تو ہو پانی بہا غم کے بیچ
یہ دم بھی ہوا ہے کوئی دم کو ہیچ

سمجھا یہ بھی اسے مر سر خاک
بس امید پر مین ہوا ہون ہلاک

تو جب سے درا و پر نظر آ گئی
رہین آفتین تا پھیرے سر پہ ہی

نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ
یونہین ہوتی جاتی ہی حالت تباہ

دل و دیدہ سب مدعی ہو گئے
تماشائی مجھ سب رہ گئے

کئی بار جان لب پہ آ پھر گئی
کہان ہے تو اے گل ہوا پھر گئی

یہ حیران ہون صبر آتا نہین
تصور ترا جی سے جاتا نہین

خراش جگر سے ہے چھاتی مین درد
کہ جیسے ہو لجائے ہے رنگ زرد

رہا کرتی ہے داد بیدادیان
دل شب سے گذری ہی فریادیان

سر رہ تک آ دیکھ یہ خستہ حال
کہ ہے نقش پا کی طرح پایمال

تجھے دور غم مین تو جون کیمیا
سنا ہی کیا نام مہر و وفا

نہ آیا نظر سے ادا ہے ولیک
نہ اتنا کہ جاتا رہا جی سے ایک

ترا اور دہنہان ہے گو آشکار | یہ مجھسے بیان کر کہ ہو راز دار
کہین دل لگا ہو تو یہ مجھسے کہہ | کہون اس سے جاکر غمین تو نرہ
جہان کو تو بھیجے وہان جاؤن مین | کے کام جو تو بجا لاؤن مین
جو حور بہشتی بھی ہو تیری یار | کرون مین ملک کی طرح وانگذار
خدا جانے کیاجی مین بات آگئی | کہ میری ہی دلجوئی ہے بھاگئی
یہ سنکر جوانِ خود رفتہ نے | جگر سوختہ اور دل تفتہ نے
کیا سوز دل کو لبون پر نمود | زبان تاب کھانے لگی جیسے دود
سخن ہونے لاگے نمودار کچھ | لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچھ
کہ جس سے یہ معنی ہوئے مستفاد | کہ اے غمگسارِ دلِ نامراد
جو دلجوئی میری ہے مد نظر | تو یان اک محلہ ہے ٹک قصد کر
نہین اسکو درکار کچھ جستجو | سرا ایک ترساکی ہے قبلہ رو
زبانی مری در پہ یہ جاکے کہہ | کہ احوال سے میرے غافل نرہ
ترے واسطے خوب رسوا ہوا | مرے سر یہ ہنگامہ برپا ہوا
تسلی شکیبائی مطلق نہین | پر اب یہ تنہائی مطلق نہین
رہی جب تلک تن مین تاب و توان | اوٹھایا تحمل کا بارِ گران

ہے تیری تمھاری سبھی کی بلا
ادا اس کے عاشق کی جی کی بلا
اگر جلوہ گر ہو وہ محشر خرام

نگہدار تھی سر نیچے چشم کی | طرفدار تھی اپنے ہی خشم کی
شہید اسکی چشمک کے دل خستگان | نشانے نگاہون کے دل بستگان
مژہ موجب قتل جمع کثیر | غرض سب تھے یہ ایک ترکش کے تیر
چھپین اسکے غمزے مین کتنی سنان | نمایان ہوئے سب یہ مرگ جہان
جبین کھولدی اس پہ بیزاد نے | که جبین مانی خوبان نوشادتے
روان اس شب فرد سے اشک شمع | نہین ہے یہ روشن کہ تھی اشک شمع
وہ مُردون کو زندہ دوبارا کرے | مسیحا جہان سے کنارا کرے
پری منفعل رنگ رخسار سے | خجل کبک انداز رفتار سے
خضر تشنہ اسکے ہے دیدار کا | مسیحا شہید اس کے بیمار کا
سوا اسکی باتونکی سب باتین ہین | جسے سنکے مردے بھی جی جاتے ہین
غرض اور سب یونہین کہتے کو ہین | مسیحا کے لب یونہین کہنے کو ہین
لب سرخ اسکے وہ گلبرگ تر | چھپین جن مین دندانکے سلک گہر
تبسم مین انکے وہ برق بہار | دم حرف ہوتے گہر آبدار
دہن غنچہ ناشگفتہ سے کم | سخن رہروِ راہ تنگ عدم
تبسم تنگ گردہ دلکش کرے | تو گلشن ہین گل صد چمن غش کرے

صبا گر اڑا دے تنک وانکی خاک | تو نکلی زمین سے دل چاک چاک

کئی نعرہ کش وان کئے نعرہ زن | کئے خون گرفتہ گئے بے کفن

کئی بیوطن وان سفر کر گئے | سسکتے مین کتنے کئی مر گئے

ہر اک جان ہر شخص ناکام کی | ہوا وار اس کے لب بام کی

پھرون گرد ساقی نشے مین تیرے | گلابی ہی منھ کو لگادے مرے

مجھے مست آپ سے یہ دیکھ کر | چلون جون قلم پھر بھی مطلب اوپر

سُنا وہ جگر سوز پیغام جب | کئی آشنا حرف سے لعل لب

پڑھی اک رباعی نہ کر اعتبار | کہ مضمون جس کا یہ موزون ہوا

کہ ہجران مین جو بیقراری کرے | سر راہ فریاد وزاری کرے

نہ سونے دے نالونسے ہمسایہ کو | بھلی مرگ ایسے فرمایہ کو

محبت کی رہ مین یہ پھیلائے کام | کہ سر سے گذر جائیے شادکام

نہین شرط الفت اہی کی جبین | اگر پیش آوے دم واپسین

جو پھوٹا ہی پڑتا ہون جون آبلہ | وہ ہے دم مین واماندہ قافلہ

نہ جو ہو سکے ہجر کا پایمال | تو بہتر ہی ہوتا ہے اسکا وصال

گیا مین جواب اس سے لیکر ادہر | سر رہ تھا پامال غم وہ جدہر

کوئی رہ گیا تھا پیام جوان | جو تو پھر شتابی سے آیا یہان

بیان کر جو کہنا ہو تجھکو شتاب | کہ ہے منتظر غیرت آفتاب

کہا مین نے اے پیرزن کیا کہون | ہوادار اس نوجوان کا مین ہون

پیام اس کا لایا تھا مین اسلیے | کہ وہ بے اجل مرتا ہے تک جیے

سو یان سے گیا ایسا لیکر جواب | کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب

نہ تھی تاب حرف درشت اسکے تئین | کیا غم نے تھا نیم کشت اسکے تئین

نہ مشغول یونہین وہ زاری سے تھا | وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا

نہ سمجھی یہ رشک پری اسکے تئین | دکھائی دی عشوہ گری اسکے تئین

چڑھا ان نے تیوری اک انداز سے | کہا ہیزہ ہو کے یون ناز سے

کہ جس کو نہ ہو تاب لانیکی تاب | شتابی سے مرتا ہے اسکا صواب

ہوا سامنے اس کے مین حرف زن | یہ اس کی زبان سے کہا مین سخن

جوان سنتے ہی کرکے ایدھر نگاہ | سفر کر گیا جان سے بھر کر آہ

یہی ماجرا کہنے آیا ہون یان | خبر اسکے مرنیکی لایا ہون یان

کہا اس سے کہ ای کشتہ غم کی جان | گیا آخر الامر جی سے جوان

یہ کہہ دس قدم وان سے تھا چلا | کہ اک شور کانون مین میرے پڑا

کوئی نالہ بلبل سے ہے یادگار | خزان اس چمن مین ہو گل کی بہار
کہین ساقی دے آب گلرنگ کو | کشادہ ہی کر اس دل تنگ کو
گلے لگ کے مینا کے ٹک روئیے | فسانہ ہی آخر ہے اب سوئیے

## مثنوی مسمی بخواب وخیال

خوشا حال اسکا جو معدوم ہے | کہ احوال اپنا تو معلوم ہے
رہین جان غمناک کو کاہشین | گئین دل سے نومید سو خواہشین
زمانے نے رکھا مجھے متصل | پراگندہ روزی پراگندہ دل
گئی کب پریشانئ روزگار | رہا مین تو ہم طالع زلف یار
وطن مین نہ اک صبح مین شام کی | نہ پہونچی خبر مجکو آرام کی
اٹھاتے ہی سر یہ پڑا اتفاق | کہ دشمن ہوے سارے اہل وفاق
جلاتے تھے مجھپر جو اپنا دماغ | دکھانے لگے داغ بالاے داغ
زمانے نے آوارہ چاہا مجھے | مری بیکسی نے نباہا مجھے
رفیقون سے دیکھی بہت کوتہی | غریبی نے ایک عمر کی ہمسری
مجھے یہ زمانہ جدہر لے گیا | غریبانہ چندے بسر لے گیا
بندہا اس طرح بار سفر | کہ نہ زاد رہ کچھ نہ یار سفر

پڑی فکر جان میرے احباب کو
اڑا دیوین سب گھر کے اسباب کو

ہوئی یاس کوئی تفاوت سے ہو
سراسیمہ کوئی محبت سے ہو

کوئی فرط اندوہ سے گریہ ناک
گریبان کسو کا میرے غم سے چاک

جو دیکھون تو آنکھو لنسو ہو تھے
نہ دیکھون تو جی پر قیامت رہے

کہے چشم بندی کو ہمراہ غیر
دلے منزل دل مین اس سرکی سیر

وہی جلوہ ہر آن کے ساتھ تھا
تصور مری جان کے ساتھ تھا

اگر ہوش مین ہون وہ لے بے خبر
وہ صورت رہی میری پیش نظر

اسے دیکھون جیدہر کرون مین نگہ
وہی ایک صورت ہزارون جگہ

نگہ گردش چشم سے فتنہ ساز
نزہ آفت روزگار دراز

عجب رنگ پر سطح رخسار کا
مگر وہ تھا آئینہ گلزار کا

جو آنکھ اٹھا سکی بی بی سے جا کر اڑی
دم تیغ پر راہ چلنی پڑی

مکان کنج لب خواہش جان کا
تبسم سبب کاہش جان کا

دہن دیکھکر کچھ نہ کہتی کہ آہ
سخن کی نکلتی تھی مشکل سے راہ

نثار ہے جگر اس کسو لے لئے
جو سیب ذقن اسکا ہو کر جیسے

گل تازہ شرمندہ اس سے ہو
خجل اسکے مشکناب گیسو سے ہو

کہ جوں ما کروں بید مجنوں کیطرح | رہے یاد اس سرو موزوں کیطرح
رہوں زرد میں گاہ بیمار سا | پریشاں سخن گاہ بیدار سا
پری خواں کو لا کوئی افسوں لگے | کسو سے کوئی جا کے تعویذ لائے
طبیبوں کو آخر دکھایا مجھے | نہ پینا جو کچھ تھا پلایا مجھے
دوا جو لکھی سو خلاف مزاج | کہا اس خرابی سے کار علاج
کہ سر رشتہ تدبیر کا گم ہوا | دل او پہ ہجوم توہم ہوا
دمدم خود بخود بھولاسی ہی | پریشان دلی اور اداسی ہی
کہو دن بیکلی جاؤں تا ہر کہیں | نہ گھر میں لگے جی نہ باہر کہیں
قیامت جنوں کا رسے سر میں شور | کہا جائے دل کو وہ صحرا کی اور
رہے شوق سر در گریبان دل | ہوا کھینچے صحرا کو دامان دل
سر رشتہ زلف گرہ گیر کا | قدم حلقہ در گوش زنجیر کا
جنوں آہ درپے ہوا جان کی | مجوز ہوئے یار زندان کے
لگیا بند اک کوٹھری میں مجھے | کہ آتش جنوں کی لگی وان بجھے
لب نان اک بار دینے لگے | دم آب دشوار دینے لگے
کہاں علم کا کسب فرصت نہ آہ | ہوا کا یہی دان گشت روز کی راہ

جفا ضعف سے مجکو کیا کیا نہ تھی
رفاقت گئی یون کہ گویا نہ تھی

پس از چند آنکھین ٹھہرنے لگین
نگاہین بھی کچھ کام کرنے لگین

بندھا ناتوانی کا رختِ سفر
گیا طاقتِ رفتہ نے منہہ ادھر

کسے تھا مری زندگانی کا دھیان
ولیکن نہایت تھا مین سخت جان

لگی جان سی آنے اعضا کے بیچ
کوئی روز رہنا تھا دنیا کے بیچ

پھرا ناتوان مین بہت درد سے
کہ نزدیک تھا عالم گرد سے

خلط کاری وہم کچھ کم ہوئی
وہ صحبت جو رہتی تھی برہم ہوئی

وہ صورت کا دہیان دیوانگی
لگی کرنے در پردہ بیگانگی

پس از دیر آنکھون مین آنے لگے
نہ دو دو پہر منہہ لگانے لگے

نہ دیکھے مری اداس پیار سے
غریبانہ سر مارے دیوار سے

کہین ٹک تسلی کہین بیقرار
کہین شوق سے میری بے اختیار

کہین اسطے میری روتی ہی خون
کہین ست زیرِ نخ جیسے زبون

کہین دلکو اپنے دکھا دے مجھے
مری بیوفائی جتا دے مجھے

کہین دستِ بر دل وہ رشکِ قمر
کہین حسرت آلودہ مجہپر نظر

کہین بیدماغانہ سرگرم ناز
کہین آتشِ شوق سے جانگداز

کہین چشم گریان سے دامان تر
کہین سو جگہ سے گریبان چاک

کہین کام دل کی شکایت سے ہے
کہین نقش دیوار حیرت سے ہے

کہین لب پہ وہ شکوہ خون جگر
کہ جس سے آزار جان

کہین وہ نگہ جس سے پیار آئے
کہ یہ درد دل ہے کہ تو مر جائے

کہین وہ روش جس سے
کہین وہ طرح جس سے نکلے عتاب

کہین حرف زن اسطرح ناز سے
کہین وہ ادا جس سے انداز سے

کہین وہ سخن جو جگر خون کرے

غرض نا امیدانہ کر اک نگاہ — وہ نقش تو ہم گیا سوے ماہ

نہ آیا کبھو پھر نظر اس طرح — نہ دیکھا اُسے جلوہ گر اس طرح

نگہ گاہ سایہ سا مہتاب مین — کبھی وہم سا عالمِ خواب مین

دل تو پذیرِ وصالِ دوام — رہی خواب مین روز و شب صبح و شام

اگر وصل خواب فراموش تھا — ولیکن وہی خواب کا جوش تھا

پلک سے پلک آشنا ہے وہی — ز خود رفتگی کی ادا ہے وہی

کھڑا ہون تو سوتا ہون اک وقت نیند — رگِ خواب دل ہی کفِ شوق مین

جو بیٹھا ہون تو خواب گران ہی مجھے — وہ غفلت جہان در جہان ہی مجھی

خیال اسکا آدے کہ سُن ہو رہون — تلے سر کے پتھر رکھون سو رہون

مجھے آپکو یونہین کھوتے گئی — جوانی تمام اپنی سوتے گئی

دکھایا نہ اُس نے دو خواب مین — نہ دیکھا پھر اُسکو کبھو خواب مین

بہت بیخود و بیخبر ہو چکا — ہم آغوش طالع بہت سو چکا

نہ دیکھا کبھو میر پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

**تمام شد**